صراط الحمید

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

الحمد للہ۔ اُس کا فضل شاملِ حال تھا کہ ۱۳۴۵ھ میں اولیاء کرام ائمہ عظام اور
انبیاء ذوی الاحترام علیہم السلام کی زیارت کا ارمان پورا ہوا۔ حضرت خاتم النبیین
رحمۃ للعٰلمین بالمومنین رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں
حضوری نصیب ہوئی اور حج بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا۔ یکم رمضان المبارک کو
(مطابق ۶ مارچ ۱۹۲۷ء) روانہ ہوئے اور ۲۹ ذی الحجہ کو (مطابق ۳۰ جون ۱۹۲۷ء)
گھر لوٹ آئے۔ چار ماہ میں اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت و برکت دی کہ عراق، شام،
فلسطین اور حجاز جیسے دُور و دراز ممالک کا سفر طے ہو گیا۔ بغداد شریف و ملحقات شریفہ میں دو ہفتے
دمشق میں ایک ہفتہ بیت المقدس میں ایک ہفتہ، مدینہ منورہ میں تین ہفتے، مکہ معظمہ میں دو ہفتے
غرض کہ ہر مقام پر کافی قیام رہا۔ کوئی بے لطف عجلت نہ تھی جہاں رہے بفضلہ

تمہید راحت و اطمینان سے رہے۔ جس بارگاہ میں گئے بفضلہٖ تعالیٰ شاد کام آئے۔ کل سفر خیر و عافیت سے طے ہوا۔ قدم قدم پر اور لمحہ لمحہ پر تائید ایزدی اور لطائفِ غیبی کا جلوہ نظر آتا تھا جو چشمِ بصیرت کھولتا اور نورِ ایمان بڑھاتا تھا۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ کچھ تعجب نہیں۔ اللہ کی راہ میں وسیلہ لے کر نکلے تھے۔ پھر اللہ کے فضل سے فلاح کیا بعید ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَ جَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (۶/۱۰) ایک ہی سال قبل بفضلہٖ تعالیٰ بشارت ملی تھی کہ اوّل سیدی و سندی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانۂ معلّٰی پر بغداد شریف حاضری ہوگی۔ وہاں سے تمام بارگاہِ مقدسہ میں پیشی ہوگی اور حج بیت اللہ نصیب ہوگا۔ چنانچہ وہی ہوا اور ہونا بھی تھا کہ ہمیشہ سے اپنا یہی ربط ہے ع

دلا تا می توانی شو فدائے شاہِ جیلانی

اللہ تعالیٰ کے انعامات کوئی کیوں کر چھپائے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (۱۱/۳۰) شکرِ نعمت واجب ہے۔ وَاشْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ (۱۴/۲۱) اور پھر کیسی رحمت ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (۱۳/۱۳) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہ شانِ ظہور ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ شانِ ہدایت ہے چنانچہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تفسیر،

تمہید

ہندوستان میں، حیدرآباد، دہلی اور اجمیر شریف سے دیکھنی شروع کی کہ یہاں اُمّتِ محمدی کے بڑے بڑے اولیاء اللہ تشریف فرما ہیں۔ عراق میں بغداد شریف سامرہ شریف کاظمین شریفین کربلائے معلّٰی اور نجفِ اشرف۔ یہاں تفسیر اور بھی خوب کھُلی۔ دمشق میں بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ بیت المقدس تو نبوّت کا بڑا مرکز ہے۔ حضرت سلیمان حضرت داؤد حضرت یوسف حضرت یعقوب حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کیسے کیسے اولوالعزم انبیاء تشریف فرما ہیں۔ یہاں سے حضرت خاتم النبیین کی شان کھلنے لگی۔ حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مدینہ منورہ میں بارگاہ اقدس پر حاضری ہوئی تو محمد رسول اللہ کا اچھا نقشہ دل میں بیٹھ گیا ع

اے خدا قربان احسانت شوم

محمد رسول اللہ کے توسل سے لا الٰہ الا اللہ تک پہنچنا تھا۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف رجوع ہوئے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ لامکان کا مکان تو دیکھا۔ بے نشان کا کچھ نشان بھی دیکھ لیں تو اُس کے فضل سے کیا بعید ہے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ ۝ (۱/۲۵)

رونقِ شانِ بے نشاں نام و نشاں میں بھی آ | زینتِ فضائے لامکاں اب تو مکاں میں بھی آ
جہل میں نور بن کے آ، شک میں سکون بن کے آ | بن کے یقین کی چمک، وہم و گماں میں بھی آ

تمہید

آنکھوں میں نور بن کے آ، دل میں سرور بن کے آ | بن کے حیاتِ جاوداں تو مری جان میں بھی آ
دل تو مرا ہی تیرا گھر، پھر تو ہی میری جان کدھر | رہتا ہی کیوں ادھر ادھر اپنے مکان میں بھی آ
ملکِ غنا ذات میں، جلوہ گری بہت رہی | پردۂ غیب سے نکل، بزمِ عیان میں بھی آ

(حضرت حیدرآبادی مدظلہٗ)

بفضلہ تعالیٰ ۱۳۴۴ھ میں مرشدی و مولائی حضرت قبلہ شاہ محمد حسین چشتی القادری مدظلہ العالی حج سے مشرف ہوئے اور مدینہ منورہ میں سرفرازی ہوئی تو حضرت مدظلہ نے تشریف لاکر بشارت دی کہ انشاء اللہ عن قریب شرف حضوری حاصل ہوگا۔ یہ گویا پہلی بشارت کی تصدیق تھی۔ پھر دوسری بشارت کی تصدیق یہ ہوئی کہ مخدومی و محترمی حضرت قبلہ مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی القادری مدظلہٗ (حیدرآبادی) نے یکایک دوسرے ہی سال حج و زیارات کا قصد فرمایا اور اخلاص و محبت کی برکت سے جو بفضلہ ہر طرح مسلم ہے یہ ناچیز حضرت کا رفیق واحد قرار پایا۔ لیکن بعد کو حضرت کے خاص الخاص مرید سید حبیب علی صاحب اور ہمارے مخلص دوست سید لطف احمد صاحب بھی تیار ہو کر ساتھ ہو گئے۔ غرض کہ چار درویش کا قافلہ بن گیا۔ دو سید اور ایک صدیقی۔ ماشاء اللہ۔ تینوں مخدوم و معظم لہٰذا فاروقی پر خدمت گزاری واجب ہوئی۔ چنانچہ کل سفر کا انتظام و اہتمام اس ناچیز نے اپنے ذمہ لیا۔ رفیقوں نے خادم نوازی سے امیر قافلہ کا خطاب دیا۔ خدا کا فضل تھا۔ یک جان چار قالب تھے۔ یک دل و یک زبان تھے چنانچہ ہمارے دوست سید احمد حسین صاحب امجد فرماتے ہیں ؎

تمہید

اِک راگ بنا ہے مختلف سُر مل کر　　تصدیق ہوئی چند تصوّر مل کر
برنی، حسرت، حبیب، لطف احمد　　اِک جسم بنا ہے چار عنصر مل کر

کُل سفر میں جو کچھ آنکھوں سے دیکھا، کانوں سے سُنا اور ایمان سے سمجھا بقدر گنجایش، دیانت سے قلم بند کر دیا تاہم غلطی سے مبرّا ہونے کا کون دعویٰ کر سکتا ہے۔ البتہ حُسنِ نیت تک اہتمام ممکن اور لازم ہے۔ بہر حال استغفار واجب ہے۔ یُوں تو بیان صاف صاف ہے۔ عام مشاہدات اور تجربات ہیں۔ البتہ جا بجا ایمانی نکات اور قلبی اشارات ذرا نازک آ گئے ہیں۔ مگر خود آ گئے ہیں ؎

مقدور بھر تو ضبط کروں ہوں پہ کیا کروں　　مُنھ سے نکل ہی جاتی ہے اِک بات پیار کی

دوست احباب کی ہر چہار طرف سے فرمایش تھی تاکید تھی کہ سفر نامہ جلد لکھئے۔ شائع کیجئے۔ خدا کا شکر ہے ان کی خوشی پوری ہو گئی۔ سفر کے تمام ضروری ہدایات، ملک اور شہروں کے حالات، مقامات متبرکہ کے عکسی نقشہ جات زیارات مقدسہ کے انعامات، بیت اللہ کے فتوحات، حج کے احکام و مسائل اور طور طریق بترتیب جدید نہایت وضاحت سے درج ہوئے ہیں کہ ناواقف زائرین و حجاج کو بھی پھر کسی کی محتاجی نہیں رہیگی۔ انشاء اللہ جو لوگ حیاتِ ایمانی کے قائل ہیں، دل میں عقیدت و محبّت کا ولولہ رکھتے ہیں قلبی روابط کی لذت سے آشنا ہیں، اِن کے واسطے اُمید ہے یہ رحلہ خاص طور پر دل کش اور مفید ثابت ہوگا ع

از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

تمہید جن اکابرِ دین کے آستانوں پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ ان میں سے جن حضرات نے جو کتابیں لکھی ہیں۔ یا جن حضرات کے حالات میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور ان میں سے جو کتابیں اردو میں ترجمہ یا تالیف ہوئی ہیں وہ سب موقع موقع پر نام بنام بیان ہوئی ہیں۔ اور ان کے پتے بھی درج کر دیئے ہیں۔ جن کو شوق اور توفیق ہو منگا کر پڑھیں۔ لذتِ ایمان پائیں۔ فیض اُٹھائیں۔ یہی سفر اور سفرنامہ کا اصلی مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ سعی مشکور فرمائے۔

یہ رحلہ تیار ہوا اور قرآن کریم سے سند چاہی تو یہ ارشاد ملا۔ وَهُدُوٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ (۲۲/۲۴) سُبحَانَ اللہِ قَوْلِ طَیِّب بڑا انعام ہے۔ اور صِراط الحَمِید کا عالی مقام ہے۔ سچ پوچھیے تو صِراط الحَمِید کے سفر میں قَوْلِ طَیِّب ہی زادِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ سفر سب کو نصیب کرے۔ وَمَا تَوْفِيْقُنَآ اِلَّا بِاللہِ۔ وَاللہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

محبی حاجی محمد مقتدیٰ خاں صاحب شروانی کا خدا بھلا کرے کہ ان کی عنایت و توجہ سے طباعت کا مرحلہ بھی بحسن و خوبی جلد طے ہو گیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

جامعہ عثمانیہ۔ حیدرآباد دکن
شوال المکرم سنہ ۱۳۴۶ ہجری

الفقیر
محمد الیاس برنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلی اللہ وسلم علیٰ رسولہ الکریم

فصل اوّل

عزمِ سفر

اسلام اللہ اور رسول کی اطاعت کا نام اسلام ہے۔ اس اطاعت کی بدولت بڑی بڑی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جن کی تفصیل سے قرآن شریف بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ کے مقبول بندے جو "انعمت علیہم" کے مصداق ہیں ان کا ساتھ نصیب ہوتا ہے ان کی رفاقت حاصل ہوتی ہے یہ بھی اللہ کا بڑا فضل ہے کوئی مانے یا نہ مانے اللہ تو خوب جانتا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (رکوع ۵)

فصل سفر پس اللہ تعالیٰ استطاعت اور توفیق دے تو ممالک اسلامی کا سفر کرے۔
حج تو فرض ہے۔ مقدم ہے۔ آستانۂ نبوی پر حاضر ہونا بھی لازم ہے کہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اس کے واسطے میری
شفاعت واجب ہوگی۔ اور جو کوئی حج کرے لیکن میرے پاس زیارت کو نہ آئے
اس نے گویا مجھ پر ظلم کیا۔ اللہ اللہ اُمّت مرحومہ پر کیا شفقت ہے اور کیوں نہ ہو کہ
رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ان کی شان ہے پھر ہو سکے
تو دیگر مقامات مقدسہ اور مزاراتِ مطہرہ پر بھی حاضر ہو۔ خلوص دل سے عبادت
کرے۔ نیت صحیح سے صلوٰۃ و سلام پڑھے، فاتحہ پڑھے دعائے خیر کرے کہ یہ
شعار اسلام ہے۔

جو لوگ اللہ کی یاد میں دل لگائے بیٹھے ہیں حتی الوسع ان سے فیض صحبت حاصل
کرے اور ان پر نظر رکھے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ (۱۶/۱۵)
محض دنیا کو مقصود بنا کر بے دین اور گمراہ قوموں کی ترقیات للچائی نظروں سے
دیکھتے پھرنا بھی ایک ابتلا ہے۔ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج وَلَا تُطِعْ
مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (۱۶/۱۵)
البتہ اگر آثار قدیمہ کو عبرت کی نظر سے جا کر دیکھے تو بہتر ہے۔ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ
فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِیْنَ
(۲۱/۶) یہ تو سفر زیارت کے آداب ہیں۔ اگر تبلیغ دین تحصیل علم یا حصول معاش کی
خاطر دیگر ممالک کا سفر پیش آئے تو بھی اچھا ہے لیکن اس کے بھی خاص دینی اصول
ہیں جن کی پابندی ہر طرح باعث خیر و برکت ہے حسن انجام کی محافظ ہے۔

فصل ۱

الرفیق ثم الطریق

حدیث شریف میں ہدایت ہے کہ حتی الوسع سفر تنہا نہ کرے۔ کم از کم ایک رفیق ضرور ساتھ رہے مسافروں کی ہر جماعت میں ایک امیر مقرر ہو تا کہ وہ سب کے مشورہ سے سفر کا انتظام کرے اور سب لوگ اس کی اطاعت کریں تجربہ سے ثابت ہوا کہ زائرین کی جماعت میں چار رفیق رہیں تو بہت خوب ہے۔ گاڑی موٹر کے کرایہ میں خاص کفایت اور سہولت رہتی ہے۔ جماعت کی شرط یہ ہے کہ سب ہم مذاق ہوں ہم خیال ہوں اخلاق و عادات میں خوب مجانست ہو۔ آپس میں پورا اتحاد اور اعتماد ہو سب کا شعار محبت و ایثار ہو۔ ایک رکن کوئی حضرت صاحب باطن صاحب نسبت ہوں۔ عربی داں ہوں تو بہت اچھا ہے۔ وہ حضوری میں پیش پیش رہیں۔ ایک رکن انگریزی داں سفر کے انتظام کی اچھی قابلیت رکھتا ہو۔ مردم شناسی اور کار برآری میں ماہر ہو۔ دو رکن قیام و طعام کا اہتمام اپنے ذمہ رکھیں۔ لیکن جو سفر کا انتظام کرے وہی امیر قافلہ بھی رہے تو بہتر ہے اسی کے ہاتھ میں کل خرچ رہے۔ لیکن جماعت کی کل رقم کسی ایک رکن کے پاس رکھنا خلاف احتیاط ہے۔ ہر رکن اپنی رقم اپنے پاس رکھے حسب الطلب خرچ کی اقساط امیر کو پیشگی ادا کرتا رہے۔ ساتھیوں سے مشورہ کرنا اور حتی الوسع ان کی خوشی ملحوظ رکھنا امیر کا اخلاقی فرض ہے تاہم سفر کے تمام امور میں امیر کا مطاع الامر ہونا بھی ضرور ہے ورنہ خدانخواستہ اختلاف سے پراگندگی کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ ایسے سفروں میں نوکر ساتھ لے جا کر اکثر پچھتانا پڑتا ہے نئی نئی ہوا لگ کر نوکر کا مزاج بدل جاتا ہے۔ خدمت لینا تو درکنار بعض وقت الٹی ناز برداری کرنی پڑتی ہے۔ ہر جگہ حسب ضرورت مقامی آدمی مل جاتا ہے۔ اور ساتھ کے ملازم سے کہیں زیادہ کام دیتا ہے۔ آدمی نہ بھی ہو تو مردہ نفس زندہ دلوں کو دست خویش و دہان خویش میں خوب لطف آتا ہے۔

سامان سفر

سامان سفر جس قدر مختصر ہو بہتر ہے ع سبک بار مردم سبکتر روند۔ لیکن

فصل

اس قدر اختصار نہ چاہیئے کہ خواہ مخواہ تکلیف اُٹھانی پڑے۔ اُمرا اور سیاحوں کا تو ذکر نہیں۔ حجاج اور زائرین کے واسطے فی کس چار پانچ جوڑے کپڑے کافی ہیں۔ بڑی بڑی جیبوں والا سفری کوٹ بہت آرام دیتا ہے ورنہ واسکوٹ میں اندر باہر دو دو جیبیں لگوا لینا ضروری ہے۔ خاکی، صندلی اور اگری رنگ اچھے ہیں۔ عام وضع میں داخل ہیں میل خورے ہیں۔ فقیر منش لوگ سبز اور نیلا رنگ بھی پسند کرتے ہیں۔ بہر حال یہ سب رنگ گرد و غبار برداشت کرتے ہیں۔ میلے کم ہوتے ہیں۔ بستر بھی رنگین اور ہلکا ہو تو بہتر ہے۔ کمبل بہت کار آمد ہے۔ اوڑھنے میں گرم اور بچھانے میں نرم۔ دو تین رنگین چادریں ساتھ ہوں تو کافی ہیں۔ بہ نظر اختصار پہننے کے کچھ کپڑے غلاف میں رکھیئے تو خاصہ تکیا بن جاتا ہے۔ بستر کے واسطے دری سے بارانی بہتر ہے۔ سفر میں سلیپر اور نعلین بوٹ جوتہ سے کہیں زیادہ آرام دیتے ہیں۔ بکس ساتھ ہوں تو چمڑہ یا کرمچ کے ہوں لکڑی اور لوہے کے بکس اونٹ اور موٹروں پر لادنے میں دقت ہوتی ہے۔ چمڑہ کا ہینڈ بیگ بہر صورت ضروری ہے۔

سامانِ خورد و نوش میں مُرمُرے، ستّو، کھچڑی، منگوچھیاں، چٹنی، اچار، جام، چار منجمد دُودھ، مکھن، پنیر، بسکٹ، ڈبّے کی مچھلیاں، حسب عادت اس قسم کی چیزیں زیادہ کام آتی ہیں۔ تازہ کھانے بھی جا بجا ملتے رہتے ہیں۔ لکڑی کے وزن دار توشہ دانوں کے بجائے بید یا بانس کی ہلکی ٹوکریاں زیادہ کام دیتی ہیں۔ بعض لوگ تیل کا چولھا بھی ساتھ رکھتے ہیں لیکن تیز ہوا میں وہ بہت مشکل سے کام دیتا ہے اور کام اس کے بغیر بھی چل جاتا ہے پانی کی صراحیاں جا بجا ملتی رہتی ہیں تاہم ایک آدھ مشکیزہ اور فلاسک یعنی پانی کی کپّی ساتھ رہے تو بہتر ہے۔ پکانے کھانے کا ضروری سامان مثلاً المونیم کی دو ایک دیگچی، کچھ پیالے، رکابیاں، چمچے بھی ساتھ رہنے چاہئیں، لوٹا، گلاس تو ہر حال میں ناگزیر ہے۔

جہاز میں جو لوگ فرسٹ، سیکنڈ کلاس میں سفر کریں اُن کا تو ذکر نہیں۔ البتہ ڈک یعنی

فصل ۱

درجہ سوم کے مسافروں کو ضرور ہے کہ بستر کے نیچے بچھانے کے واسطے بوریا چٹائی، اور بیٹھنے کے واسطے ایک سستی سفری کرسی ساتھ رکھیں جہاز اور نیز اونٹ کے سفر میں کنسٹر اور بالٹی پانی کے خرچ میں بہت کام دیتے ہیں ایک اچھا تیز روشنی کا جیبی برقی لمپ ساتھ رہے تو بعض موقعوں پر اس سے بہت کام نکلتا ہے چاقو بھی ایک ضروری چیز ہے سفر میں صحت پر اکثر بار پڑتا رہتا ہے کچھ مجرب دوا بھی ساتھ رکھنا بہتر ہے۔ مثلاً طبیعت کی پستی کے واسطے فروٹ سالٹ۔ بخار کے واسطے کونین کی گولیاں۔ قبض کے واسطے ویجٹیبل پلز۔ ہاضمہ کے واسطے ٹنکچر جنجر۔ امرت دھارا یا کوئی چورن۔ پیچش کے واسطے سفوف اسپغول۔ نزلہ اور خراش کے واسطے گلیسرین ٹانک۔ کھانسی کے واسطے پیپس کے قرص۔ خدانخواستہ چوٹ پھینٹ کے واسطے ٹنکچر آئیوڈین تمام شکایتوں کی ایسی چند ادویہ بمقدار مناسب ایک چھوٹے ڈبہ میں ساتھ رہیں تو پھر ڈاکٹر اور شفاخانہ سے بے نیازی رہتی ہے سہولت و کفایت سے عین وقت پر طبیعت کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ ہر قسم کا سامان سفر اور تمام ضروریات بمبئی میں بکثرت ملتی ہیں صرف چند خاص چیزیں مثلاً لباس وغیرہ گھر سے ساتھ رکھ لیا جائے۔ سفر کا باقی تمام سامان بمبئی سے خریدا جائے تو بہتر ہے۔ اچھا ملتا ہے۔ سستا ملتا ہے۔ اور سہولت سے ملتا ہے۔

سکے اور شرح مبادلہ ہر ملک کے سکے جدا ہیں۔ شرح مبادلہ جدا ہے۔ ہندوستان سے سو سو روپیہ کے انگریزی نوٹ رکھ لینے چاہئیں۔ مبادلہ میں وہ بخوشی ہر جگہ قبول کر لیئے جاتے ہیں۔ ان کو ساتھ رکھنے کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ پیٹی کے اندر رکھ کر کمر سے باندھ لیں۔ اوّل تو سفر میں یوں بھی کمر بستہ رہنا ضرور ہے۔ دوسرے رقم خوب محفوظ رہتی ہے۔ اشرفیاں ہرگز ساتھ نہ رکھیں اوّل تو وزن دار، رکھنا مشکل۔ دوسرے مختلف ممالک کے سفر میں سونا ساتھ ساتھ لیئے پھرنے کا قاعدہ نہیں ہے۔

فصل جس حکومت کی حد میں داخل ہو جیئے، کروڑگیری والے تلاشی لیتے ہیں۔ سونا ملتا ہے تو اُس کو ضبط کر کے اپنے ملک کا زر اور اکثر کاغذی زر حوالہ کر دیتے ہیں۔ مسافر کو بہت قلق ہوتا ہے ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

رقم ساتھ لے جانے کا ایک آسان طریق اور بھی ہے وہ یہ کہ صرف سفرخرچ کے لایق رقم ساتھ رکھ لے اور باقی رقم کہیں جمع کر کے مختلف مقامات کے واسطے ہنڈیاں لے لے۔ مثلاً دہلی میں حاجی علی جان مرحوم کی دُکان پر رقم جمع ہوتی ہے اور وہ مکہ معظمہ میں ادا کر دی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا حیدرآباد میں محمد بلال صاحب دہلوی ہیں۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ، بیروت اسلامی ممالک کے اکثر بڑے بڑے شہروں میں ان کے ایجنٹ موجود ہیں۔ اِن کی معرفت بہ آسانی رقم پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے تو صاحب موصوف کے ہاں حیدرآباد میں کوئی رقم بھی جمع نہیں کی بلکہ سچ پوچھئے تو ان سے ذاتی تعارف تک نہ تھا۔ لیکن محض اپنی شریفانہ ہمدردی اور اسلامی عقیدت سے اُنھوں نے اکثر مقامات کو خود چٹھیاں بھیجدیں کہ ہم کو جہاں جس قدر رقم درکار ہو فوراً مہیا کر دی جائے۔ اور ایجنٹ بھی ایسے خلیق اور خوش معاملہ تھے کہ بلا طلب خود اصرار کرتے تھے کہ ان کے ہاں سے احتیاطاً کچھ رقم لے لی جائے۔ مبادا سفر میں دقت ہو۔ اللہ تعالےٰ محمد بلال صاحب کو اور اُن کے ایجنٹوں کو اس ہمدردی کی دین و دُنیا میں جزائے خیر دے۔ اٰمین۔

پاسپورٹ غیر ممالک میں سفر کرنے کے واسطے اوّل سرکار ہند سے پاسپورٹ حاصل کرنا لازم ہے۔ حاجیوں کا پاسپورٹ تو مخصوص ہے جو موسم حج میں اپنے ضلع میں اور علی العموم مبئی سے جہازی کمپنیوں کی معرفت مل جاتا ہے جسے حج پاس کہتے ہیں۔ لیکن دیگر ممالک میں جانے کی

فصل ا

کے واسطے جداگانہ پاسپورٹ کی ضرورت ہے جو برطانوی ہند میں مجسٹریٹ ضلع کے ہاں سے اور دیسی ریاستوں میں ریزیڈنٹ یا ایجنٹ کے ہاں سے مل سکتا ہے۔ ایک سرکاری مطبوعہ فارم کی خانہ پری کرنی پڑتی ہے جس میں مسافر کی سب کیفیت درج ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ تین عکسی تصاویر اور مبلغ پانچ روپیہ فیس داخل کرنا پڑتی ہے۔ ایک چھوٹی سی خوشنما نیلی کتاب ملتی ہے جس میں مسافر کی ایک تصویر چسپاں رہتی ہے اور ضروری اندراجات ہوتے رہتے ہیں اس کو بہت احتیاط سے ساتھ رکھنا لازم ہے۔ اس کے بغیر سفر محال ہے۔ چیچک کا ٹیکہ اور ہیضہ کی پچکاری غیر ممالک کے سفر میں یہ حفظ ماتقدم بھی لازم سمجھا جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ قبل روانگی ان سے فارغ ہو جائے ورنہ پھر دوران سفر میں ٹیکہ اور پچکاری لگوانی پڑتی ہے۔ بچپن میں ٹیکہ لگ چکا ہو تو وہ کافی ہے جدید ٹیکہ کی ضرورت نہیں البتہ ہیضہ کی پچکاری تازہ لگوانی ضروری ہے لیکن ہر صورت کسی سول سرجن کا باقاعدہ سرٹیفکیٹ ساتھ رکھنا لازم ہے۔ اکثر موقعوں پر اس کا مطالبہ اور معائنہ ہوتا ہے۔

غیر ممالک کے سفر میں پاسپورٹ ساتھ رکھنا لابد ہے۔ برطانوی ہند میں تو مجسٹریٹ ضلع سے حاصل کیا جاتا ہے اور دیسی ریاستوں میں رزیڈنٹ یا ایجنٹ کے ہاں سے ملتا ہے۔ بمبئی پہنچکر مزید توثیق کرانی پڑتی ہے۔ اس کی سبیل یہ ہے کہ بمبئی گورنمنٹ کے پاسپورٹ آفیسر سے جاکر ملئیے اور اپنے مجوزہ سفر کی تفصیل اُسے بتائیے۔ بصرہ اُترنا ہو تو وہ آپ کیواسطے حکومتِ عراق سے اجازت حاصل کر کے توثیق کر دیگا۔ اگر آپ اُس کو پہلے سے مطلع کر دیں تو اجازت بذریعہ ڈاک حاصل کر لی جائے گی ورنہ عین وقت پر آپ کو تار کے اخراجات برداشت کرنے ہونگے۔ اسی طرح محمرہ اُترنا ہو تو حکومت عرب سے اجازت حاصل کر کے توثیق کی جاتی ہے۔ بوشہر یا بندر عباس اُترنا ہو تو بمبئی میں فارس کی کونسل سے توثیق کرانی ضرور ہے۔ شام جانا ہو تو بمبئی کے فرانسیسی کونسل کی توثیق درکار ہے۔ مصر جانا ہو تو بمبئی میں مصری

فصل ا کونسل سے توثیق کرائے۔ فلسطین کے واسطے سرکار ہند کی اجازت کافی ہے بمبئی میں کسی مزید توثیق کی ضرورت نہیں۔ حجاز کے واسطے بمبئی میں حجازی کونسل سے تصدیق کرائی جائے تو بہتر ہے ورنہ پھر سوئز میں حجازی کونسل رہتا ہے۔ وہاں توثیق ہو سکتی ہے۔ بالعموم توثیق آسانی سے ہو جاتی ہے۔ تاجروں اور سیّاحوں کی دوسری بات ہے۔ زائرین اور حجاج کے واسطے تو کوئی تامل نہیں ہوتا ہر توثیق کی کچھ فیس ادا کرنی پڑتی ہے۔ اپنے سفر کے تمام ممالک کی توثیقات سے بمبئی میں فراغت حاصل کر لی جائے تو بہت بہتر ہے۔ دوران سفر میں بھی توثیق ممکن ہے۔ مثلاً شام کے واسطے بغداد شریف میں فرانسیسی کونسل سے توثیق کرالی جائے یا مصر کے واسطے بیت المقدس میں مصری کونسل سے کرائی جائے۔ لیکن اس سے بعض وقت تکلیف دہ پیچیدگیاں پڑنے کا احتمال ہے۔ پاسپورٹ اور توثیق کا معاملہ بہت اہم اور نازک ہے قبل روانگی اس بارہ میں اطمینان کر لینا اولیٰ ہے۔ مصری توثیق کے ساتھ حجاج و زائرین اور غالباً تجار اور سیّاحوں سے بھی کچھ رقم بطور ضمانت طلب کی جاتی ہے جو بعد کو واپس مل جاتی ہے۔ اس کے کچھ خاص قواعد ہیں۔ مصری کونسل سے اس کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے بیت المقدس میں توثیق کراتے وقت ہم سے بھی ضمانت کا مطالبہ ہوا تھا اور مطابق قانون مطالبہ ہوا تھا۔ لیکن مصری کونسل نے خاص کوشش کی حکومت مصر نے خاص رعایت کی قدس اور قاہرہ بیٹھے بیٹھے ٹیلفون کے ذریعہ سے خوب مشورے کیئے۔ بالآخر چند خاص شرائط کے ساتھ ہم کو بطور خاص اس ضمانت سے مستثنیٰ کر دیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ قدس کے مصری کونسل کی یہ ہمدردی قابل ستایش اور قابل شکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

آغاز و ادعیۂ سفر | حج و زیارت کے آداب سفر، لوازم سفر، اور اہتمام سفر۔ ان امور کی مختصر تفصیل اوپر بیان ہوئی۔ روانگی کی کیفیت یہ ہے کہ یوں تو سب دن اللہ کے ہیں کچھ مضائقہ نہیں تاہم حدیث شریف کی رو سے جمعرات، ہفتہ اور پیر یہ تین دن سفر کے واسطے مبارک ہیں۔

فصل۱ اوّل ضرور ہے کہ حتی الوسع اپنے معاملات صاف کرے حقوق ادا کرے۔ قصور معاف کرائے اور اپنی نیت کو فخر وریا سے پاک کرے۔ اللہ کے واسطے خالص بنالے۔ صرف اخلاص شیطان کی دست رس سے بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی توفیق عطا کرے۔ صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صبر و توکل بلکہ شکر و رضا کی دعا کرے کہ سفر میں یہی اعتبارات اس کے قلب میں طاری وساری رہیں۔ جب گھر سے چلنے کا وقت آئے۔ غسل یا وضو کرکے اوّل دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اِخلاص پڑھے تو اولیٰ ہے۔ بعد نماز آیۃ الکرسی تین بار پڑھے۔ یہ آیۃ تین بار پڑھے۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (۵/۱۱) اس کے بعد ایک مرتبہ کہے۔ اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ (۵/۱۲)۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (۱۷/۲۸) اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (۹/۳) اس کے بعد سفر کو ذہن میں لاکر دعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ بِحُرْمَۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ یہ دعا پڑھ کر اٹھے کسی سے گفتگو کیئے بغیر سورۂ انا انزلنا پڑھتا ہوا مکان کے دروازہ پر آئے کچھ صدقہ تقسیم کرے۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ (۱۱/۲۸) پڑھتا ہوا سواری کی طرف بڑھے اور سوار ہوتے وقت پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ مِنَ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (۷/۲۵) صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ اور ہمیشہ کسی سواری پر سوار ہوتے وقت یہی دعا پڑھ لیا کرے البتہ کشتی اور جہاز میں سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۴/۱۲) وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ

قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (۴/۲۴)

جب کسی نئے مقام پر جا کر اُترے تو یہ دعا پڑھے۔ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (۲/۱۸) اگر کسی موقع پر کوئی خاص دہشت یا وحشت ہو تو آیۃ الکرسی یا سورۂ لایلاف پڑھنا باعثِ تسکین و امان ہوتا ہے زیادہ سخت وقت آپڑے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (۶/۱۷) اس کے ورد سے کشود کار ہو جاتا ہے۔ سفر میں درود شریف کا جس قدر ورد رہے افضل ہے۔ یوں تو بہت سی دعائیں بزرگوں سے منقول ہیں مگر جن سے اپنا ربط رہا جو اپنے ورد میں رہیں اور جن کے عجیب غریب آثار و برکات تجربہ اور مشاہدہ میں آئے ان میں سے بعض دعائیں خیر جاریہ کی نیت سے درج کر دی گئیں اللہ تعالیٰ دوسروں کو بھی ان دعاؤں سے حسبِ دلخواہ برکات عطا فرمائے اور فائز المرام کرے۔ اٰمِیْن۔

فصل:

فصل دوم

ہند تا عراق
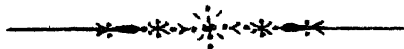
بمبئی | کسی زمانہ میں ہندوستان کے عازمان حج عموماً سورت سے جہاز پر سوار ہوا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے یہ شہر صدیوں تک "باب المکہ" کے مبارک نام سے مشہور رہا اب ہندوستان کے حجاج اور زائرین بالعموم بمبئی سے جہاز پر سوار ہوتے ہیں۔ چاہیں تو کراچی سے بھی سوار ہو سکتے ہیں۔ بمبئی میں کرافورڈ مارکٹ کے قریب سیٹھ صابو صدیق مرحوم کا مسافر خانہ بہت مشہور و مقبول ہے اکثر حجاج جاتے آتے وہیں ٹھیرتے ہیں موسم حج میں مسافر خانہ خوب بھرا رہتا ہے۔ کبھی کبھی تو حجاج کی یہ کثرت ہوتی ہے کہ کمرے تو درکنار برآمدوں تک میں تل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی۔ پھر بھی لوگ یہیں کے قیام کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ ایک مستحکم اور شاندار چہ منزلہ عمارت ہے۔ روشن اور ہوادار ہے۔ صفائی کا بھی بہت انتظام کیا جاتا ہے۔ تاہم حجاج کے ایسے ازدحام میں حسب دلخواہ صفائی رہنا نہایت دشوار ہے۔ بڑی خوبی یہ کہ مسافر خانہ کا محل وقوع بہت آرام دہ ہے۔ ریلوے اسٹیشن جہاز کے دفاتر اور بازار مثلاً نیو مارکٹ۔ عبدالرحمن اسٹریٹ جہاں ہر قسم کا سامان بافراط ملتا ہے۔ ڈاک خانہ۔ تار گھر غرض کہ تمام کام کے مقام مسافر خانہ کے قریب ہیں۔ مسافر خانہ میں ایک شفاخانہ اور مسجد بھی موجود ہے۔ جامع مسجد بھی قریب ہے۔ مسافر خانہ کے موجودہ داروغہ مولوی حضرت اللہ صاحب اور ان کے مددگار منشی عبدالستار صاحب یہ دونوں صاحبان

فصل ۲ بہت ہمدرد اور خلیق ہیں اور بلا مبالغہ شب و روز حجاج کے قیام و آسایش کے انتظام میں مصروف رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ دو تین مسافرخانے اور بھی ہیں۔ ایک واڑی بندر پر اور دوسرا بھنڈی بازار میں ان میں بھی حجاج اُترتے ہیں۔ تیسرا جیل روڈ پر بمقام عمرکھاڑی حاجی دیوجی جمال کا مسافرخانہ ہے جہاں بیشتر عراق کے زائرین شیعہ صاحبان اُترتے ہیں یہاں بھی انتظام قابلِ اطمینان ہے۔ اِس کے علاوہ جو لوگ چاہیں ہوٹلوں میں اُتریں۔ ادنیٰ۔ اوسط۔ اعلیٰ سب قسم کے ہوٹل موجود ہیں ہندوستانی ہوٹلوں کے گماشتے اسٹیشن پر آملتے ہیں۔ تلاش سے معمولی سکونتی مکانات بھی مل جاتے ہیں۔ اگر بمبئی سے واقفیت ہو یا بمبئی میں کوئی اپنا واقف کار دوست ہو تو قیام و انتظام میں بہت سہولت رہتی ہے ورنہ عام حجاج کے واسطے مسافرخانوں کا بھلا بُرا قیام سب سے بہتر ہے۔

جہازی کمپنیاں بالعموم تین کمپنیوں کے جہاز حجاج کو براہِ راست حجاز لے جاتے ہیں۔ مغل کمپنی (جس کے جہازوں کے نام عموماً سلاطین مغلیہ کے ناموں پر ہوتے ہیں۔ جیسے ہمایوں، اکبر، جہاں گیر وغیرہ)۔ نمازی کمپنی (اس کے جہازوں کے نام فرنگستان، گرجستان وغیرہ وغیرہ) اور شستری کمپنی ان کمپنیوں کے چرب زبان گماشتے خود صبح سے شام تک مسافرخانوں میں آآ کر حجاج سے ملتے ہیں اور ان کو اپنی اپنی کمپنی کے جہازوں میں سفر کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ گماشتوں کی کشاکش سے بعض وقت حجاج کو یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ وہ کس جہاز کو انتخاب کریں اور کس میں سفر کریں۔ جہاز اچھے بھی ہیں بُرے بھی ہیں۔ بعض واقعی نئے ہیں بڑے ہیں۔ تیز رفتار ہیں اور ان پر پانی بلا ناپ ملتا ہے۔ بعض ایسے نہیں ہیں۔ لیکن حجاج کا ہجوم ہوتا ہے ہر کسی کو روانگی کا اضطراب رہتا ہے اچھے بُرے سب جہاز لدلد کر روانہ ہوتے رہتے ہیں۔

ہندوستان کے حجاج کو واپسی کا ٹکٹ بھی پیشگی خریدنا لازم ہے۔ یک طرفہ ٹکٹ نہیں

مل سکتا دو طرفہ ٹکٹ کی قیمت سرکار کی طرف سے ایک سو بچانوے روپیہ (مادہ ۵) مقرر فصل ۲
ہے اس میں اضافہ تو ہو ہی نہیں سکتا البتہ کمپنیاں مقابلہ کے جوش میں اپنے اپنے ٹکٹوں کی
قیمت گھٹا گھٹا کر حاجیوں کو کھینچتی ہیں کبھی کبھی دو طرفہ ٹکٹ کی قیمت صرف نصف یعنی سو
روپیہ رہ جاتی ہے۔ ٹکٹوں کی قیمت روز روز بلکہ صبح شام بدلتی رہتی ہے۔ جلد چھوٹنے والے
جہازوں کا ٹکٹ گراں قیمت ہوجاتا ہے جن کی روانگی میں کچھ عرصہ ہے ان کا ٹکٹ مقابلۃً سستا
ملتا ہے۔ بالعموم شستری کمپنی ٹکٹ کی قیمت گھٹانے میں بہت ہمت دکھاتی ہے۔ اس کے
مقابلے میں دوسری کمپنیوں کو بھی خواہ مخواہ قیمت گھٹانی پڑتی ہے خواہ شستری جہازوں
میں حجاج سوار ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن کرایہ گھٹانے اور گھٹوانے کی وجہ سے عام طور پر
حجاج شستری کمپنی کے شکر گزار رہتے ہیں۔ مغل کمپنی اور نمازی کمپنی میں اتحاد اور موافقت
ہے۔ واپسی کے وقت ایک کمپنی کا مسافر دوسری کمپنی کے جہاز میں بھی آسکتا ہے۔ لیکن شستری
کمپنی سے دونوں کی اَنْ بَنْ رہتی ہے۔ شستری کے مسافروں کو لازماً شستری جہازوں
میں آنا پڑتا ہے۔ عام حجاج تو ڈک یعنی درجہ سوم میں سفر کرتے ہیں۔ خاص لوگ درجہ دوم
اور درجہ اوّل میں سفر کرتے ہیں ان کے کرائے بھی گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں حجاج کے جہازوں
کا ذکر یہاں ضمناً آگیا۔ ان کی بقیہ کیفیت آئندہ حجاز تا ہند کے سفر میں بیان ہوگی۔
ہندوستان سے عراق جانا ہو تو برٹش انڈیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی جس کو مختصراً بی۔ آئی
اس۔ این کہتے ہیں اس کے جہاز باقاعدہ طور پر بمبئی سے بصرہ جاتے ہیں۔ جہازوں کی
دو قسمیں ہیں ایک تیز رفتار جو ہر ہفتہ ڈاک لاتے لے جاتے ہیں اور راستہ میں کم قیام
کرتے ہیں دوسرے سست رفتار جو بیشتر مال لاتے ہیں۔ اور راستہ سے اکثر بندرگاہوں میں قیام کرتے
دونوں قسم کے جہازوں میں کرایہ وہی ایک ہے جس کو جلد عراق پہنچنا مقصود ہو وہ تیز رفتار جہاز میں سوار
ہوجائے اور جس کا مقصد بحر عرب اور خلیج فارس میں سیر و تفریح کرنا اور صحت کی خاطر سمندر کی

فصل ۲ ہوا کھانا ہو یا راستہ میں چھوٹے چھوٹے بندرگاہوں پر اترنا ہو تو وہ سست رو جہاز میں سفر کرے جہاز بالعموم صاف ستھرے ہیں آرام دہ ہیں۔ کرایہ حسب ذیل مقرر ہے۔

	درجہ اوّل معہ خوراک	درجہ دوم معہ خوراک	ڈک بغیر خوراک
بمبئی تا بصرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
کراچی تا بصرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

درجۂ اوّل اور درجہ دوم کے مسافر اگر کمپنی کا کھانا نہ کھائیں اور بطور خود انتظام کریں تو درجہ دوم کے مسافر کو ڈک کا کرایہ اور درجہ اوّل کے مسافر کو ڈک کے کرایہ کا دو چند مہا کر دیا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا اگر ڈک کے مسافر کمپنی کا کھانا کھائیں اور بطور خود انتظام نہ کریں تو ان سے فی یوم عہ وصول کیا جاتا ہے درجہ اوّل کا دو طرفہ ٹکٹ بھی ملتا ہے واپسی کے واسطے چھ ماہ کی مہلت دی جاتی ہے۔ مجموعی کرایہ میں بطور رعایت دس فی صدی تخفیف ہو جاتی ہے والدین کے ساتھ تین سال کی عمر تک کے بچّہ کا کرایہ معاف ہے لیکن اگر ایسے بچے ایک سے زیادہ ساتھ ہوں تو ہر زائد بچہ کا کرایہ یک چہارم لیا جاتا ہے بارہ سال کی عمر تک نصف کرایہ مقرر ہے۔ بمبئی تا بصرہ کے مقابل کراچی تا بصرہ کے کرایہ میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ حتی الوسع بمبئی سے سوار ہونا بہتر ہے کہ شروع میں جگہ حسب دل خواہ مل سکتی ہے۔ راستہ کے جو دوسرے بندرگاہ ہیں۔ مثلاً مسقط۔ بندر عباس۔ بحرین۔ بوشہر کویت محمرہ ان کے کرائے کمپنی کے دفتر سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ بخوف طوالت یہاں درج نہیں کیے گئے۔ تیز رو جہاز معمولاً ہر جمعہ کو ۱۰-۱۱ بجے بمبئی سے چھوٹتا ہے یکشنبہ کو کراچی رکتا ہے اور ساتویں روز جمعرات کو دوپہر کے قبل بصرہ جا پہونچتا ہے راستہ میں کراچی کے علاوہ بوشہر اور محمرہ کے بندرگاہوں پر کچھ قیام کرتا ہے۔ کراچی تو بڑا بندرگاہ ہے جہاز پلیٹ فارم پر جا لگتا ہے۔ باقی بندرگاہ چھوٹے ہیں۔ جہاز سمندر میں کسی قدر فاصلہ پر

کھڑا رہتا ہے۔ کشتیوں کے ذریعہ سے آمد و رفت ہوتی ہے۔ البتہ بصرہ میں وہی بمبئی اور کراچی کا سا انتظام ہے۔ مسافر جہاز سے پلیٹ فارم پر اترتے ہیں کشتیوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سست رو جہاز معمولاً ہر چہارشنبہ کو بمبئی سے روانہ ہوتا ہے اور راستہ میں چھوٹے چھوٹے بندرگاہوں پر ٹھیرتا ہوا آہستہ آہستہ تقریباً دو ہفتہ میں بصرہ پہونچتا ہے۔

ہم نے اس کمپنی کے تیز رو جہاز "وریلا" پر بصرہ تک سفر کیا۔ جہاز خوش وضع اور آرام دہ تھا۔ فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کا تو ذکر کیا۔ درجہ سوم کے مسافروں کے واسطے بھی غسل خانے پاخانے صاف ستھرے تھے۔ ہر وقت میٹھا پانی افراط سے ملتا تھا۔ جا بجا نل لگے ہوئے تھے۔ روشنی بھی کافی رہتی تھی اور صفائی کا معمول سے زیادہ اہتمام تھا۔ ہر روز بلاناغہ تمام جہاز دھلتا تھا اور خوب دھلتا تھا۔ درجہ سوم کے مسافروں کو ہر صبح سامان اٹھانے رکھنے کی ضرور زحمت ہوتی تھی جن کے پاس بیٹھنے کو سفری کرسیاں اور بستروں کے نیچے بچھانے کو بوریئے چٹائیاں تھیں وہ ذرا آرام میں تھے۔ جہاز پر دو باورچی خانے تھے۔ ایک انگریزی ایک ہندوستانی۔ مسافر مناسب معاوضہ دے کر بطور خود بھی باورچی خانوں میں کھانا تیار کرا سکتے تھے۔ جن کے پاس تیل کے چولھے یا کوئلہ کی انگیٹھیاں تھیں وہ بطور خود بھی تیار کر لیتے تھے۔ خورد و نوش کی معمولی چیزیں مثلاً چاء، بسکٹ، مکھن، ڈبل روٹی، چٹنی، نارنگی، کیلا، لمنیڈ، سوڈا واٹر۔ یہ سب چیزیں بھی کسیقدر گراں قیمت پر ملتی تھیں حسن اتفاق سے اس جہاز پر اکثر ملازم اور بعض چھوٹے عہدہ دار مشرقی بنگال کے مسلمان تھے۔ بڑے خلیق اور ملنسار تھے اکثر اوقات ہم سے آ آ کر ملتے تھے۔ کئی مرتبہ بڑے اصرار سے دعوت کی۔ اترتے وقت اخلاص سے رخصت کیا ہندوستانی باورچی بھی شمالی ہند کا مسلمان تھا۔ کھانا پکانے میں خوب ہوشیار تھا۔ اس نے بھی بہت خوش دلی سے ہمارا کام کیا۔ نتیجہ یہ کہ ہم کو ایک ہفتہ جہاز پر روزہ رکھنے میں کوئی دقت

فصل ۲ نہیں محسوس ہوئی۔ خورد و نوش میں تقریباً گھر کا سا آرام رہا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

ٹیکا اور جہاز پر سواری

اوّل پاسپورٹ حاصل کرکے ضروری توثیقات سے فراغت حاصل کر لینا لازم ہے۔ چیچک کے ٹیکہ کا اور ہیضہ کی پچکاری کا سرٹیفکیٹ بھی ساتھ رہے تو بہتر ہے۔ جہاز کے ٹکٹ کئی ذریعہ سے حاصل ہو سکتے ہیں یا تو ٹامس کک کی معرفت خریدیئے یا خود میکنن میکنزی کی دفتر جاکر براہ راست خرید لیجئے۔ بیلرڈ پیر بمبئی کی مشہور سڑک ہے۔ اس سڑک کی آخری عمارت میں گودی کے قریب اس کا دفتر ہے۔ دیکھا تو جمعہ کی صبح کو وکٹوریہ ڈاک میں جہاں سے جہاز روانہ ہونے والا تھا کمپنی کا دفتر لگا ہوا تھا اور وہاں بھی عین وقت پر ٹکٹ فروخت ہو رہے تھے۔ لیکن بہر صورت ٹکٹ خریدتے وقت پاسپورٹ دکھانا لابدّ ہے۔ جہاز تو دس بجے کے قریب روانہ ہوتا ہے لیکن گودی پر صبح سویرے سے مسافروں کا اجتماع شروع ہو جاتا ہے۔ اوّل اور دوم درجہ کے مسافر تو بلا روک ٹوک جہاز پر چلے جاتے ہیں درجہ سوم کے مسافر مع مال و اسباب ایک احاطہ میں جمع رہتے ہیں وہاں ٹکٹوں کا اور اسباب کا معائنہ ہوتا ہے سامان کے عددوں پر منظوری کا نشان لگا دیا جاتا ہے۔ پھاٹک کھلتا ہے اور مسافروں کی ریل پیل شروع ہوتی ہے ہر کوئی جلد از جلد جہاز پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ خوب کش مکش رہتی ہے کمزور آدمی کے واسطے جان کا نہیں تو ہاتھ پیر کا ضرور خطرہ ہے۔ جلدی کی وجہ یہ کہ جہاز پر ڈک کے سب حصّے یکساں آرام دہ نہیں ہوتے۔ انجن کے قرب و جوار کے حصّے گرم رہتے ہیں۔ نیچے کے حصّوں میں حسب دل خواہ ہَوا اور روشنی میسر نہیں آتی۔ بعض حصّے راستوں سے ملحق ہوتے ہیں اور ان کی حیثیت گزرگاہ کی سی رہتی ہے۔ جہاز کے کونوں پر جنبش زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ وسط کے حصّوں میں مقابلۃً سکون رہتا ہے۔ بعض حصّے گوداموں پر پٹے ہوتے ہیں۔ راستہ میں کسی بندرگاہ پر سامان اُتارا جائے یا رکھا جائے

تو وہ حصے ہٹانے پڑتے ہیں اور جو مسافران پر مقیم ہوں ان کو خواہ مخواہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ سب سے اوپر کا ڈک اچھا سمجھا جاتا ہے۔ بشرطیکہ تیز ہوا اور گرم دھوپ یا سخت بارش کا احتمال نہ ہو۔ ہمسایوں کا سوال بھی مقام سے کچھ کم توجہ طلب نہیں ہے۔ بدمزاج اور کم تمیز ہمسایوں سے بھی بعض وقت بہت اذیت پہونچتی ہے۔ سفر بے لطف ہوجاتا ہے۔ بلکہ قطعۃ من السقر کے فرمان کی تصدیق ہوتی ہے۔ خدا کے فضل سے ہم کو تو جگہ بہت آرام دہ ملی۔ اور ایسے موقع کی تھی کہ وہاں کوئی غیر ہمسایہ بھی نہ تھا۔ البتہ ملاقاتی لوگ صبح شام تفریح کے واسطے آتے تھے۔ بیٹھتے تھے۔ لطفِ صحبت رہتا تھا غرض کہ ڈک پر اچھی جگہ لینے کے شوق اور فکر میں مُسافر خوب دوا دوش کرتے ہیں۔ قلی لوگ سامان لے لے کر مسافروں سے تیز دوڑتے ہیں اچھی جگہ دلانے کے اور انعام دینے کے آپس میں وعدے رہتے ہیں۔ بعض مُسافر رسائی پیدا کرکے ایک دن پہلے آکر جہاز دیکھ لیتے ہیں اپنی جگہ منتخب کرلیتے ہیں۔ جہاز کے ملازمین سے میل پیدا کرکے جگہ کی حفاظت کا انتظام کردیتے ہیں۔ جہاز کا دستور یہ ہے کہ جو اپنا بستر جہاں جما دے وہی اُس کی جگہ ہے یوں تو ہر کوئی اپنی سی کوشش کرتا ہے لیکن سب کو اچھی جگہ ملنا کیوں کر ممکن ہے۔ جس کو جہاں جگہ ملی خوش وناخوش بستر جما لیا۔ عراق کے جہاز تو پھر بھی غنیمت ہیں مسافر کم ہوتے ہیں جگہ کی کوئی تنگی نہیں رہتی حجاج کے جہازوں پر سوار ہوتے وقت اور بھی زیادہ سخت کش مکش ہوتی ہے۔ حادثے ہوجاتے ہیں۔ جہاز کی انتہائی گنجایش تک مسافر بھر دیے جاتے ہیں۔ "جائے تنگ ست و مرداں بسیار" کا نقشہ رہتا ہے اور پھر جہاز بھی اتنے آرام دہ نہیں ہوتے بشرط استطاعت حجاج کے جہاز میں درجہ اوّل یا درجہ دوم کا ٹکٹ لینا ضرور ہے۔ البتہ بمبئی بصرہ کے درمیان بی آئی، اس، این کمپنی کے جہازوں پر مرد ہمت کریں تو ڈک کے سفر میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن بچے اور مستورات ساتھ ہوں

فصل ۲

تو بہرصورت اوّل یا دوم درجہ کا ٹکٹ لینا لازم ہے۔ ورنہ بہت تکلیف کا اندیشہ ہے۔

قرنطینہ | جمعہ کو بمبئی سے روانہ ہوکر یکشنبہ کو جہاز کراچی پہونچ جاتا ہے۔ کراچی میں درجہ سوم کے مسافروں کا قرنطینہ ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ علی الصّباح جہاز پر پولس کے لوگ آتے ہیں اور مسافروں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے بستر لے کر قرنطینہ چلیں۔ ہرکسی پر جانا واجب ہے۔ اس مرحلہ سے بچنا مشکل ہے۔ قرنطینہ جہاز کے پلیٹ فارم سے تقریباً دو تین فرلانگ کے فاصلہ پر ایک احاطہ اور معمولی عمارت ہے۔ وہاں درجہ سوم کے سب مسافر جمع ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر آکر برائے نام سب کی صورت اور پیٹ میں طحال دیکھتا ہے۔ ہاتھ اور ٹکٹ پر تصدیق معائنہ کی مُہر لگا دی جاتی ہے۔ اِسی دوران میں بستروں کو انجن میں ڈال کر بھاپ دیدیتے ہیں مُسافر اپنے اپنے بستر لے کر واپس آجاتے ہیں۔ مردوں کے واسطے تو قرنطینہ ایک آدھ گھنٹے کی تفریح ہے لیکن مستورات کے واسطے پھربھی یہ آمد و رفت تکلیف دہ ہے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بستر لے جانا بھی کچھ لازم نہیں ہے۔ بعض لوگ پورے بستر لائے۔ بعض برائے نام ایک آدھ شطرنجی یا چادر لے آئے اور بعض کچھ بھی نہ لائے خالی ہاتھ چلے آئے۔ کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوئی۔ بستروں کو بھپارہ دلا دینا اچھا ہے واقعی صاف ہوجاتے ہیں۔ لیکن خرابی یہ ہے کہ اچھے بُرے بستر سب ایک ساتھ بھر دئیے جاتے ہیں۔ اِس سے کراہت ہوتی ہے۔

محمرہ و بصرہ | جہاز شب کے وقت محمرہ پہونچتا ہے۔ اور بندرگاہ سے ایک آدھ میل کے فاصلہ پر کھڑا ہوتا ہے یہاں شب کو اس قدر برقی روشنی ہوتی ہے کہ شاندار چراغاں معلوم ہوتا ہے۔ جنوبی فارس میں اینگلو پرشین آئل کمپنی نے مٹی کے تیل کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اِس کا یہ صدر مقام ہے۔ اِس وجہ سے یہاں غیرمعمولی چہل پہل اور رونق ہے۔ لب ساحل

فصل

شان دار عمارات نظر آتی ہیں اور تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔ بصرہ کے قریب جہاز دریا میں آجاتا ہے اور دریا کے دونوں کناروں پر میلوں تک سرسبز نخلستان نظر آتے ہیں۔ صبح کے وقت یہ منظر بھی قابل دید ہوتا ہے۔ بندرگاہ میں داخل ہونے سے قبل جہاز پر کچھ عراقی حکام آتے ہیں۔ مسافروں کے پاسپورٹ کی خاص طور پر جانچ پڑتال ہوتی ہے۔ اگر پاسپورٹ گم ہو یا اس میں کچھ بے قاعدگی ہو تو مسافر جہاز ہی پر روک لیا جاتا ہے اس کو اُترنے کی اجازت نہیں ملتی۔ اسی جہاز میں اُس کو مجبوراً واپس آنا پڑتا ہے ایک پولس افسر آکر درجہ سوم کے تمام مسافروں سے پاسپورٹ لے جاتا ہے پھر جہاز ہی پر دفتر میں پاسپورٹوں کا معائنہ ہوتا ہے مہریں لگتی ہیں عام مسافرین کے دل دھڑکتے رہتے ہیں کہ کہیں ہمارا پاسپورٹ اِدھر اُدھر نہ ہو جائے اور خدا جانے کتنی دیر میں واپس ملے۔ دفتر کے دروازہ پر منتظر رہتے ہیں جو ذرا رسا ہوتے ہیں دفتر میں جاکر خود معائنہ کرا کر لے آتے ہیں۔ جہاز پر عجب دھوم مچتی ہے۔ حمال اِدھر اُدھر دوڑتے ہیں مزدوری ٹھیرا ٹھیرا کر مال لے جانا شروع کرتے ہیں۔ مسافروں کو بھی اُترنے کی جلدی ہوتی ہے۔ حمالوں کے ساتھ جانا ضرور نہیں ان کا نمبر دیکھ لینا کافی ہے۔ بندرگاہ پر کافی نگرانی رہتی ہے حمال خود ہی تمام مال و اسباب لاکر کروڑگیری کے احاطہ میں رکھ دیتے ہیں اور مسافروں کو بھی خود وہیں آکر جمع ہونا پڑتا ہے البتہ درجہ اوّل و دوم کے مسافروں کا سامان جہاز ہی پر دیکھ لیا جاتا ہے۔ ان کو کروڑگیری کے احاطہ میں زحمت نہیں اُٹھانی پڑتی۔ اس طرح تیز رو جہاز کے مسافر جمعہ کو دس بجے بمبئی سے روانہ ہو کر جمعرات کو دس بجے بصرہ جا اُترتے ہیں۔

کروڑگیری | بصرہ میں کروڑگیری کا دفتر جہاز کے پلیٹ فارم سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں مطبوعہ فارم ملتے ہیں۔ جو لوگ انگریزی داں نہیں خود ہی

مال و سامان کی تفصیل فارم میں درج کرتے ہیں جو انگریزی نہیں جانتے وہ فی کس آٹھ آنے دے کر تفصیل درج کراتے ہیں۔ اس کام کے واسطے بھی ایک صاحب انگریزی داں سرکار کی طرف سے مقرر ہیں۔ پھر فارم پر آٹھ آنے کا عراقی ٹکٹ چسپاں کیا جاتا ہے وہ بھی وہیں فروخت ہوتا ہے ان ٹکٹوں میں خاص خرابی یہ ہے کہ گوند کم لگا ہوتا ہے بڑی مشکل سے چپکتے ہیں وہ فارم کروڑگیری کے کسی عہدہ دار کو لے جا کر دکھائیے تو وہ سامان کا معائنہ کرتا ہے اور اکثر اوقات بہت تفصیل سے معائنہ کرتا ہے۔ ایک ایک چیز کھول کھول کر دیکھتا ہے جو چیزیں قابل محصول ہوتی ہیں اُن کی قیمت اپنے اندازہ سے فارم میں درج کرتا جاتا ہے اور پھر مجموعی قیمت کے حساب سے محصول لگاتا ہے۔ محصول ادا کرئیے تو سامان پر منظوری کی علامت بنا دی جاتی ہے۔ اور آپ اپنا سامان جہاں چاہیں لے جا سکتے ہیں۔ کروڑگیری کے دفتر میں مسافروں کو بالعموم تین قسم کی دقتیں پیش آتی ہیں۔ یا تو سامان اس درجہ الٹ پلٹ کیا جاتا ہے کہ ڈھیر ہو جاتا ہے۔ از سرِ نو سنگوانا پڑتا ہے۔ یا قیمت بہت زیادہ اندازہ کی جاتی ہے جس سے خواہ مخواہ محصول بڑھ جاتا ہے چنانچہ بعض لوگ مجوزہ قیمت کی زیادتی سے بیزار ہو کر محصول ادا کرنے کے بجائے خود اشیاء محصول طلب سے دست بردار ہو جانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ خوب حجت ہوتی ہے۔ یہ تماشے بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ تیسری دقت یہ کہ کثرت سامان کی وجہ سے معائنہ کی نوبت دیر میں آتی ہے اور تھکے ماندے مسافروں کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔ معائنہ کے واسطے کئی عہدہ دار موجود رہتے ہیں۔ ہر ایک کا مزاج جدا ہوتا ہے بعض سخت گیر ہوتے ہیں۔ ہم کو تو خدا کے فضل سے بہت نرم مزاج عہدہ دار سے سابقہ پڑا۔ اوّل ہی وقت سرسری معائنہ سے چند منٹ میں مرحلہ طے ہو گیا اور بہت تھوڑا محصول ادا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو جزائے خیر دے۔ لیکن کروڑگیری کی دست درازیوں سے بعض مسافروں کو واقعی تکلیف ہو جاتی

اور زیر باری ہوئی اور وہ لوگ علانیہ شکایت کرتے پھرتے تھے۔ بعض کا سامان بہت بے دردی سے اُدھنا گیا۔ اور بعض سے بہت زیادہ محصول وصول کیا گیا لیکن کروڑگیری کی چیرہ دستی تو ہر ملک میں ضرب المثل ہے۔

ریل کا سفر

کروڑگیری کے دفتر سے متصل ہی ریلوے اسٹیشن ہے جو ماگل کہلاتا ہے۔ ایک چھوٹی لوکل ٹرین کھڑی رہتی ہے۔ کروڑگیری کے بکھیڑے سے نمٹ کر مسافر جلد جلد اس ٹرین میں سامان لا رکھتے ہیں! اور ڈبوں پر قبضہ جما لیتے ہیں۔ بعد عصر یہ ٹرین روانہ ہو کر آہستہ آہستہ تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ میں مغرب کے قریب بڑے اسٹیشن مکینہ پہونچ جاتی ہے۔ یہ سفر مفت ہے۔ زائرین کو اس کے واسطے کوئی ٹکٹ خریدنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ شب کو بھی مکینہ پر اسی ٹرین میں مسافر مقیم رہتے ہیں۔ ٹرین کے قریب بجلی کی روشنی اور پانی کا نل لگا ہوا ہے۔ تھوڑے فاصلے پر کافی صاف ستھرے بیت الخلا موجود ہیں۔ رات کو ٹرین کے اردگرد مسلح پہرہ رہتا ہے۔ غرض کہ ٹرین میں ہر طرح کا آرام ملتا ہے۔ البتہ مکینہ پر خورو نوش کا کوئی سامان نہیں ملتا۔ اِس کے برعکس ماگل پر بعض نان بائیوں کی دکانیں ہیں۔ ہندوستانی مذاق کا کھانا اچھا ملتا ہے اور مقام کے لحاظ سے ارزاں ملتا ہے۔ جو لوگ واقف کار ہیں وہ یہیں سے دو تین وقت کے لیئے کافی کھانا خرید لیتے ہیں۔ جن کے پاس سامان خام ہے وہ مکینہ میں چولھا جماتے ہیں اور کھانا پکاتے ہیں۔ مکینہ پر شب کے وقت ٹرین میں خوب چہل پہل رہتی ہے۔ زائرین آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ڈبہ میں جا کر بیٹھتے ہیں۔ لطف صحبت رہتا ہے۔ کہیں کہیں سے نعت خوانی یا مرثیہ خوانی کی آواز آتی رہتی ہے۔ صبح کو نماز اور وظیفوں کا زور ہوتا ہے اور خوب قرأت کے ساتھ رہتا ہے۔ رات ہی کو بڑی ریل گاڑی جو بغداد شریف اور کربلائے معلّی جاتی ہے مقابل کے پلیٹ فارم پر آ کھڑی ہوتی ہے۔ صبح کو اس کے ڈبے

فصل ۲

کھول دئیے جاتے ہیں اور مسافر چھوٹی ریل سے مع مال و اسباب اس میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ گویا عراق کی ڈاک گاڑی ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ کو نو بجے صبح جہاز کے مسافروں کو لے کر مکینہ سے روانہ ہوتی ہے اور اگلے دن ہفتہ کو علی الصباح ۵ بجے بغداد شریف پہونچ جاتی ہے۔ کربلائے معلیٰ کے مسافروں کے ڈبے مخصوص رہتے ہیں۔ ہندیہ جنکشن پر وہ ڈبے ڈاک گاڑی سے علیحدہ ہو کر اور دوسری ریل میں لگ کر براہ راست علی الصباح کربلائے معلیٰ پہونچ جاتے ہیں۔

بعض مسافر ماگل سے مکینہ ریل پر نہیں آتے بلکہ کروڑ گیری کے مرحلہ سے فارغ ہو کر وہ بصرہ چلے جاتے ہیں۔ بالکل قریب ہے۔ کرایہ کے موٹر تیار رہتے ہیں۔ رات کو بصرہ میں رہتے ہیں۔ گھومتے ہیں۔ صبح کو موٹر میں سوار ہو کر مکینہ آجاتے ہیں۔

بصرہ میں یوں تو ہوٹل بھی موجود ہیں۔ لیکن عشار میں علی مقام کے قریب ایک مسافر خانہ ہے جو زائرین کے قیام کے واسطے خاص طور پر موزوں ہے۔ شرح کرایہ بھی مناسب ہے۔ چھوٹی گاڑی جب ماگل سے مسافر لے کر شام کو مکینہ پہونچتی ہے تو اس وقت مکینہ پر بھی کرایہ کے موٹر منتظر کھڑے رہتے ہیں۔ بعض لوگ بعد مغرب مکینہ سے موٹر میں سوار ہو کر دو تین گھنٹہ رات کو بصرہ کی سیر کر آتے ہیں۔ یہاں سے بھی بصرہ قریب ہی ہے۔ غرض کہ جمعرات کو دس بجے صبح جہاز بصرہ پہونچتا ہے اور جمعہ کو نو بجے مکینہ اسٹیشن سے بغداد شریف اور کربلائے معلیٰ کی گاڑی روانہ ہوتی ہے۔ یہ درمیانی ۲۴ گھنٹے مختلف طور پر بسر ہو جاتے ہیں۔ زائرین کی امداد کی غرض سے سرکار ہند نے بصرے میں ایک ریلوے انسپکٹر مقرر کر رکھا ہے۔ یہ جہاز ہی پر زائرین سے آملتا ہے کروڑ گیری کے دفتر میں ساتھ رہتا ہے۔ مسافروں کو چھوٹی ریل میں سوار کرا کر ماگل سے مکینہ لاتا ہے۔ مکینہ پر دوسرے روز علی الصباح مسافروں کو ڈاک گاڑی میں منتقل کراتا ہے۔ غرضکہ

ان درمیانی ۲۴ گھنٹوں میں یہ بھی اکثر ساتھ رہتا ہے۔ کام کاج میں اپنی واقفیت اور اپنے اثر سے مدد دیتا ہے۔ موجودہ ریلوے انسپکٹر سبا رائو صاحب ایک مدراسی ہیں۔ خلیق اور محنتی ہیں کافی توجہ کرتے ہیں۔ خوب دوا دوش کرتے ہیں۔ انگریزی کے علاوہ اُردو بھی خاصی جانتے ہیں۔ یہ صرف زائرین کی خدمت کے واسطے تعینات ہیں اور ان سے واقعی بہت امداد ملتی ہے ایک نوجوان مسلمان ان کے مددگار ہیں وہ بھی بہت خلیق ہیں۔

عراق کی زیارتیں

عراق میں زیارتوں کے چھ مقام ہیں۔ بغداد شریف۔ کربلائے معلّٰے۔ نجف اشرف۔ کوفہ۔ کاظمین شریفین اور سامرہ شریف۔ سفر کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ مکینہ سے بغداد شریف کو راست ریل جاتی ہے۔ زائرین کے لیئے راستہ میں دو اسٹیشن قابل ذکر ہیں۔ اوّل حلّہ دوسرے ہندیہ۔ حلہ سے نجف اشرف تقریباً ۳۰ میل فاصلہ پر واقع ہے اور بذریعہ موٹر کار گھنٹہ دو گھنٹہ میں بہ آسانی پہنچنا ممکن ہے۔ ہندیہ سے ریل کی شاخ کربلائے معلّٰی کو جاتی ہے چنانچہ بغداد شریف کی ریل میں مکینہ سے جو کربلائے معلی کے ڈبے لگتے ہیں وہ یہیں علیحدہ ہو جاتے ہیں اور بغداد شریف سے جو ریل میں لوگ کربلائے معلّٰی کو جاتے ہیں وہ بھی ہندیہ ہو کر جاتے ہیں۔ کربلائے معلّٰی سے بھی نجف اشرف کا فاصلہ حلہ اسٹیشن کے مساوی ہے یعنی تقریباً ۳۰ میل اور وہی بذریعہ موٹر کار سفر ہوتا ہے۔ کوفہ نجف اشرف کے بہت قریب ہے۔ موٹر کار میں آدھ گھنٹہ کا سفر ہے۔ مندرجۂ بالا تفصیل سے واضح ہوگا کہ بغداد شریف۔ کربلائے معلّٰی اور نجف اشرف ان تین مقامات کے درمیان سفر کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ کوفہ بہرصورت نجف اشرف کے قریب ہے۔ ایک صورت یہ کہ ریل میں راست بغداد شریف جائیں وہاں سے لوٹ کر یا تو بذریعہ ریل ہندیہ ہوتے ہوئے کربلائے معلّٰی جائیں یا بذریعہ موٹر کار راست کربلائے معلّٰی پہنچ جائیں۔ کربلائے معلّٰی سے پھر

موٹر کار میں نجف اشرف پہونچیں۔ کوفہ جائیں۔ نجف اشرف سے بذریعہ موٹر کار حلہ اسٹیشن چلے جائیں اور وہاں سے بذریعہ ریل بصرہ واپس آجائیں۔ دوسری صورت اس کے برعکس ہے۔ یعنی بصرہ سے ریل میں سوار ہوکر حلہ اسٹیشن پر اُتریں۔ حلہ سے بذریعہ موٹر کار نجف اشرف جائیں۔ کوفہ جائیں وہاں سے پھر موٹر کار میں کربلائے معلیٰ پہونچیں۔ کربلائے معلیٰ سے خواہ ریل میں ہندیہ ہوتے ہوئے بغداد شریف چلے جائیں۔ خواہ بذریعہ موٹر کار راست پہنچ جائیں اور بغداد شریف سے بذریعہ ریل راست بصرہ واپس آجائیں تیسری صورت یہ کہ بصرہ سے ریل میں روانہ ہوکر ہندیہ ہوتے ہوئے اوّل کربلائے معلیٰ چلے جائیں وہاں سے بذریعہ موٹر کار نجف اشرف اور کوفہ جاکر کربلائے معلیٰ واپس آجائیں۔ پھر وہاں سے بذریعہ ریل یا بذریعہ موٹر کار بغداد شریف پہونچ جائیں۔ یا نجف اشرف سے بذریعہ موٹر کار حلہ اسٹیشن چلے جائیں اور وہاں سے بذریعہ ریل بغداد شریف جا پہونچیں۔

غرض کہ ان تین صورتوں میں سے جو سہل معلوم ہو اختیار کی جاسکتی ہے۔ رہے باقی دو مقامات یعنی کاظمین شریفین اور سامرہ شریف۔ سو اوّل الذکر بغداد شریف کے بہت قریب ہے۔ موٹر کار تو درکنار گھوڑا گاڑی میں ایک گھنٹہ کا سفر ہے۔ بغداد شریف اور کاظمین شریفین کے درمیان گھوڑوں کی ٹریم بھی چلتی ہے۔ بغداد شریف سے سامرہ شریف کو ریل جاتی ہے۔ اور کاظمین شریفین ہوتی ہوئی جاتی ہے۔ موٹر کار بھی جاتے ہیں۔ چار پانچ گھنٹہ کا سفر ہے۔ بغداد شریف کو مرکز قرار دیجئے تو زیارتوں کے دو حصے ہوجاتے ہیں۔ کاظمین شریفین اور سامرہ شریف ایک طرف اور کربلائے معلیٰ۔ نجف اشرف۔ کوفہ دوسری طرف۔ جس ترتیب میں سہولت معلوم ہو وہی اختیار کرسکتے ہیں۔

لیکن اگر بیشتر ریل میں سفر کرنا مقصود ہو اور موٹر کار کا سفر مطلوب نہ ہو تو زائرین کو یک طرفہ ٹکٹ خریدنے کے بجائے دو طرفہ ٹکٹ خریدنے میں کفایت اور سہولت ہے۔

فصل

بصرہ سے روانہ ہوکر واپسی کے واسطے نوّے دن یعنی تین ماہ کی مہلت ملتی ہے کہ اس دوران میں زیارات سے مشرف ہوکر بصرہ واپس پہونچ جائیں۔ دوطرفہ ٹکٹ کی دوسری شرط یہ ہے کہ خواہ ہم کسی ترتیب سے سفر کریں۔ اِس کے ذریعہ سے ہر ایک مقام کو صرف ایک مرتبہ جاسکتے ہیں۔ البتہ اگر کسی مقام کو دوبارہ جانا چاہیں تو زائد ٹکٹ خرید کر جاسکتے ہیں۔ سفر کی مختلف صورتیں اوپر بیان ہوچکی ہیں دوطرفہ ٹکٹ کے کتابچے ملتے ہیں۔ قسم (الف) قسم (ب) آخر الذکر میں صرف بغداد شریف کربلائے معلّٰی اور نجف اشرف کا سفر داخل ہے۔ اور اوّل الذکر میں سامرہ شریف کا سفر بھی شامل ہے۔ کرایہ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

تفصیل سفر	درجہ دوم		درجہ سویم		رعایت	
	عام کرایہ	رعایتی کرایہ	عام کرایہ	رعایتی کرایہ	درجہ دوم	درجہ سوم
(۱) بصرہ سے کربلائے معلّٰی تک یا اس کے برعکس	للعہ ۴/	سعہ ۶/	عہ ۳/	عہ ۱۲/		
(۲) کربلائے معلّٰی سے بغداد شریف تک یا اس کے برعکس	لعہ ۸/	عہ ۴/	سے/	سے/		
(۳) بغداد شریف سے بصرہ تک یا اس کے برعکس	للعہ	سعہ ۱۱/	عہ ۲/	عہ ۱۱/		
میزان کتابچہ (ب)	لعہ ۱۲/	عہ ۵/	للعہ ۵/	سعہ ۷/	عہ ۷/	سے ۱۴/
بغداد شریف سے سامرہ شریف تک	لعہ ۶/	عہ ۲/	ع ۸/	ع ۸/		
سامرہ شریف سے بغداد شریف تک	لعہ ۶/	عہ ۲/	ع ۸/	ع ۸/		
میزان کتابچہ (الف)	عہ ۸/	لعہ ۹/	للعہ ۵/	للعہ ۷/	لعہ ۱۵/	سے ۱۴/

فصل ۲ مندرجۂ بالا تفصیل کے متعلق اس قدر صراحت اور ضروری ہے کہ نجف اشرف حلہ اور کربلائے معلیٰ دونوں اسٹیشنوں سے برابر فاصلہ پر واقع ہے۔ ہر جانب تقریباً ۳۰ میل، گھوڑا گاڑی یا موٹر کار پر سفر کرنا پڑتا ہے۔ زائرین جو نجف اشرف حاضر ہوں تو ان کو اختیار ہے کہ بذریعہ رعایتی ٹکٹ خواہ کربلائے معلیٰ کے ریلوے اسٹیشن سے یا حلہ ریلوے اسٹیشن سے واپس ہوں۔ بچوں کو تین سال کی عمر تک کرایہ معاف ہے۔ بارہ سال کی عمر تک نصف کرایہ لیا جاتا ہے خواہ رعایتی ہو خواہ معمولی۔ درجہ اوّل کے واسطے کوئی رعایت نہیں ہے۔ بلکہ اس میں درجہ سوم کے معمولی کرایہ کا سہ چند کرایہ مقرر ہے۔ مسافروں کا اسباب ہر درجہ کے واسطے جدا جدا بقدر معین معاف ہے۔ اس سے زائد بشرح معین کرایہ وصول کرتے ہیں۔ اس بارے میں قواعد تقریباً ہندوستانی ریلوں کے مماثل ہیں۔

رعایتی دو طرفہ ٹکٹ کے کتابچے اور معمولی یک طرفہ ٹکٹ بصرہ کے ریلوے اسٹیشن ماگل اور مکینہ پر ملتے ہیں شہر بصرہ میں بھی بمقام عشار ٹکٹ گھر موجود ہے۔ لیکن رعایتی ٹکٹوں کے کتابچے بمبئی اور کراچی میں بھی مندرجہ ذیل دفاتر سے ملتے ہیں۔

(۱) ایجنٹ عراق گورنمنٹ ریلوے۔ بیلرڈ پیر روڈ بمبئی۔

(۲) مولوی محمد باقر صاحب، حاجی دیوجی جمال کا مسافر خانہ۔ جیل روڈ۔ عمر کھاری بمبئی۔

(۳) آنریری سکرٹری۔ انجمن فیض پنجتنی۔ پالاگلی بمبئی

(۴) مسٹر حبیب حاجی رحمت اللہ کھارادر۔ کراچی۔

(۵) مسٹر عبدالعلی شیخ عیسیٰ جی۔ فریر روڈ۔ کراچی۔

بصرہ سے بغداد شریف تک بیس گھنٹہ ریل کا سفر ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے

ہر جمعہ کو ۹ بجے صبح مکینہ اسٹیشن سے میل ٹرین روانہ ہوتی ہے اور ہفتہ کو علی الصباح ۵ بجے بغداد شریف پہونچ جاتی ہے۔ باقی ایام میں معمولی ریل روزانہ صبح کو ۷ ½ بجے مکینہ سے روانہ ہوتی ہے اور اگلے روز سوا نو بجے بغداد شریف پہونچتی ہے راستہ میں تین اسٹیشن قابل ذکر ہیں۔ عور، حلہ، اور ہندیہ۔ بذریعۂ میل ٹرین مکینہ سے عور تک تقریباً ۶ گھنٹہ کا سفر ہے۔ اور حلہ تک ۱۶ گھنٹہ۔ عور اسٹیشن ہی کے قریب کلدانیوں کے آثار قدیمہ ہیں۔ پیدل جاکر دیکھ سکتے ہیں۔ حلہ اسٹیشن کے کچھ فاصلہ پر بابل کے قدیم آثار ہیں موٹر کار کے ذریعہ سے بہ سہولت آمد و رفت رہتی ہے ان دونوں اسٹیشنوں پر مسافروں کے قیام کے واسطے سرکاری ڈاک بنگلے ہیں۔ فی کس روزانہ دو روپیہ کرایہ مقرر ہے بصورت خواہش کھانے کا بھی انتظام ہو سکتا ہے۔ صبح کا ناشتہ اور دونوں وقت کا کھانا۔ تقریباً سات روپیہ روزانہ خرچ پڑتا ہے۔ لیکن بنگلوں میں چار چار آدمیوں سے زیادہ کے قیام کی گنجایش نہیں ہے۔ اس لئے اسٹیشن ماسٹر کی معرفت پہلے سے قیام کا انتظام کرلینا ضروری ہے۔ تاکہ وقت پر بنگلہ خالی ملے۔ عین وقت پر جگہ ملنی یقینی نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے۔ حلہ اسٹیشن سے بھی بذریعہ موٹر کار نجف اشرف آجاتے ہیں۔ ہندیہ جنکشن حلہ سے صرف ایک گھنٹہ کا سفر ہے۔ اور ہندیہ سے بغداد شریف صرف ۳ گھنٹہ۔ بصرہ اور بغداد شریف سے ریل کاظمین شریفین ہوتی ہوئی سامرہ شریف کو بھی جاتی ہے۔ ۵ گھنٹہ کا سفر ہے۔ ریلوں کی آمد و رفت کے اوقات ٹائم ٹیبل سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

جمعہ کی میل ٹرین میں بالعموم مسافروں کا بہت ہجوم رہتا ہے۔ بعض اوقات درجہ دوم بلکہ اول کے مسافروں کو بھی جگہ ملنے میں دشواری ہوتی ہے۔ اس لئے بمبئی یا کراچی سے روانہ ہوتے وقت مکینہ کے اسٹیشن ماسٹر کو تار دے کر یا ماگل کے پتہ سے ہندوستانی زائرین کے ریلوے انسپکٹر کو تار دے کر درجہ اول یا دوم میں جگہ

فصل ۲

فصل ۲ محفوظ کرائی جائے تو بہتر ہے۔ ٹامس کک کی معرفت ٹکٹ خریدے جائیں تو وہ بھی انتظام کرسکتا ہے۔ درجہ سوم میں بھی خوب ہجوم ہوتا ہے۔ لیکن اس میں جگہ محفوظ کرانے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے۔ وہاں صرف قبضہ سے کام چلتا ہے۔ ریل میں کھانے کا ڈبہ بھی لگا رہتا ہے۔ وہیں سے چاء اور برف سوڈا لمنیڈ بھی مل سکتا ہے اسٹیشنوں پر خورد و نوش کی چیزیں بہت کم یاب ہیں۔ صرف کہیں کہیں خمیری روٹی دہی اُبلا انڈا اور شہد ملتا ہے پانی بھی تنگ و دو سے ہاتھ آتا ہے۔ خورد و نوش کا کچھ سامان ساتھ رہے تو بہتر ہے بصرہ میں بافراط ملتا ہے۔ ماگل پر بھی دستیاب ہو سکتا ہے۔

باہر سے لائی ہوئی میتیں

دُور دُور سے شیعہ صاحبان میتیں لاکر کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں دفن کرتے ہیں دونوں جگہ بڑے بڑے قبرستان موجود ہیں۔ دفن کے واسطے مقامی حکام حفظان صحت کی اجازت حاصل کرنا ضرور ہے۔ ہندوستان سے میتیں لے جانے کے متعلق حسب ذیل قواعد مقرر ہیں:۔

(۱) مرطوب لاشوں کو کیمیائی ترکیب سے ایسے صندوقوں میں بند کرنا لازم ہے جن کے اندر لوہے یا سیسے یا جست کا پورا استر لگا ہو تاکہ آب و ہوا کے اثر سے محفوظ رہیں۔ البتہ خشک لاشوں کے واسطے اس قدر اہتمام کی ضرورت نہیں تاہم ان کو بھی اس طرح لپیٹنا یا بند کرنا لازم ہے کہ کوئی حصہ نظر نہ آسکے اور نہ کسی طرح کی بدبو پیدا ہو سکے۔

(۲) حاکم مجاز کا ایک صداقت نامہ حاصل کرنا چاہیئے جس میں موت کا اصلی باعث درج ہو اور اس امر کی تصدیق ہو کہ کوئی متعدی مرض باعثِ موت نہ تھا۔ اور نیز یہ کہ مرطوب لاش کیمیائی ترکیب سے صندوق میں باقاعدہ بند کی گئی ہے۔ یا خشک لاش میں کسی طرح کی بدبو نہیں ہے۔ ہندوستان میں ضلع کا سرکاری سول سرجن حاکم مجاز متصور ہوتا ہے۔

(۳) روانگی سے قبل پاسپورٹ کی طرح حاکم ضلع کے توسط سے میت کے داخلہ

کے واسطے حکومتِ عراق سے اجازت نامہ حاصل کرنا لازم ہے۔

(۴) بصرہ میں حکام محکمہ حفظانِ صحت لاشوں کا معائنہ کرتے ہیں۔ صداقت ناموں و اجازت ناموں کا معائنہ کرتے ہیں۔ اگر لاش قابل داخل سمجھی جاتی ہے تو بعد فیس لے کر داخلہ کا پروانہ دیدیتے ہیں۔ مرطوب لاشیں صرف یکم نومبر سے ۳۱ مارچ تک داخل ہو سکتی ہیں۔ باقی مہینوں میں ممانعت ہے۔

(۵) جب تک مندرجہ بالا قواعد کی تکمیل نہ ہو گی لاشیں عراق میں داخل نہ ہو سکیں گی۔ جن میتوں کو نجف اشرف میں دفن کرنا مقصود ہو وہ بصرہ سے حلہ تک ریل میں جاتے ہیں وہاں سے تقریباً ۴۰ میل گاڑی یا موٹر کار کا سفر ہے۔ کربلائے معلیٰ جانا ہو تو البتہ ریل کے سوا کسی سواری کی ضرورت نہیں۔ لاشوں کے واسطے بصرہ کے اسٹیشن ماگل سے ریل کا کرایہ حسب ذیل مقرر ہے:-

تفصیل	حلہ تک	کربلائے معلیٰ تک
خشک لاشیں فی لاش	۲/	۱۰/
مرطوب لاشیں۔ پہلی لاش	۸/	[illegible]
" " فی مزید لاش	۶/	۴/

علیٰ ہذا ہندوستانی ریلوں میں لاشیں لے جانے کا کرایہ مقرر ہے۔ جہاز پر بھی لاشیں مال و اسباب کی طرح جاتی ہیں کرایہ حسب ذیل مقرر ہے۔ بمبئی سے بصرہ تک فی لاش پانسو روپیہ اور کراچی سے بصرہ تک ساڑھے چار سو روپیہ۔

بغداد شریف ہندوستان سے روانہ ہو کر عراق میں زیارت گاہوں تک پہونچنے کی مختصر کیفیت اوپر بیان ہوئی۔ زیارت گاہوں کے جو برکات ہیں انوار ہیں، باطنی حوال ہیں وہ اپنے اپنے ربط کی بات ہے۔ قلب کی کیفیت ہے۔ کس طرح کوئی بیان کرسکا اور

فصل ۲ کس سے بیان کرے ؎

کجاست محرمِ رازے کہ شرح دل بکنم

نا محرم سے کہنا بات کھونا ہے۔ انکار کرے تو اُس کو ڈبونا ہے۔ کوئی جانتا ہو یا کم از کم مانتا ہو اور اخلاص مند ہو تو دید و شنید کی گفتگو میں مضائقہ نہیں۔ سو یہ تخلیہ کی بات ہے۔ زیارات و حضوری کے خاص آداب ہیں۔ اخلاص عقیدت اور ادب بہر صورت لازم ہے۔ دل جتنا صاف لائے گا اتنا عکس آئیگا جیسی نظر ویسی دید، جیسی طلب ویسی یافت ع

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

بہر حال روحانی فیوض و برکات کی بحث بہت نازک ہے جس پر گزرے وہی جانے۔ البتہ ہر بارگاہِ معلیٰ کے کچھ ظاہری حالات بیان میں آسکتے ہیں۔

قطب الربانی غوث الصمدانی محبوب سبحانی سیدنا وسندنا و مولانا حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر حسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغداد شریف میں آستانہ معلیٰ مرجع عالم ہے۔ سچ پوچھئے تو حضرت ہی کی بشارت سے زیارات و حج کا تہیّہ ہوا حضرت ہی کی نسبت سے ہر بارگاہ میں سرفرازی ہوئی اور حضرت ہی کے طفیل سے اللہ جل شانہ نے فائز المرام کیا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ۔ قولہ تعالیٰ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (پ ۵) نبین و صدیقین و شہدا و صالحین کی یہ شان ہے! و راُن کی رفاقت اللہ و رسول کی اطاعت و اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ ۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا (۶/۵)

باب الشیخ بغداد شریف کا سب سے مشہور محلہ ہے۔ وہیں آستانہ معلیٰ ہے۔ وہیں حضرت کی قدیم رباط ہے کبھی یہاں قرآن کریم کے حقایق و معارف شب و روز بیان ہوتے تھے۔ علماء و اولیا کا پروانوں کی طرح ہجوم رہتا تھا آج بھی جو چاہے فتوح الغیب میں حضرت کے ارشادات اور فتح الربانی میں حضرت کے خطبات دیکھ لے۔ اللہ اکبر کیا توحید ہے کیا رسالت ہے

کیا الوہیت ہے۔ کیا عبدیت ہے۔ کیا ایمان ہے۔ کیا اخلاص ہے۔ کیا شریعت ہے۔ کیا حقیقت ہے کتاب وحکمت کے دروازے کھلے ہوئے۔ قول وفعل قرآن میں گھلے ہوئے۔ حضرت غوث الاعظم بھی ماشاء اللہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کی کیسی شان دار تصدیق ہیں اور کیوں نہ ہوں حسنی ہیں حسینی ہیں۔ خاتم النبیین کے نواسے ہیں۔ نانا کے قدم بہ قدم چلتے ہیں۔ اللہ کی طرف بڑھتے ہیں تو فرشتے بھی عش عش کرتے ہیں۔ کوئی آج مان لے دیکھ لے کل ہر کوئی دیکھیگا۔ مانے گا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی پوری تعلیم حضرت کی تصانیف میں موجود ہے۔ اور حضرت کی زندگی مبارک کے مفصل حالات مستند تواریخ میں محفوظ ہیں۔ مریدین و معتقدین و شائقین کی واقفیت کے واسطے یہاں مختصر حوالہ درج کرنا بے محل نہ ہوگا۔ جو چاہے مطالعہ کرلے۔ تحقیق کرے اور دیکھے کہ تعلیم قادری کیا ہے اور شانِ قادری کیسی ہے وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

فتوح الغیب میں حضرت کے ارشادات ہیں۔ مولنا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی فارسی شرح لکھی ہے یہ کتاب مطبع منشی نول کشور (لکھنؤ) سے مل سکتی ہے۔ فتوح الغیب کا ایک اردو ترجمہ ۱۹۰۸ء میں فقیر اللہ صاحب (تاجر کتب کشمیری بازار لاہور) نے شائع کیا تھا۔ شاید آج کل کم یاب ہے۔ فتح الربانی میں حضرت کے خطبات ہیں۔ سب سے اول اس کا اردو ترجمہ تحفۂ سبحانی ۱۳۱۷ھ میں حیدرآباد (دکن) سے شائع ہوا تھا۔ اب کم یاب ہے۔ ملک فضل الدین تاج الدین (تاجر کتب کشمیری بازار۔ لاہور) نے بھی ایک اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ لیکن ان سب سے بہتر اور زوردار ترجمہ مولوی عاشق الٰہی صاحب کا ہے۔ وہ بھی فیوض یزدانی کے نام سے حال میں شائع ہوا ہے۔ علاوہ بریں مولوی صاحب نے حضرت کے چالیس خطبات کی شرح بھی ترجمہ کے ساتھ مسلسل عبارت میں نہایت خوبی سے لکھی ہے۔ اس کا

فصل ۲

نام انوارِ سبحانی ہے۔ دونوں کتابیں صاحب موصوف (کمبوہ دروازہ۔ میرٹھ) سے مل سکتی ہیں قابلِ دید ہیں۔ جلاء الخواطر میں حضرت کے مزید خطبات ہیں۔ لیکن یہ کتاب از حد کم یاب ہے۔ فیوضاتِ ربّانی میں حضرت کے الہامات، ادعیہ اور قصائد ہیں۔ کیا معرفت۔ کیا ادبیت۔ آبِ حیات کے گھونٹ ہیں۔ ابنائے غلام رسول (تاجر کتب بھنڈی بازار۔ بمبئی) کے ہاں سے یہ کتاب مل سکتی ہے۔ الہاماتِ غوثیہ کی اُردو شرح کلمات قدسیہ کے نام سے مطبع منشی نول کشور (لکھنؤ) نے شایع کی ہے۔ علیٰ ہذا شرح کلام ربانی از مولانا محمد عبد الباقی فرنگی محلی مطبع دبدبۂ احمدی (لکھنؤ) سے شایع ہوئی تھی۔ مگر اب شاید کم یاب ہے۔ حضرت کے مکتوبات شریف بھی محفوظ ہیں۔ مگر مستور ہیں۔ انشاء اللہ شائع ہونگے۔ اور جلد شائع ہونگے۔

حضرت کی زندگیِ مبارک کے حالات جس تحقیق اور شرح و بسط کے ساتھ محفوظ کیئے گئے قابلِ دید ہیں۔ متشککین کا تو ذکر نہیں کہ ان کو قرآنی معجزات تک سے اعراض ہے۔ ورنہ بسا تاویلات کے پردہ میں انکار کرتے ہیں۔ ورنہ سب اہل علم کو تسلیم ہے کہ جس کثرت قوت اور بداہت کے ساتھ حضرت غوث الاعظم کی ذات اقدس سے اللہ تعالیٰ نے کرامات کا ظہور فرمایا اولیاء کرام میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ایک مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"اولیاء امکل ایں امتِ بسیار گزشتہ اند۔ اما آں قدر خوارق کہ از حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ ظاہر گشتہ از ہیچ کدام آں ہا ظہور نہ یافتہ"

غرض کہ حضرت کی زندگی ایمان و اعتصام کے باطنی اور ظاہری کمالات و ثمرات سے مالا مال ہے۔

بہجۃ الاسرار اور قلائد الجواہر۔ یہ دو قدیم کتابیں سیرت غوثیہ میں بہت مستند اور مقبول ہیں۔ شمس المفاخر قلائد الجواہر کا تتمہ ہے۔ یہ کتابیں یوں تو مصر و استنبول کی مطبوعہ

ہیں۔ لیکن بمبئی کے عربی کتب فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ بہجۃ الاسرار کا اول ایک فارسی ترجمہ
کشف الآثار شائع ہوا تھا۔ اب کم یاب ہے۔ حال ہی میں ملک فضل الدین تاج الدین تاجر کتب کشمیری
بازار لاہور نے اس کا ایک اردو ترجمہ زبدۃ الابرار اور علیٰ ہذا قلائد الجواہر کا اردو ترجمہ
حیاتِ جاودانی بہت اہتمام سے شائع کیا ہے۔ یہ تو مختصر سا حوالہ ہے ورنہ ماشاء اللہ حضرت غوث
الاعظم رضی اللہ عنہ کی تعلیم اور طریقۂ قادریہ کے متعلق بہت کچھ مواد موجود ہے۔ چنانچہ بعون اللہ
تعالیٰ ایک جامع کتاب فتوح الحکم زیر تالیف ہے۔ اس میں حضرت کی تعلیم کا بہت سا مواد جو متفرق
اور منتشر تھا یک جا ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سعی مشکور فرمائے۔ آمین
ضرورتاً ضمناً کچھ کتابوں کا ذکر آگیا۔ اب ہم پھر بارگاہ معلیٰ پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور
مندرجۂ ذیل معروضہ پیش کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ رفیق محترم حضرت قبلہ مولانا محمد عبد القدیر مدظلہ
حسرت تخلص فرماتے ہیں سہ

سرورِ دلِ مصطفےٰ غوثِ اعظم — تجلیِ نورِ خدا غوثِ اعظم
ہیں زیرِ قدم تیرے سر اولیا کے — ہے اعلیٰ ترا مرتبہ غوثِ اعظم
تم اچھے ہو اللہ کے ہو پیارے — میں اچھا نہیں ہوں تو کیا غوثِ اعظم
بھلوں کی تو ہوتی ہے ساری خدائی — بُرے کو بھلا کیجیے یا غوثِ اعظم
کہاں چھوڑتے ہیں گنہگار دامن — کہ وابستہ تیرے ہیں یا غوثِ اعظم
اغثنی اغثنی اغثنی اغثنی — مدد اپنے خادم کی یا غوثِ اعظم

خبر بھی ہے کچھ حسرتِ بے نوا کی
کہ کیا حال اس کا ہے یا غوثِ اعظم

غرض کہ رباط شریف ہی میں آستانۂ معلیٰ ہے۔ یہی بغداد شریف کی مسجد جامعہ اور عید گاہ ہے۔
نہایت وسیع اور شاندار عمارت ہے۔ فقرا و زائرین کے قیام کے واسطے چاروں طرف دو منزلہ

فصل ۲ عمارت ہے۔ صحن میں مسجد اور اسی سے متصل گنبد شریف ہے۔ اکثر اوقات تلاوت اور صلوٰۃ و سلام کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ عصر اور مغرب کے درمیان روضۂ شریف کا دروازہ عام طور پر کھلتا ہے۔ باقی اوقات میں تخلیہ رہتا ہے۔ زائرین کا بطور خاص داخلہ ہو سکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ مزار شریف پر سبز مخمل کا غلاف پڑا ہے۔ اس پر سنہری کارچوبی کام ہے۔ چاروں طرف چاندی کی جالی لگی ہے اور اس پر دو طرفہ ڈھلواں چاندی کی چھت ہے۔ جالی میں ایک طرف چھوٹا سا دروازہ ہے۔ بند رہتا ہے۔ صرف صاحبزادگان یا خدام داخل ہو سکتے ہیں۔ گنبد شریف کی وسعت تقریباً اجمیر کے گنبد شریف کے مساوی ہے۔ تین جانب مسجد کے وسیع حصے اور ایک طرف تسبیح خانہ ہے۔ مسجد کے علاوہ صحن میں ایک وسیع چبوترہ ہے۔ ایک بلند گھنٹا گھر ہے۔ میٹھے پانی کا حوض ہے۔ شب کو بجلی کی روشنی ہوتی ہے۔ زائرین کے علاوہ شہر کے امیر و غریب چھوٹے بڑے حاضر ہوتے ہیں خوب چہل پہل رہتی ہے۔ رباط کے بقیہ صحن میں شب کو چھوٹے بچے جمع ہو کر خوب کھیلتے ہیں۔ دھوم مچاتے ہیں بڑی رونق ہوتی ہے۔ کوئی روک ٹوک اور سختی نہیں ہے۔ اجمیر شریف میں بھی حضرت خواجہ اعظم رضی اللہ عنہ کے آستانہ پر بچوں کا یہی زور ہے۔ ناز ہے۔ سبحان اللہ محبت کا کیا انداز ہے۔

رباط شریف کے ارد گرد صاحبزادگان والاشان کے مکانات ہیں۔ ماشاء اللہ چھ سات صدیاں گزر چکیں لیکن خاندان مبارک کی وہی شان ہے۔ وہی آن بان ہے۔ حسنِ صورت حسنِ سیرت، علم ظاہر، علم باطن، وقار، تمول، فقر و غنا۔ سب کمالات و برکات محفوظ ہیں جاری ہیں۔ چمنِ قادری پھل پھولوں سے لدا ہوا سر سبز و شاداب سدا بہار ہے۔ آج بھی جو چاہے سیر کرے۔ گلِ مراد سے دامن بھر لے۔ حضرت اقدس پیر سید محمود حسام الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی نقیب الاشراف ہیں، عالم فاضل، عارف کامل، صاحب باطن، روشن ضمیر، امیر کبیر، دینی دنیاوی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ یوں تو ماشاء اللہ خوب شانِ جلالت

جامع بغداد و روضۂ مبارک حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

(صفحہ ۳۰)

ہے۔ عزو وقار ہے۔ حضوری حوصلہ طلب ہے۔ لیکن شرفِ نیاز حاصل کیجئے تو حضرت مدظلہٗ سے بڑھ کر خلیق، شفیق، منکسر المزاج فقیر ملنے مشکل ہیں۔ سبحان اللہ کیا جامع الاضداد شان ہے۔ ایسے نقیب بارگاہِ قادری کے شایانِ شان ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ روضہ شریف کا دروازہ معینہ اوقات پر کھلتا ہے باقی کل وقت تخلیہ رہتا ہے۔ حضرت پیر سید شرف الدین احمد صاحب مدظلہٗ آستانۂ معلیٰ کے کلید بردار ہیں۔ کنجی حضرت ہی کے تحویل میں رہتی ہے اور حضرت شب و روز رباط شریف میں تشریف رکھتے ہیں۔ فقیری کی زندہ تصویر ہیں۔ محبت کے پتلے ہیں۔ مہمان نواز ہیں۔ صاحب دل اور صاحب باطن ہیں۔ ہر وقت لوگ چمٹے رہتے ہیں۔ اور حسب حوصلہ مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے ہی کلید بردار بارگاہ قادری کے شایانِ شان ہیں۔ علیٰ ہذا ان صاحبزادوں کو دیکھئے بفضلہ قادری رنگ و بو سے ممتاز ہیں

فصل

رباط شریف ہی کے قریب حضرت گیلانی زادہ سید حسین صفاء الدین صاحب مدظلہٗ کا مکان ہے یہاں بھی اخلاص و محبت کی نرالی شان ہے۔ حضرت کے والد ماجد حضرت پیر سید محمد شرف الدین علیہ الرحمہ عرصہ تک حیدر آباد دکن میں تشریف فرما تھے چنانچہ وہیں وصال ہوا اور وہیں مزار شریف ہے۔ اس تعلق کی بنا پر حضرت موصوف بھی حیدر آباد کے لوگوں پر بہت شفقت فرماتے ہیں۔ اور مہمان نوازی سے سرفراز کرتے ہیں ع

این خانہ تمام آفتاب ست

خاندانِ مبارک کا تو ذکر کیا ہے۔ آستانۂ معلیٰ کے کفش برداروں کو دیکھئے کیسی امیرانہ شان سے بیٹھے غریبوں کی جوتیاں سیدھی کرتے ہیں۔ اور اس خدمت کو اپنا شرف سمجھتے ہیں اسی ضمن میں تلاوت کرتے یا درود شریف پڑھتے ہیں۔ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ ان کی پاکیزہ صورتیں اور صاف ستھرے لباس دیکھ کر بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ دست بوس بلکہ قدم بوس ہو جئے۔ الامر فوق الادب ہزار دل شرماتا ہے جوتے ان کے تحویل میں دینے پڑتے ہیں

فصل ۲ ایسے ہی کفش بردار بارگاہِ قادری کے شایانِ شان ہیں۔

یہ ہے آستانۂ معلیٰ کے عابد، زاہد، طالب، سالک، فقیر، عارف، ان کو کوئی کیا جانے اور کہاں تک پہچانے حاصل کلام یہ کہ فیوضاتِ قادری کا سمندر اب بھی اسی شان سے موج زن ہے کشتیوں کا تو ذکر کیا۔ بڑے بڑے جہاز جھکولے کھاتے ہیں۔ اور حضرت غوث الاعظم کی ہدایت سے ساحلِ مراد پاتے ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

یوں تو رباط شریف، مسجد جامعہ اور آستانۂ معلیٰ یہ ایک مستحکم اور شاندار عمارت ہے۔ لیکن جابجا بعض حصے خاص طور پر مرمت طلب نظر آتے ہیں۔ خاص کر مسجد کے بڑے گنبد میں دیوار کے پتھروں نے جگہ چھوڑ دی ہے۔ جھاڑ پونچھ اور صفائی بھی محتاج توجہ ہے۔ ساز و سامان کو بھی درست کرنے کی ضرورت ہے۔ پوری اصلاح کے واسطے ہزارہا روپیہ درکار ہے۔ اللہ تعالےٰ کو جب منظور ہوگا سامان ہو جائیگا۔

جو لوگ بغرض زیارت بغداد شریف حاضر ہوں، باب الشیخ مشہور مقام ہے۔ اول آستانۂ معلیٰ پر حاضر ہوں۔ حضرت کلید بردار صاحب ہر وقت تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت کی معرفت قیام وغیرہ کا انتظام بسہولت ممکن ہے۔ حضرت نقیب الاشراف صاحب قبلہ کی خدمت میں نیاز حاصل ہو تو پھر کیا کہنا یا کسی دوسرے صاحبزادہ کا توسل ہو تو بھی ہر طرح کی سہولت ہے۔ آستانۂ معلیٰ کے ذیلی خدام اکثر ناواقف اور نووارد زائرین کو حسب دستور اسٹیشن پر ہی آ گھیرتے ہیں۔ رباط شریف میں لاکر ٹھیراتے ہیں ساتھ رہ کر زیارات کراتے ہیں۔ کام کاج میں مدد دیتے ہیں۔ لیکن اپنا قابو زیادہ چاہتے ہیں۔ اور قدرتاً معقول معاوضہ کی توقع رکھتے ہیں۔ آزادی پسند یا کفایت پسند طبیعتوں کو ان کی رفاقت بھلی معلوم نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں شروع ہی سے الگ رہنا اولیٰ ہے۔ میل ہونے کے بعد بگاڑ ہونا اچھا نہیں۔ ہم کو تو

فصل ۲

حُسنِ اتفاق سے ایک شریف نوجوان سید احمد سلمۂ حیدر آباد کے تعلق سے اسٹیشن ہی پر مل گئے۔ اِن کے دادا صاحب حیدر آباد میں مکہ مسجد کے خطیب ہیں۔ ان کے ماموں حبیب سید علی صاحب بھی حیدر آباد میں مقیم ہیں۔ معزز عرب ہیں۔ باب الشیخ میں آستانۂ معلی کے قریب ہی اُن کے متعدد مکانات ہیں۔ میاں سید احمد سلمۂ ماشاء اللہ بہت ہوشیار، ہمدرد، مستعد اور جفاکش ہیں۔ عراق کے قیام میں کل وقت چھوٹے بھائی کی طرح یہ ہمارے ساتھ رہے۔ اور ان کی رفاقت سے بہت آرام ملا۔ سہولت رہی۔ اللہ ان کو دین و دنیا میں مدارج عطا کرے۔ آمین۔

بغداد شریف عراق میں اولیاء اللہ کا بڑا مرکز ہے۔ چنانچہ آستانۂ معلی سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر حضرت امام محمد الغزالی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا مزار ہے۔ قدیم درگاہ منہدم ہو گئی۔ بنیادوں کے آثار اور ملبے کے ڈھیر سے اس کی وسعت و رفعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بحالت موجودہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس پر ابھی چھت بھی نہیں پڑی۔ اِس کے وسط میں اینٹوں کا کچا مزار ہے۔ حجۃ الاسلام کی بھی کیسی سادہ شان ہے۔ تنہائی اور تخلیہ ہر آن ہے۔ خادم بھی حاضر نہیں رہتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ زائرین کی بھی آمد و رفت کم ہے۔ کمرہ کا دروازہ اکثر اوقات مقفل ملتا ہے۔ لیکن شکر ہے۔ کواڑوں میں خوب درزیں اور روزن ہیں۔ مشتاقین انہی میں سے مزار شریف کو جھانک جھانک کر دل کا ارمان نکالتے ہیں۔ حضرت کی بہت سی بلند پایہ تصانیف ہیں۔ اِن میں احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت سب سے زیادہ مقبول ہیں۔ احیاء العلوم کا اُردو ترجمہ مذاق العارفین اور کیمیائے سعادت کا اُردو ترجمہ اکسیر ہدایت مطبع منشی نول کشور لکھنؤ نے شائع کیا ہے۔ کیمیائے سعادت کا ایک اُردو ترجمہ گنجینۂ معرفت مطبع مجتبائی دہلی سے بھی شائع ہوا ہے۔ بہت خوب ہے۔ حضرت کی چھوٹی چھوٹی تصانیف میں مکاشفۃ القلوب، منہاج العابدین اور اربعین فی اُصول الدین یہ کتابیں بھی بہت بابرکت ہیں۔

فصلِ ۲ پہلی کتاب کا اُردو ترجمہ عزیز القلوب عبد الرحیم (تاجر کتب مسجد چینیاں والی لاہور) نے شائع کیا ہے۔ منہاج العابدین کا اُردو ترجمہ سراج السالکین مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا ہے علیٰ ہذا اربعین کا اُردو ترجمہ ملک فضل الدین تاج الدین (تاجر کتب کشمیری بازار۔ لاہور) سے مل سکتا ہے۔ الغزالی مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم اُردو میں حضرت کی مستند سوانح عمری مانی جاتی ہے۔ مکتبۂ دار المصنّفین اعظم گڈھ سے مل سکتی ہے۔

تقریباً دو تین میل کے فصل پر حضرت شیخ عمر شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کی درگاہ شریف ہے خاصی وسیع عمارت ہے۔ روضہ شریف گنبد کے بجائے ایک بلند مینار نما عمارت ہے چاروں طرف غیر آباد وسیع میدان ہے۔ جہاں عید بقر عید کو خوب میلا لگتا ہے۔ شہر کے امیر و غریب وضیع و شریف سب زیارت کو حاضر ہوتے ہیں اور میلے کی بھی سیر کرتے ہیں۔ ہم خرما و ہم ثواب یوں بھی درگاہِ شریف مرجع خلائق ہے۔ حضرت کی مشہور تصنیف عوارف المعارف سب عارفین کے ہاں بڑی مستند مانی جاتی ہے۔ اس کا ایک اُردو ترجمہ مصباح الہدایت مطبع مجتبائی (دہلی) سے شائع ہوا تھا۔ شاید کم یاب ہے۔ دوسرا ترجمہ مطبع منشی نول کشور (لکھنؤ) نے شائع کیا ہے۔ مل سکتا ہے۔

تقریباً چھ سات میل کے فصل پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی درگاہ ہے۔ مسجد ہے۔ مدرسہ ہے یہاں کی صفائی ستھرائی قابلِ دید ہے۔ منتظم لوگ بہت ہی مستعد اور خوش سلیقہ معلوم ہوتے ہیں۔ مزار شریف پر بھی پاکیزگی کا احساس بہت زیادہ ہوتا ہے۔ طمانیت قلب پیدا ہوتی ہے۔ سکون قلب کا لطف ملتا ہے۔ حضرت کا علم و فضل اظہر من الشمس ہے فقہ کے بڑے امام ہیں۔ اُردو میں حضرت کی سوانح عمری سیرۃ النعمان مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم زیادہ مقبول ہے۔ مکتبۂ دار المصنّفین اعظم گڈھ سے مل سکتی ہے۔

علیٰ ہذا جا بجا اور بھی بہت سے بڑے بڑے اولیاء اللہ کے مزارات ہیں۔ مثلاً
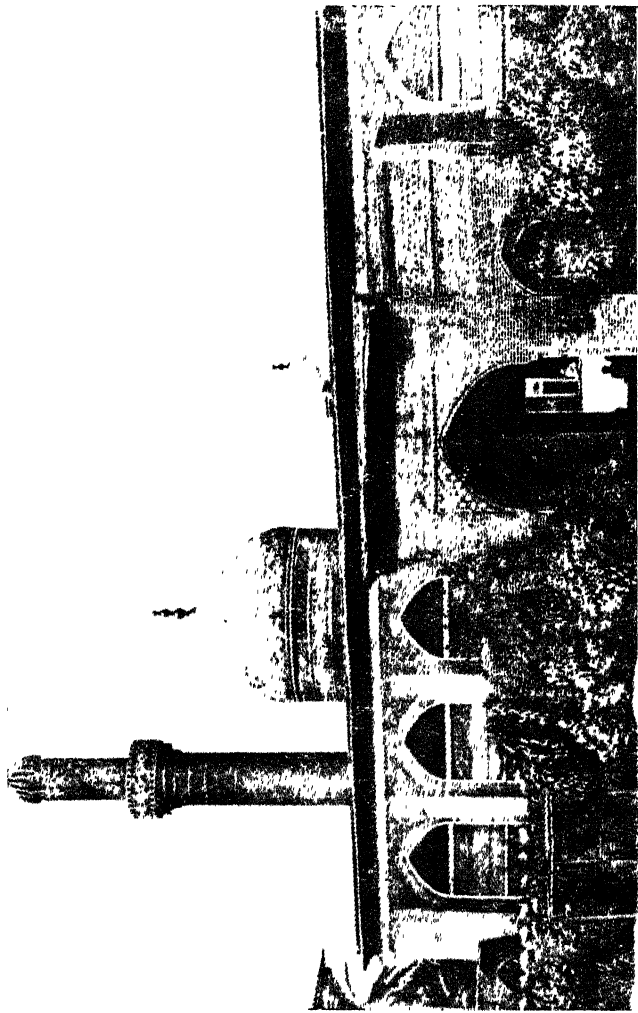
مسجد و روضۂ مبارک حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

(صفحہ ۳۴)

حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت معروف کرخی، حضرت شیخ ابوالحسن سری سقطی، حضرت شیخ جنید فصل ۲
بغدادی، حضرت شیخ ابی بکر شبلی، حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت خواجہ حبیب عجمی، حضرت ذوالنون
مصری، حضرت داؤد طائی، حضرت سلمان پاک، حضرت صدرالدین قونوی، حضرت شیخ جمل
یعنی جمال الدین، حضرت سید محمد النہدی ابو حمزہ رِضْوَانُ اللہ تَعَالیٰ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ
اور ان کے علاوہ بہت سے اولیاء اللہ جن کی تفصیل مقامی طور پر بہ آسانی معلوم ہو جاتی
ہے۔ کسی واقف کار کا ساتھ ہو تو بذریعہ موٹر کار تھوڑے وقت میں صحیح ترتیب سے اکثر مزارات
پر حاضری ہو سکتی ہے۔

بغداد شریف قدیم سے عراق کا صدر مقام ہے۔ خلفائے عبّاسیہ کے عہد میں یہاں کا
تمدن اور تمول رونق اور آبادی شہرۂ آفاق تھی! ور بعد کی تباہی بھی سخت دل فگار ہے
بغداد شریف کی تاریخ آبِ زر سے اور خونِ جگر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس سلسلہ میں زوال
بغداد مؤلفہ مولوی عبدالحلیم شرر مرحوم قابلِ دید ہے۔ بکثرت شائع ہے۔

نو وارد کو بغداد شریف دیکھ کر تعجب اور مایوسی ہوتی ہے۔ شاندار عمارتیں بہت
کم نظر آتی ہیں۔ صرف بعض مساجد اور درگاہوں میں کچھ عمارت کی شان نظر آتی ہے ورنہ
خوش وضع بلند عمارتیں دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں کہنے کو بعض سرکاری عمارتیں اچھی ہیں۔
لیکن سیّاح اور زائرین جو مدّت سے بغداد شریف کا نام سنتے تھے ان کی توقعات پوری
نہیں ہوتیں۔ حتیٰ کہ امیر فیصل کے نئے محلات بھی کچھ نظر میں نہیں جچتے۔ معمولی حیثیت کے
محلّے اور بازار ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔ اینٹ، پتھر، مٹی، چونہ، اور لکڑی،
کل عمارتی سامان کمزور اور ادنیٰ قسم کا دستیاب ہوتا ہے۔ گلی کوچے، راستے، سڑکیں، خام
ہیں۔ پانی کے نکاس کا انتظام بھی قابلِ اطمینان نہیں ہے۔ حال میں جدید وضع کے نئے بازار
اور پختہ سڑکیں بننا شروع ہوا ہے۔ محکمۂ آرائش بلدہ اور محکمہ صفائی بتدریج شہر کی درستی اور

فصل ۲ اصلاح کر رہے ہیں۔ شہر کے اندر دریا بہتا ہے۔ کشتیوں کی آمد و رفت سے خوب رونق رہتی ہے۔ لکڑی کے معلق پل ہیں۔ سواریوں کو آتے جاتے محصول دینا پڑتا ہے۔ شہر میں سراؤں اور ہوٹلوں کی کمی ہے۔ دہلی کی سی سہولت نہیں۔ چند ہوٹل ہیں وہ بھی بیشتر سرکاری حکام اور دولت مندوں کے واسطے مخصوص ہیں۔ عام مسافرین کو آرام نہیں مل سکتا۔ البتہ درگاہوں پر خانقاہوں اور رباطوں میں قیام کی جگہ مل جاتی ہے۔ یا خدام ان کے واسطے مکانات کا بند و بست کر دیتے ہیں۔

شہر کے قرب و جوار میں سیر و تفریح کے باغ باغیچے بھی کم نظر آتے ہیں۔ پھولوں کی بھی قلت ہے۔ پھل ترکاریاں بخوبی ملتی ہیں۔ کھجور کی خوب افراط ہے۔ لوگ دُودھ بہت کم پیتے ہیں۔ پنیر، مکھن، اور دہی کا خرچ زیادہ ہے۔ خمیری روٹی پکتی ہے۔ لیکن خمیر اچھا نہیں اُٹھتا۔ گوشت کی البتہ جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ بہت لذیذ اور فربہ ہوتا ہے۔ عام کھانے کا مذاق تو بہت معمولی ہے۔ اُمراء کے دسترخوان کی دوسری بات ہے۔ لباس کا عام معیار البتہ ہندوستان سے بہتر ہے۔ خاص کر اب تو انگریزی فیشن کا رواج از حد بڑھ رہا ہے۔ اکثر معززین اور شرفا سوٹ بوٹ میں رہتے ہیں۔ صرف پُرانے بزرگ عربی لباس کو نباہ رہے ہیں۔ مستورات میں بھی فیشن کا یہی حال ہے۔ لیکن شرفا میں ابھی پردہ باقی ہے اکثر یہودنیں بے پردہ پھرتی ہیں اور چونکہ لباس یکساں ہے مسلمان مستورات کا شبہ ہوتا ہے۔ تعلیم نسواں کا بھی شوق پیدا ہو رہا ہے۔ خدا کرے صحیح اُصول پر تعلیم ہو۔

یوں تو ماشاء اللہ اسلامی حکومت ہے۔ امیر ہے۔ پارلیمنٹ ہے۔ لیکن دراصل انگریزی سیاست کا اثر حکومت کے رگ و پے میں ساری ہے۔ یہاں اوّل تو یہودی اور مسلمان۔ اور پھر مسلمانوں میں بھی دو بڑے فرقے، شیعہ، سُنی ابھی تک تو ایک سے تھے۔ لیکن خوف ہے کہ اہلِ غرض کی اشتعال سے کہیں خدانخواستہ نگڈا نہ پڑ جائے اور ہندوستان کی سی نوبت آ جائے۔ اکثر محکموں میں

فصل ۲ انگریز تو انگریز ہندوستانی دخیل کار رہیں۔ حال میں تحریک پیدا ہوئی ہے کہ خاص وجہ کے بغیر عام طور پر حکومتِ عراق میں غیر ملکیوں کو ملازمت نہ دی جائے۔ تاہم بڑے محکموں میں انگریزوں کا تقرر تو معاہدہ کی رُو سے بھی لابد ہے۔ شاید غریب ہندوستانی خارج کر دئیے جائیں عربی تو مادری زبان ہے۔ لیکن انگریزی کا بھی شوق بڑھ رہا ہے اور تعجب یہ کہ اُردو کا رواج دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ میل جول خرید و فروخت میں اُردو سے بقدر ضرورت کام چل جاتا ہے۔ ملازمت کے علاوہ صنعت و حرفت اور تجارت کے شعبوں میں بھی ہندوستانی قدم جما رہے ہیں۔ پنجاب کے مسلمانوں کا عنصر سب سے بڑھا نظر آتا ہے جس سے ان کی بیداری اور اولوالعزمی ظاہر ہے۔ انگریزی روپیہ سے کاروبار چلتا ہے۔ لیکن خاص عراقی سکہ بھی عنقریب جاری ہوا چاہتا ہے۔ انشاء اللہ۔

عراق گھوڑوں کا وطن ہے بہت اعلیٰ قسم کے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ بغداد شریف میں گھوڑ دوڑ کا بہت شوق ہے۔ شہر میں بالعموم جوڑی دار وکٹوریہ گاڑیاں بہت سستے کرایہ پر چلتی ہیں۔ مزید برآں موٹر کار کا بہت رواج ہے بکثرت کرایہ پر چلتے ہیں۔ اور اعلیٰ اعلیٰ قسم کے چلتے ہیں۔ بازارات میں جدید و قدیم ہر قسم کے مصنوعات ملتے ہیں۔ کپڑے کا یہاں بڑا بازار ہے۔ خاص کر بغدادی رومال بہت مشہور ہیں۔ شامی عمامے بھی بہ افراط ملتے ہیں۔ یہاں عبا کا بہت رواج ہے۔ امیر و غریب سب پہنتے ہیں۔ معمولی اور نفیس۔ سب طرح کے دکانوں پر تیار ملتے ہیں۔ اور سستے ملتے ہیں۔ قالین بھی خوب فروخت ہوتے ہیں۔

بصرہ اور بغداد شریف میں انگریزوں کے زیر اہتمام ہوائی جہازوں کے بڑے بڑے اسٹیشن ہیں۔ اور روز بروز ان میں توسیع و ترقی ہو رہی ہے۔ پرندوں کے مانند ہوائی جہاز معمولاً اُڑتے رہتے ہیں۔ لوگ حیرت سے فکرمند ہیں کہ یہ بلند پروازی خدا جانے کسی دن کیا نوبت لائے۔ اللہ تعالیٰ ہر بلائے آسمانی سے بچائے۔ آمین ط

فصل ۲ کربلائے معلیٰ | سرسری طور پر بغداد شریف کا کچھ حال بیان ہوا۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے یہاں سے ہندیہ ہوتے ہوئے کربلائے معلیٰ تک چار پانچ گھنٹہ ریل کا سفر ہے موٹر کار کے ذریعہ سے بھی اکثر آمد و رفت رہتی ہے۔ کربلائے معلیٰ ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ مگر ہمیشہ چہل پہل اور رونق رہتی ہے۔ جوق جوق زائرین آتے ہیں۔ خدام یا وکیل ان کو اپنے اپنے ہاں ٹھیراتے ہیں۔ خوب خاطر مدارات کرتے ہیں۔ ہر وقت ساتھ رہتے ہیں۔ زیارات پر لے جاتے ہیں۔ نیاز و نذر دلاتے ہیں خرید و فروخت کراتے ہیں۔ بازار خوب آباد ہیں۔ ہمہ قسم کی ضروریات دستیاب ہوتی ہیں۔ خاص کر طرح طرح کی خوش رنگ نفیس تسبیح خوب ارزاں ملتی ہیں۔ غرض کہ خدام یا وکیل مہمان داری اور مشیر کاری کی ضروری خدمات انجام دیتے ہیں۔ زائرین چلتے وقت ان کو بھی حسب توفیق حق الخدمت نذریں دیتے ہیں۔ کسی نہ کسی خادم کا توسل ضروری ہے۔ ورنہ زائرین کو اکثر حیرانی و پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے

کربلائے معلیٰ میں عام مسافر خانے نہیں ہیں۔ البتہ فرقۂ بوا ہیر نے اپنے لوگوں کے واسطے حال میں ایک سرائے تعمیر کرائی ہے۔ عام زائرین کے قیام کے واسطے اوّل تو خدام کے مکانات ہیں اور وہ بہت کافی ہیں۔ مزید برآں شیعہ امرا اور رُوسائے خاص کر حضرات لکھنؤ، مرشد آباد، حیدر آباد، و محمود آباد نے مکانات خرید خرید کر زائرین کے قیام کے واسطے وقف کر دیئے ہیں۔ لیکن یہ بھی بیش تر خدام ہی کے تحت و تصرف میں ہیں۔ البتہ نواب مکرم الدولہ مرحوم کی بیگم صاحبہ مرحومہ کا موقوفہ مکان کسی خادم کے قبضہ میں نہیں ہے۔ شیعہ صاحبان کے بہت سے وکیل ہیں۔ ان میں سے بلحاظ کارگزاری سید عباس، سید عابد، سید نوری اور سید عبود خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اہلِ سنت و الجماعت کے مخصوص وکیل سید محمد ہاشم صاحب ابن سید محمود آفندی مرحوم ہیں۔ محلہ عباسیہ میں قریب مسجد ان کا مکان ہے۔ کافی مشہور و معروف ہیں۔ بہت خلیق اور سمجھ دار ہیں۔ ان کے توسل

فصل ۲

سے بہت آرام و اطمینان رہتا ہے۔ بعض اور لوگ بھی زائرین کو کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر تحقیق و تجربہ سے معلوم ہوا کہ وہ غیر معتبر ہیں۔ اِن کے ہاتھوں پڑ کر نا واقف لوگ خواہ مخواہ تکلیف اور زیر باری اُٹھاتے ہیں۔

کربلائے معلّٰی میں جو پہلی خصوصیت نظر آتی ہے وہ پانی کی افراط ہے۔ کُل علاقہ خوب سر سبز و شاداب ہے۔ آبادی کے باہر چھوٹے چھوٹے باغات ہیں۔ جن میں پانی کے نالے نالیاں بہتی ہیں۔ کُل علاقہ تختۂ عدن نظر آتا ہے۔ حیرت ہوتی ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں اہلِ بیت اطہار پیاسے شہید ہوئے۔

سید الشہداء سیدنا حضرت امام حسین عَلَیْہِ السَّلَامُ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ دَائِمًا اَبَدًا۔ حضرت شبیرؓ کا بھی عجب دربار ہے۔ آستانہ مبارک پر خود بخود دل پکار اُٹھتا ہے ؎

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ است
سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشاہ است

حضور رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا لاڈلا نواسہ، گودوں کا پالا، کبھی دوشِ اقدس پر سرفراز، کبھی سینۂ اقدس پر خوابِ ناز، کاکلِ مشکیں سے دمساز، حُبِّ نبوی سے سرشار، حضرت خَاتَمُ الْوِلَایَتِ عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی اَسَدُ اللّٰہِ الْغَالِبِ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کا چاند سا بیٹا۔ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا، خاتونِ جنت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا لال، چشم و چراغ بتول، گلبنِ نبوی کا پھول سید المحسنین سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام کا برادر بجاں برابر اور خود سید الشہداء کہ صبر و توکّل تسلیم و رضا کے تمام مقامات عجب آن بان سے عجب تزک و شان سے طے کر کے اپنے نانا کی اُمتِ مرحومہ کے واسطے عبدیت کے راستے آسان کر دیئے

ضمن ۲ اللہ کی راہ میں صداقت کی چاہ میں، مال جائے، آل جائے، آبرو جائے، جان جائے
ہر قدم پر سید الشہدا، دل بڑھانے اور راہ دکھانے کے واسطے موجود ہیں۔ خالق
ان پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ مخلوق ان پر سلام بھیجتی۔ اِن کے ہاں رحمت برستی ہے۔ کربلا میں
ہدایت بستی ہے۔ یَاۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ
مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ۰ وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ
اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ۰ وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَ
نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۰ الَّذِیۡنَ
اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ۰ اُولٰٓئِکَ
عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ۰ (۳/۲)

اِس حقیقت کی تجلی، اس مقام کی استقامت اس مرتبہ کی یافت اور اس مقبولیت کی سرفرازی کلی طور
پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے واسطے مخصوص تھی اور اس شرف کا حضرت سے زیادہ کون
مستحق تھا کہ پنجتن پاک میں سب سے چھوٹے ہیں سب کے پیارے ہیں راج دلارے ہیں۔ سبحان اللہ

روضہ اقدس بہت وسیع اور شاندار عمارت ہے۔ گنبد اور میناروں پر طلائی کام ہے
اندر تمام حصوں میں آئینہ بندی ہے۔ باہر تمام عمارت پر در و دیوار پر چینی کی گل کاری ہے۔
حضرت سید الشہدا اور دونوں صاحبزادے حضرت علی اکبر اور حضرت علی اصغر۔ یک جا پہلو
بہ پہلو آرام فرما ہیں۔ مزارات شریف کے اردگرد چاندی کی جالی کھڑی ہے [illegible] پر چاندی
کی ڈھلواں دو پہلو چھت لگی ہے۔ بڑے صاحبزادے کے مزار پر تلوار اور ڈھال رکھی ہے اور
چھوٹے صاحبزادے کے مزار کے قریب کچھ کھلونے جمع ہیں۔ خدا جانے کیا برقی اثر ہے۔ نظر
پڑتے ہی دل تڑپ جاتا ہے۔ اسی گنبد میں قریب ہی ایک طرف کو حضرت قاسم کا مزار ہے۔
اسی عمارت کے ایک گوشہ میں وہ یادگار عالم مقام ہے جہاں حضرت سید الشہدا گھوڑے سے

روضۂ شریف سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام

(صفحہ ۵۰)
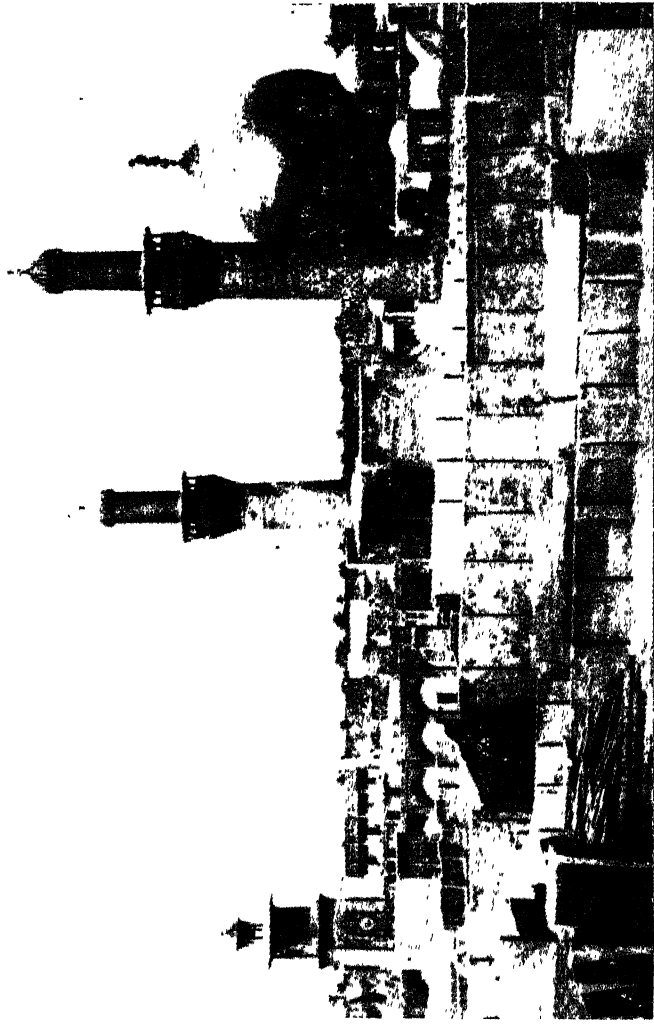
اُتر کر شہید ہوئے۔ سنگِ مرمر سے مستحکم کر دیا ہے۔ یہاں حاضر ہو کر بھی دل پھٹنے لگتا ہے۔ کل کی سی بات محسوس ہوتی ہے۔ روضۂ شریف کی ظاہری شان و شوکت آرائش و زیبائش دیکھ کر خاص و عام سب کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور باطنی فیوض کا بھی یہ عالم ہے کہ ہر دل حسبِ استعداد سرشار ہو جاتا ہے۔ سال کے ۳۶۵ دن اور دن رات کے ۲۴ گھنٹے جس ذوق و شوق عقیدت و اخلاص اور جس کثرت کے ساتھ حضرت سید الشہدا کے مزارِ شریف پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے اِس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ دل خود بخود بھر آتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں درد محبت کا مزا ملتا ہے۔ مرد، عورت، بوڑھے، جوان، بچے، امیر، غریب ہر کوئی اپنے حال میں محو اپنی کیفیت میں مست، کسی کو کسی کی خبر نہیں۔ بلا مبالغہ معلوم ہوتا ہے شمعیں روشن ہیں اور پروانے بے ساختہ فدا ہو رہے ہیں ع

دل آپ پر تصدق جاں آپ پر سے صدقے

روز و شب ماہ و سال ہمیشہ یہی کیفیت رہتی ہے۔ ادھر سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شفقت و محبت کا سمندر لہریں مار رہا ہے جس پر چھینٹ پڑ جاتی ہے نکھر جاتا ہے۔ اور لہروں کی یہ کیفیت ہے کہ کسی مستحق کو محروم نہیں چھوڑتیں۔ اپنے دل سے تو یہ سلام نکلتا تھا۔ سید الثقلین وسیلتنا فی الدارین حضرت امام حسین علیک الصلوٰۃ وعلیک السلام وعلیٰ اٰلک و اصحابک دائماً ابداً۔ معروضہ حسبِ ذیل پیش ہوا: ؎

ہمہ شاہاں زغلامانِ حسینؑ	قدسیاں حلقہ بگوشانِ حسینؑ
سرورِ جملہ جوانانِ بہشت	مرحبا رتبۂ ذی شانِ حسینؑ
بوسہ می داد رسولِ مقبولؐ	آفریں بر لب و دندانِ حسینؑ
ہر یکے بوئے امامت دارد	وہ چہ گلہاست بہ بستانِ حسینؑ
نیک و بد از درِ والا خوش کام	ہمہ عالم شدہ مہمانِ حسینؑ

فصل ۲

من چہ پروائے قیامت دارم　دستم و گوشۂ دامانِ حسینؑ
پائے بر دولتِ دنیا زدہ ام　کہ گدایم ز گدایانِ حسینؑ

سرِ من باد فدائش حسرت
دل و جانم ہمہ قربانِ حسینؑ

تھوڑے فاصلہ پر حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا روضۂ مبارک ہے۔ یہاں بھی وہی شہادت کی آن بان ہے۔ در و دیوار سے شجاعت اور رفاقت کے برکات ٹپکتے ہیں۔ مگر اب بھی جلال طاری ہے کہ مالکِ کوثر دنیا سے پیاسے گئے۔ سکینہ اور علی اصغر جیسے معصوم نبی زادوں کو تو بہرصورت پانی ضرور دینا تھا۔ کیا کہوں اگر عبدیت کا ادب مانع نہ ہوتا تو دکھا دیتا کہ کیا کرتا۔ خیر وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ (۶/۴) فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَۃَ لِلْمُتَّقِیْنَ (۴/۱۲)۔

آبادی ہی میں وہ مقام محفوظ ہے جہاں حضرت امام حسین عَلَیْہِ السَّلَام کا قافلہ آکر اُترا تھا۔ اور قبل شہادت ہفتہ عشرہ مقیم رہا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ معتبر لوگوں سے سنا کہ ماہِ محرم میں یہاں واقعۂ کربلا کی پوری نقل اُتار کر دکھاتے ہیں۔ ہر کسی کا بھیس بھرتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کے لحاظ سے یہ باتیں قطعاً ممنوع ہیں۔ سراسر سوءِ ادب ہیں۔ کس کی مجال کہ اہلِ بیت اطہار کا بھیس بھرے اور ان کی نقل اُتارے یا تو خدا کرے یہ اطلاع غلط ہو یا یہ رسم قبیح جلد ترک ہو جائے۔

تین چار میل کے فاصلہ پر حضرت حر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مزار ہے وہاں بھی لوگ گاڑیوں میں سوار ہو کر فاتحہ اور زیارت کے واسطے اکثر جاتے ہیں۔

نجفِ اشرف | کربلائے معلیٰ سے نجفِ اشرف تک موٹر کار میں دو تین گھنٹہ کا سفر ہے۔ یہ بستی چھوٹی ہے۔ تاہم خوب آباد ہے۔ جیسا کہ بغداد شریف کے سلسلہ میں ذکر آچکا ہے کربلائے معلیٰ

روضۂ شریف امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ

(صفحہ)

فصل ۲
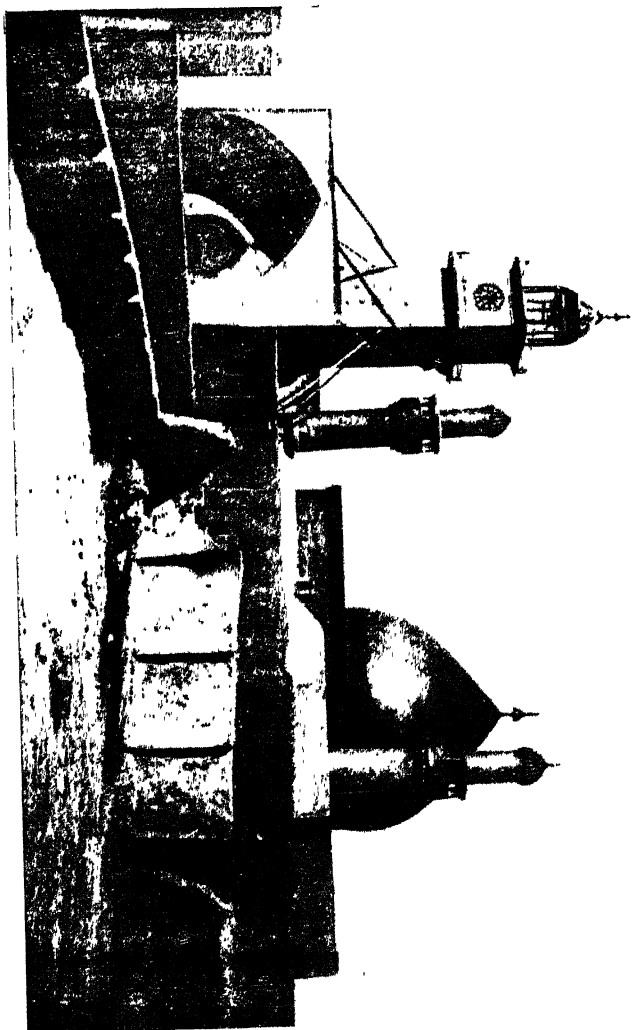
کی اور نجف اشرف کی عمارتیں بھی کمزور ہیں۔ مگر نجف اشرف ایک سطح ٹیلے پر آباد ہے۔ اور اس کے گرد قلعہ نما فصیل کھنچی ہوئی ہے۔ زمین پختہ ہے۔ سطح بلند ہے۔ اور تمام عراق کی طرح گرمی یہاں بھی خوب سخت پڑتی ہے اس لیئے یہاں مکانوں میں تہ خانوں کا بہت رواج ہے اور تہ خانے بھی معمولی نہیں بلکہ خوب وسیع اور دو دو تین تین منزل گہرے تاہم اُن میں روشنی اور ہوا کا کافی گزر ہوتا ہے۔ خوب سرد رہتے ہیں۔ گرمیوں میں بہت آرام دیتے ہیں۔ بغداد شریف اور کربلائے معلیٰ میں نہ تو زمین ایسی پختہ نہ سطح اتنی بلند کہ اتنے گہرے تہ خانے نکل سکیں۔ یہ راحت نجف اشرف کے واسطے مخصوص ہے۔

نجف اشرف میں حضرت خاتم الولایت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وجہہ تشریف فرما ہیں۔ باطنی فیوض و برکات کا تو ذکر کیا کہ وہیں سے اجرا ہوتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا کی شان ہے۔ ظاہر میں بھی حضرت کی خطبات نہج البلاغۃ میں دیکھیے۔ کیا فصاحت کیا بلاغت، کیا حکمت، کیا معرفت، سراپا کرامت ہے۔ ایک آدھ جگہ جو لوگ کچھ الحاق بتاتے ہیں وہ فریقانہ بحث ہے۔ اس کا اردو ترجمہ دفتر رسالہ الکلام (دکھجو اضلع سارن) سے شایع ہو رہا ہے۔ روضہ شریف کی ظاہری شان و شوکت قابلِ دید ہے تمام گنبد اور مینارے سونے سے ڈھکے ہوئے ہیں کل عمارت پر چینی کی گل کاری ہے۔ اور اندر سب حصوں میں آئینہ بندی ہے۔ خاص کر گنبد شریف بہت آراستہ ہے۔ لاکھوں روپئے کی طلائی اور نقرئی قنادیل جو نذر چڑھی ہیں آویزاں ہیں۔ خاص کر ایک قندیل بہت بیش قیمت ہے جو اہرات سے مرصع ہے اس سے بھی بیش قیمت ایک تاج ہے جو نادر شاہ نے نذر چڑھایا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ ایک شیشہ کی معمولی قندیل میں بلند معلق ہے۔ اس کی شایان شان نمایش نہیں ہے۔ غرض کہ روضہ شریف پر سونا بالکل مٹی معلوم ہوتا ہے۔ مزار شریف کے اردگرد حسب دستور چاندی کی جالی لگی ہے اور اس کے اوپر دو پہلو نقرئی چھت سے

فصل ۲ یہاں بھی شب و روز زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ بارگاہِ حیدری میں ہماری طرف سے مندرجہ ذیل معروضہ پیش ہوا ہے

دلِ من رہنِ تمنائے علیؓ — سرم آشفتۂ سودائے علیؓ
اے قبائے کرم و عزو عُلیٰ — چست بر قامتِ رعنائے علیؓ
ہمچو موجے کہ سر بحر بود — بود بر دوشِ نبی جائے علیؓ
سُرمہ در دیدۂ مشتاق کنم — یا ہم از خاک کفِ پائے علیؓ
مذہبم حُسنِ عقیدت باشے — مشربم جوشِ تولّائے علیؓ
اے خوشا بخت کہ روزے برسد — سرِ سودا زدہ برپائے علیؓ
اے ادب امِن شوقم بگزار — تا بیفتم بہ سرِ پائے علیؓ

حسنؔ تا نازم و برخود بالم
کہ منم بندۂ ادنائے علیؓ

حضرت کے آستانۂ مبارک سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر دو نبی حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے مزارات شریف ہیں۔ موٹر کار میں چند میل آگے بڑھیئے تو کوفہ میں وہ مسجد اور وہ محراب محفوظ ہے جہاں حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ شہید ہوئے۔ مسجد ہی سے متصل حضرت مسلم بن عقیل رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور حضرت خدیجۃ الصغریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بنت حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کے مزارات ہیں۔ تھوڑے فاصلہ پر حضرت یونس علیہ السلام کا مزار شریف ہے۔

نجف اشرف میں بھی زائرین خدام کے ہاں ٹھہرتے ہیں۔ البتہ بواہیر نے یہاں بھی اپنے فرقہ کے واسطے ایک سرائے تیار کرائی ہے۔ خاندان کمونہ کے اکثر صاحبان سید باقر صاحب، سید جعفر صاحب وغیرہ زائرین کی بہت خدمت کرتے ہیں۔ ہر طرح کی امداد
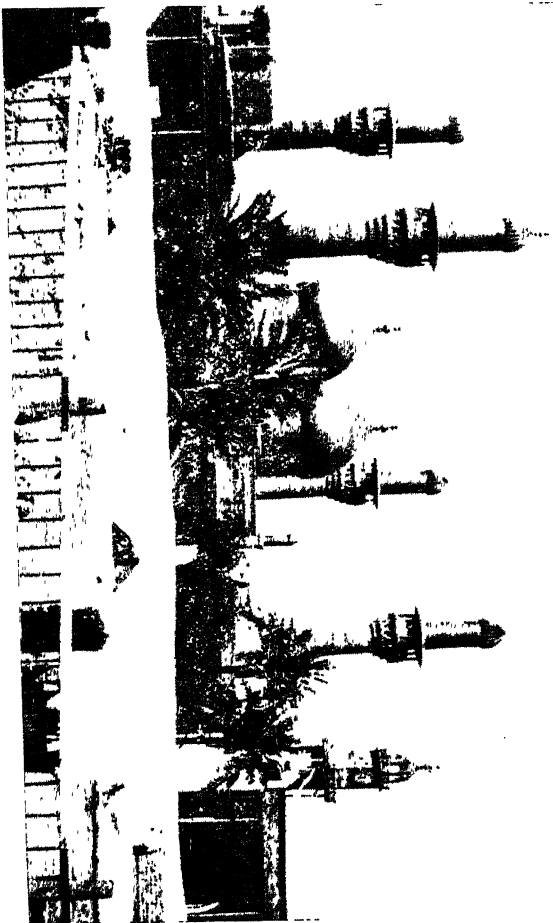
روضۂ شریف حضرت امام موسیٰ الکاظم و حضرت امام محمد تقی علیہما السلام

(صفحہ ۵۵)

دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ مولوی عبداللطیف صاحب شعبان زادہ فصل ۲
اہلِ سنت والجماعت کے وکیل ہیں۔ محلۃ العمارۃ میں رہتے ہیں۔ کافی مشہور ہیں
بہت خلیق ہیں۔ اور مہمان نواز ہیں۔

نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ میں بڑے بڑے قبرستان ہیں دُور دور از
ممالک سے شیعہ صاحبان کے میتیں آآکر دفن ہوتی ہیں۔ موقع محل کے لحاظ سے زمین
کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ کچی پکی اور گنبد دار سب طرح کی قبریں رہتی ہیں۔
ایک دستور قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ بالعموم لوگ میت کا نام وغیرہ چھوٹے موٹے پتھر پر
خوش خط یا بدخط کندہ کرا کر یوں ہی برائے نام جما دیتے ہیں۔ اور چند روز میں وہ پتھر
اپنی جگہ سے ہٹ ہٹا کر پھرنے والوں کے قدموں میں آتے ہیں۔ لوگ بے تکلف ان پر
چلتے ہیں۔ اور غور سے پڑھئے تو بالعموم ان پر اہلِ بیت اطہار اور ائمہ کرام کا کوئی نہ
کوئی نام کندہ رہتا ہے سخت بے ادبی ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا بعض عقیدت مندوں نے عتبات
عالیہ پر قیمتی قالین نذر چڑھائے ہیں۔ اور ان کے حاشیوں پر اپنے نام وغیرہ بناوٹ
میں لکھے ہیں۔ زیادہ تر وہی اہلِ بیت اطہار کے نام ہیں۔ یہ قالین بچھے ہوئے ہیں۔
اور ناموں پر لامحالہ زائرین کے قدم پڑتے ہیں یہ بھی صریح غلطی ہے۔ انبیاء علیہم السلام
کے روضوں میں درودیوار پر رنگین شبیہ بنادی ہیں۔ مثلاً یہ دکھلایا ہے کہ مچھلی
حضرت یونس علیہ السلام کو نگل رہی ہے۔ ایسی تصاویر اور وہ بھی انبیاء علیہم السلام
کے مزارات پر قطعاً ناجائز ہیں۔ ان کو مٹا دینا لازم ہے۔

کاظمین شریفین | کاظمین شریفین بغداد شریف سے بہت قریب ہے۔ گویا اس کا ایک
محلہ ہے۔ صبح سے شام تک گھوڑوں کی ٹریم کار آتی جاتی ہے۔ یہاں ایک ہی روضہ میں
دو اماموں کے مزار ہیں۔ حضرت امام موسیٰ الکاظمؑ اور حضرت امام محمد تقی علیہم السلام

فصل ۲ یہ روضۂ مبارک بھی خوب وسیع اور شان دار ہے۔ اندر باہر آراستہ ہے۔ زائرین کے قیام و آسایش کے واسطے یہاں بھی خدام کے مکانات ہیں۔ خاص کر محمد کاظم صاحب خادم کی ایک بہت بڑی آرام دہ عمارت ہے۔ یہ خود تو اکثر لکھنؤ میں رہتے ہیں لیکن ان کے اعزا اور نائبین مثلاً سید ناصر صاحب اور شیخ محمد حسین صاحب زائرین کی خوب خاطر و مدارات کرتے ہیں۔ اہلِ سنت والجماعت کا یہاں کوئی جداگانہ وکیل نہیں ہے۔ لیکن وہ ہر روز زیارت کرکے بسہولت بغداد شریف آسکتے ہیں۔

بغداد شریف سے سامرہ شریف تک ریل یا موٹر کار کے ذریعہ چار پانچ گھنٹہ کا سفر ہے۔ لبِ دریا یہ بھی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ خلفائے عباسیہ کے عہد میں یہاں بھی دارالسلطنت تھا۔ بعد کو ویران ہوگیا۔ یہاں بھی دو امام راحت فرما ہیں۔ حضرت امام علی نقی اور حضرت امام حسن عسکری علیہم السلام۔ روضۂ مبارک بہت شاندار ہے۔ خوب آراستہ ہے۔ زائرین کے قیام کے واسطے دو سرائیں ہیں۔ ایک خوب بڑی اور ایک مختصر۔ سید مجید الخوجہ خادم العسکریہ یہاں کے خاص خادم ہیں اور اہلِ سنت ہیں۔

ائمہ کرام علیہم السلام کے روضوں کی اور مزارات کی وضع تقریباً یکساں ہے۔ البتہ وسعت اور آرائش میں کچھ کچھ فرق ہے۔ صدر دروازے بہت بلند اور شان دار ہیں تمام در و دیوار پر چینی کی گل کاری ہے۔ قرآن شریف کی آیات نہایت خوش خط منقوش ہیں۔ ان کی نظیر دہلی کی شاہی عمارات میں بھی ملنی مشکل ہے۔ یہ عمارتیں بیش تر ترکوں کی حسنِ عقیدت اور حسنِ سلیقہ کی یادگار ہیں۔ گنبدوں اور میناروں پر سونے کا کام ہے۔ نجفِ اشرف میں تو بلامبالغہ سونا لسا ہوا ہے۔ یہ بیش تر شیعہ صاحبان کی عقیدت مندی کا کارنامہ ہے۔ روضوں کے اندر آئینہ بندی ہے۔ خاص کر گنبد
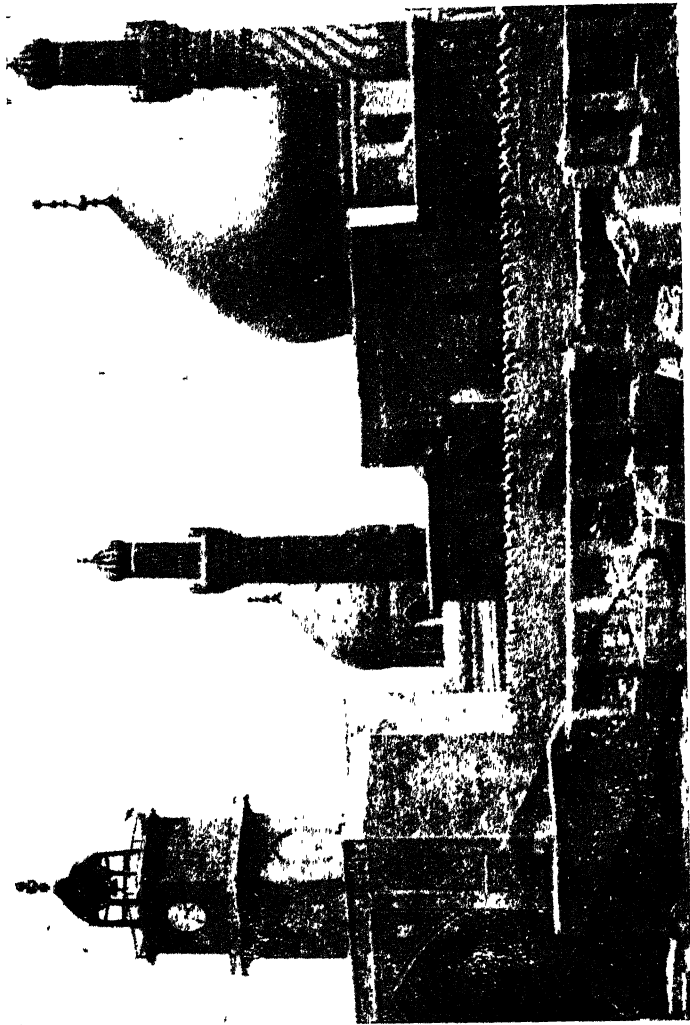
مسجد و روضہ [illegible] م علی نقی و حضرت امام حسن عسکری علیہما السلام

(صفحہ ٥٦)

بہت آراستہ ہیں۔ بجلی کی روشنی ہے۔ مزارات کے ارد گرد چاندی کی جالیاں ہیں۔ فصیح و بلیغ سلام آویزاں ہیں جن کو زبانی یاد نہ ہوں دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہیں۔ یہ بڑی سہولت ہے۔ تاہم صدیاں گزر گئیں۔ عمارتیں جابجا مرمت طلب نظر آتی ہیں خاص حضرت سید الشہدا کا روضہ تو بہت مرمت طلب ہے۔ ایک پہلو پر عمارت بالکل بوسیدہ ہو گئی ہے۔ تعجب ہے یہ نوبت آگئی اور اب تک فی مہ دار لوگوں کو مرمت کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ اگر مزید تاخیر ہوئی تو مرمت طویل ہو جائیگی۔

بظاہر یہ احتمال ہوتا ہے کہ خدانخواستہ ان آستانوں پر شیعہ سنی کی تفریق بہت نمایاں ہو جاتی ہو گی لیکن معاملہ بالکل برعکس ہے۔ آستانوں پر تو شاید کسی کے دل میں بھی اس تفریق کا خیال نہیں گزرتا۔ ہر کوئی اپنے خیال میں مست رہتا ہے۔ کوئی کسی سے تعرض نہیں کرتا۔ ملتے ہیں تو اس طرح کہ گویا ایک ہی آستانہ کے غلام ہیں۔ ایک ہی در کے گدا ہیں۔ ایک ہی شمع کے پروانے ہیں۔ قیام گاہوں کا حال معلوم نہیں۔ بخاطر معاش اور بہ نظر احتیاط اہل سنت و الجماعت کے وکیل ہر جگہ جدا جدا مقرر ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ خدا کے فضل سے عراق میں تمام عتبات عالیہ اور مقامات متبرکہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ جہاں جہاں جو سرفرازیاں ہوئیں وہ سراسر نسبت عالیہ قادریہ کے ثمرات و برکات نظر آتی تھیں۔ علاوہ بریں کل سفر کے ظاہری و باطنی تجربات و مشاہدات سے پتہ چلا کہ حضرتؓ کے ارشادات میں وابستگان کے واسطے جو نصرت کی بشارت ہے اس میں کس درجہ حقیقت ہے۔ سُبْحَانَ اللہ ؎

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اَللہُ رَبِّیْ   عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِلْتُ الْمَنَالِیْ

فَلَنْ قَادِرِیًّا لَوَقْتِ لِلّٰہِ مُخْلِصًا
تَعِیْشُ سَعِیْدًا صَادِقًا بِالْمَحَبَّۃِ

وَجَدِّیْ رَسُوْلُ اللہِ اَعْنِیْ مُحَمَّدًا   اَنَا عَبْدُ قَادِرٍ دَامَ عِزِّیْ وَرِفْعَتِیْ

فصل ۲ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی جناب سے باطنی فیوضات کچھ بھی ملے ہوں،
ظاہر میں بھی ماشاء اللہ صاحبزادوں کی معرفت کچھ عطا فرمانا ضرور تھا۔ چنانچہ رخصت کرتے
وقت حضرت قبلہ پیر سید محمود حسام الدین صاحب نقیب اشرف مدظلہ العالی نے بطور سرفرازی چار دل دادگان
سلوک قادریہ کو بموجب کلمہ بشریف کے ذکر کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس سے بڑھ کر نعمت کیا ہوگی۔ اور حضرت پیر سید احمد
شرف الدین صاحب کلید بردار مدظلہ نے بارگاہ معلیٰ کے عطیات الگ الگ تقسیم فرمائے۔
حضرت مولوی صاحب قبلہ کو چند ادعیہ کی اجازت، سید حبیب علی صاحب کو دلائل الخیرات
کی اجازت، سید لطف احمد صاحب کو اسماء غوثیہ کی اجازت۔ سب سے آخر میں اس ناچیز کی باری
آئی۔ پہلے سے ایک خاص طلب تھی اور اسی کی توقع تھی۔ دل دھڑکنے لگا ؏

آج دیکھیں مرے مولا مجھے کیا دیتے ہیں

الحمد للہ۔ مدعا پورا ہوا۔ وہی ماشاء اللہ قصیدۂ غوثیہ کی اجازت جو حضرت رضؓ کا خاص
الخاص عطیہ ہے۔ اور شاید کچھ پتہ چل گیا کہ حضرت کلید بردار صاحب قبلہ نے خود ہی تخلیہ میں
فرما بھی دیا کہ حضور رضؓ نے تمہارے واسطے اسی کا حکم دیا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ۔ بغداد
شریف سے کامگار و بامراد دمشق کو روانہ ہوئے۔

فصل سوم

عراق تا شام

موٹر کا سفر

عراق میں جو حیثیت بغداد شریف کی ہے وہی حیثیت شام میں دمشق کی ہے۔ دونوں شہروں کے درمیان تقریباً ہزار میل کا فصل ہے۔ لق و دق ویران بیابان حائل ہے۔ موٹر کاروں کی آمد و رفت سے سفر میں بڑی سہولت ہوگئی ہے۔ موٹر کار بالعموم مضبوط طاقتور اور تیز رفتار ہوتے ہیں۔ تاہم راستہ میں خراب ہو جاتے ہیں تو سخت دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو سفر خدانخواستہ قطعۃ من السقر بن جاتا ہے۔ یہ سفر خیریت سے طے ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ بغداد شریف میں بالفعل پانچ چھ کمپنیاں قائم ہیں۔ ان کے موٹر کار دمشق اور بیروت تک جاتے ہیں۔ ان کمپنیوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱ - ایسٹرن اکسپرس کمپنی
۲ - قواطلی کمپنی
۳ - مخزومی کمپنی
۴ - ہاس ٹرانسپورٹ کمپنی

فصل ۳

۵ - نیشنل ٹرانسپورٹ کمپنی

۶ - ادیب شعبان کمپنی

کرایہ کچھ معین نہیں ہے۔ بلکہ مسافروں کی قلت وکثرت کے لحاظ سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ بالعموم لیرا یعنی ترکی پونڈ کے حساب سے کرایہ طے ہوتا ہے۔ لیرا ۱۲ یا ۱۳ روپیہ کے مساوی ہے۔ بغداد شریف سے دمشق تک معمولی شرح کرایہ پانچ چھ لیرا ہے۔ کبھی مسافروں کی کثرت ہو تو آٹھ دس لیروں تک بھی نوبت آجاتی ہے۔ یہ موٹر کاروں کی شرح ہے۔ موٹر لاریوں کا کرایہ مقابلتًہ کم رہتا ہے۔ تین چار لیروں تک اتر آتا ہے۔ موٹر کاریں چار یا چھ مسافر جاتے ہیں۔ لاری میں دس بارہ۔ موٹر کار تیز رفتار اور سبک رفتار ہوتے ہیں۔ لاری آہستہ چلتی ہیں اور زیادہ جھٹکے دیتی ہیں۔ تکان زیادہ ہوتا ہے اور راستہ میں ان کے بگڑنے کا بھی زیادہ اندیشہ رہتا ہے۔ بحالت استطاعت محض کفایت کی خاطر لاری میں سفر کرنا سراسر خلاف مآل اندیشی ہے۔ البتہ تنگ دستی اور مجبوری کی دوسری بات ہے ع

برسر فرزند آدم ہرچہ آید بگزرد

گود کے بچوں کا کرایہ معاف ہے۔ ورنہ پورا کرایہ لیتے ہیں۔ تقریبًا ایک من سامان مفت لے جاتے ہیں۔ زائد پر کرایہ طلب کرتے ہیں۔ اگر پانچ چھ آدمیوں کی ایک جماعت پورا موٹر کار کرایہ کر لے تو بہت سہولت رہتی ہے۔ ورنہ غیر مسافروں کے ساتھ بعض وقت دقت کو اٹھانی پڑتی ہے۔

بالعموم ہر ہفتہ پیر اور جمعرات کو نو دس بجے صبح موٹر کار چھوٹتے ہیں روانگی سے ایک دو روز قبل موٹر کار خوب درست کئے جاتے ہیں۔ ٹیوب ٹائر اور بعض ضروری پرزے زائد رکھ لیتے ہیں۔ تاہم روانگی کے وقت سرکاری طور پر بھی موٹر کاروں کا معائنہ ہوتا ہے بعد معائنہ سرکار سے سفر کا اجازت نامہ ملتا ہے۔ تب کہیں موٹر کار روانہ ہوتے ہیں۔ اس

فصل ۳

تمام دیکھ بھال کا منشا یہ ہے کہ سفر طول طویل ہے اور راستہ غیر آباد ہے۔ کہیں خدا ناخواستہ موٹر کار خراب ہو کر مسافروں کو مصیبت میں نہ ڈال دیں۔ دورانِ سفر میں کہیں سے مدد ملنا محال ہے۔

کمپنیوں کے متعلق عام طور پر یہ شکایت سُنی گئی کہ معاملہ کی سخت ہیں اور موٹر کار چلانے والے شوفر بھی بہت خود سر ہیں۔ راستہ میں مسافروں کی ایک نہیں سُنتے۔ مردہ بدست زندہ کی کیفیت رہتی ہے۔ بے تحاشا موٹر کار چلاتے ہیں۔ ہم نے تو اول ہی ادیب شعبان کمپنی سے معاملہ کیا اور خدا کا شکر ہے کہ ہم کو سفر میں غیر معمولی آرام ملا۔ اس کمپنی کے مالک اور منتظم شریف مسلمان لوگ ہیں۔ نیک نیت اور خلیق ہیں۔ ہمارے حاجی ہونے کے خیال سے اُنھوں نے ہمارے ساتھ بہت کافی رعایت کی اور راحت رسانی کا خاص اہتمام کیا۔ ہم تو خیر ناواقف تھے۔ لیکن واقف کار لوگوں نے بھی ان کی اس ہمدردی کو تسلیم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کمپنی کو ترقی دے اور اس کے کارکنوں کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین

۶ر شوال کو ہم بغداد شریف سے دمشق کو روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں عراق سے حاجیوں کی روانگی شروع ہو رہی تھی۔ عام شرح کرایہ ۷ اور ۸ لیرا تھی۔ لیکن ادیب شعبان کمپنی نے ہم سے فی کس چھ لیرے طلب کئے۔ بہت طاقتور اور سبک رفتار ریڈیسن موٹر کار دیا۔ اس میں شوفر کے علاوہ چھ مسافروں کی نشست تھی ۵ اندر اور ایک شوفر کے برابر باہر۔ ہمارے ساتھ یہ مزید رعایت کی کہ اندر کا کل حصہ ہم چاروں کے واسطے مخصوص کر دیا یعنی پانچویں نشست ہمارے واسطے مفت چھوڑ دی اس پر کوئی مسافر نہیں بٹھایا۔ تاکہ سفر میں ہم کو راحت ملے۔ البتہ باہر کی نشست پر ایک مسافر بیٹھا سو وہ بھی بغداد شریف کا ایک شریف زادہ سید محمود ہاشمی تھا جو دمشق کے میڈیکل کالج میں زیرِ تعلیم تھا۔ اس کا ساتھ بھی پُر لطف رہا۔ اول تو ناشتہ بہت سا اس کے پاس تھا۔ راستہ میں ہماری خوب ضیافت کی

فصل ۳

دوسرے اس سے ہم کو بہت سے ضروری معلومات بھی حاصل ہوئے۔ غرض کہ پانچواں سوار بھی بہت پر بہار تھا سامان میں ہمارے ساتھ وزن کی کوئی شرط نہ تھی۔ کل سامان جو بہت کافی وزن دار تھا مفت موٹر کار کے پائدانوں پر قرینہ سے جما کر مضبوط باندھ دیا ہمارا شوفر سید احمدؒ ایک مصری نوجوان تھا۔ لیکن بہت خلیق متین اور اپنے کام میں بہت ماہر تھا۔ چنانچہ ادیب شعبان کمپنی کو اپنے اس شوفر پر بہت بھروسہ اور بڑا ناز ہے بطور خاص اس کو ہمارے واسطے تجویز کیا تھا اور واقعی تجربہ سے بہت کارگزار شوفر ثابت ہوا تمام سفر میں اس نے ہماری راحت کا معمول سے بہت زیادہ خیال رکھا۔ بنظر احتیاط مبادا راستہ میں کوئی ضرورت پیش آجائے موٹر کار کی درستی کے واسطے شوفر کی مدد کو ایک مستری سید محمد شامی ساتھ کر دیا۔ یہ بھی بہت مستعد اور محنتی لڑکا تھا۔ اکثر اوقات ہمارے سامان کے اوپر پائدان پر بیٹھا چلا۔ البتہ شب کو ہوا سرد تھی۔ ہم نے خود اس کو اندر بٹھا لیا۔ الحمد للہ ہمارا موٹر کار تو تمام راستہ خوب چلا۔ لیکن ہمارے سید احمدؒ اور سید محمدؒ نے دوسری کمپنی کے ساتھ والے موٹر کار کو کئی مرتبہ راستہ میں درست کیا اور بہت زیادہ درست کیا۔ ورنہ وہ موٹر کار بہت ستاتا اور اس کا شوفر اس کی درستی سے عاجز تھا۔

جب صبح ۹ بجے موٹر کار ہم کو لے کر اپنے معاینہ کے واسطے سرکاری دفتر گیا تو وہاں ایک پولس کے عہدہ دار سے ملاقات ہوئی جو سرحد کے پٹھان تھے۔ انھوں نے ہم کو اطمینان دلایا کہ ادیب شعبان کمپنی بہت شریف اور نیک نیت لوگوں کے ہاتھ میں ہے ہم نے بہت اچھی کمپنی سے معاملہ کیا۔ انھوں نے ہمارے شوفر سید احمدؒ کی بھی تعریف کی کہ یہ اپنے فن کا استاد ہے۔ ایسے شوفر بغداد شریف میں کم ہیں۔ مزید برآں اس کو انھوں نے اپنی طرف سے بھی تاکید کر دی کہ راستہ میں ہماری آسائش کا پورا پورا خیال رکھے۔

اور اس نے حسب وعدہ پورا خیال رکھا۔

فصل ۳

سرکاری انجنیر نے موٹر کار کا معائنہ کیا۔ کل پرزے دیکھے کچھ زائد سامان ساتھ رکھنا لازم ہے۔ اس کو جانچا۔ دس بجے کے قریب دفتر سے روانگی کا اجازت نامہ ملا۔ اور ہم بغداد شریف سے روانہ ہوئے۔ ایک بجے کے قریب رمادی پہنچے۔ یہ راستہ کا پہلا اسٹیشن ہے۔ بغداد شریف سے روانہ ہو ہوکر یہاں موٹر کار جمع ہوتے ہیں اور آمد کی ترتیب سے یہاں سے دو دو مل کر روانہ ہوتے ہیں۔ کسی موٹر کار کو تنہا روانگی کی اجازت نہیں دی جاتی۔ دوسرا موٹر کار ساتھ رہنا لازم ہے۔ راستہ میں ایک دوسرے کی امداد واجب ہے۔ لق و دق بیابان کے سفر میں یہ انتظام ضروری ہے۔ آپس کے ساتھ سے دونوں موٹر کاروں کی ہمت بندھی رہتی ہے اور وقت ضرورت مدد مل سکتی ہے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے اس سفر کے موٹر کار خاص کر پیر اور جمعرات کو روانہ ہوتے ہیں۔ روانگی سے قبل ہی ساتھ کا بندوبست کر لیتے ہیں اور رمادی سے ایک دوسرے کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہماری موٹر کار کے ساتھ دوسری کمپنی کا ایک موٹر کار جانے والا تھا۔ رمادی پہنچکر ہم نماز اور کھانے سے فارغ ہوکر دوسرے موٹر کار کا انتظار کرنے بیٹھے۔ حتیٰ کہ شام کے پانچ بج گئے۔ اس غیر متوقع تاخیر سے تردد ہوا۔ ہمارا شوفر پتا چلانے نکلا۔ تو رمادی تک آنے والے موٹروں سے معلوم ہوا کہ جو موٹر کار ہمارے ساتھ دمشق جانے والا تھا راستہ میں خراب ہوگیا۔ رکا کھڑا ہے۔ مرمت ہو رہی ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی ہمارے شوفر نے اپنی کمپنی کو تار دیا کہ فلاں کمپنی کا موٹر راستہ میں خراب ہوگیا۔ ہم اس کے انتظار میں رمادی پڑے ہوئے ہیں۔ فوراً اس کمپنی کو مطلع کر دیا جائے تاکہ امداد کو وہ دوسرا موٹر کار فوراً روانہ کرے۔ چنانچہ اس کمپنی نے اطلاع ملتے ہی دوسرا موٹر کار روانہ کیا۔ لیکن راستہ میں لکڑی کا ایک معلق پل ملتا ہے۔ بعد مغرب اس پر

فصل ۳

گزرنے کی اجازت نہیں ہے۔ موٹر کار کو وہاں پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی۔ ناچار اس نے وہیں پل کے قریب رات بسر کی اور ہم کو رمادی میں شب باشی کرنا پڑی۔ اسٹیشن پر اچھے پختہ کمرے بنے ہوئے ہیں۔ خورونوش کا سامان بھی اچھا مل سکتا ہے۔ وقت ضائع ہونے کا تو افسوس تھا۔ لیکن وہاں کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ البتہ سفر شروع ہوتے ہی موٹر کار کی خرابی اور درستی کا اچھا سبق ملا بنظر احتیاط صبح کو ہمارا شوفر اپنا موٹر کار لے گیا اور راستہ سے دوسرے موٹر کار کو ساتھ لے آیا۔ اس میں نو بج گئے۔ شوفر نے اور اسٹیشن کے لوگوں نے پہلے ہی ہدایت کر دی تھی کہ خورونوش کا بہت کافی سامان ساتھ رکھ لینا چاہیئے۔ خدا جانے راستہ میں کیا صورت پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ خیریت سے پہنچائے۔ چنانچہ رماوی سے تازہ کھانا ساتھ رکھا گیا۔ پانی کے مشکیزے بھرے گئے۔ اور نارنگیوں کی کافی مقدار بغداد شریف سے ساتھ تھی۔ گرمی کے وقت پیاس لگتی ہے تو ان سے بہت تسکین ہوتی ہے۔

خدا خدا کر کے دس بجے صبح کو رماوی سے دونوں موٹر کار روانہ ہوئے۔ اول تو دوسرے موٹر کار نے بہت تیزی دکھائی۔ ہمارا موٹر کار اس کے پیچھے ہو لیا۔ گرچہ کوئی بات نہ تھی تاہم یہ خیال ہوا کہ ہمارا موٹر کار آگے رہنا چاہیئے۔ چند میل تک تو ہم مایوس بیٹھے رہے۔ لیکن جب اصل میدان شروع ہوا تو ہمارے شوفر نے خود ہی موٹر کار سنبھالا۔ اول رفتار توقع سے زیادہ بڑھا دی، دوسرے معمولی راستے سے ہٹ کر چٹیل میدان میں موٹر کار چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ کہ دیکھتے دیکھتے ہمارا موٹر کار میلوں آگے نکل گیا۔ ذرا دل خوش ہوا دوسرے شوفر نے بھی دل کھول کر زور لگایا لیکن اس کو میدان کا ایسا اندازہ نہ تھا۔ اور وہ معمولی راستہ پر چلتا تھا۔ لامحالہ پیچھے رہ گیا۔ پھر راستہ پر آ کر ہمارے شوفر نے اس کو ساتھ لے لیا بلکہ آگے بڑھنے کا موقع دیا۔ لیکن پھر یہ اسی ترکیب سے آگے نکل گیا۔

فصل ۳

غرض کہ اسی طرح دو تین مرتبہ ساتھ کے موٹر کار کو نیچا دکھایا۔ بالآخر ثابت ہو گیا کہ اول تو ہمارا موٹر کار زیادہ تیز رفتار ہے۔ دوسرے ہمارا شوفر راستوں کی شناخت میں بہت ہوشیار ہے۔ وہ طول طویل پیچدار معینہ راستوں پر چلنے کا پابند نہیں ہے۔ اس کو میدان کا جغرافیہ بہت اچھا معلوم ہے۔ وہ بے تکلف اپنا موٹر کار لق ودق میدان میں چلا سکتا ہے اور پھر بھی راستہ گم ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ یہ بات دوسرے شوفر کو حاصل نہ تھی۔ اس لئے اس نے بخوشی ہار مان لی۔ اور مسافروں نے خود اس کو مجبور کیا کہ وہ اپنا موٹر کار ہمارے پیچھے پیچھے لے چلے۔ میدان میں چلنے سے اول تو فاصلہ میں کفایت رہتی تھی دوسرے موٹر کار بہت سبک چلتا تھا۔ اس کے برخلاف کثرت استعمال کی وجہ سے معینہ راستے مقابلۃً ناہموار تھے اور دوڑنے میں موٹر کار کو دچکیاں لگتی تھیں۔ لیکن عام طور پر موٹر کار انھیں معینہ راستوں پر چلتے ہیں۔ اٹکل سے میدان میں چلنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ راستہ گم ہونے کا اندیشہ ہے ہمارے شوفر کی دوسری بات تھی۔ اس کو تمام میدان کا جغرافیہ ایسا مستحضر تھا کہ گویا وہ اپنے ہاتھ کی ہتیلی دیکھ رہا ہے بے تکلف جس طرف چاہتا موٹر کار چھوڑ دیتا تھا۔

غرض کہ فرمائش کئے بغیر ہماری خوشی پوری ہو گئی۔ ہمارا موٹر کار آگے آگے اور دوسرا اس کے پیچھے میدان میں دوڑنے لگے۔ اول تو انجن کی گرمی دوسرے میدان کی گرمی۔ اس سفر میں عموماً گرمی کی شکایت بہت رہتی ہے۔ پیاس کے خوف سے پانی کے علاوہ بالعموم بہت سی نارنگیاں ساتھ رکھ لیتے ہیں۔ لیکن خدا کی قدرت اس روز ابر تھا اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی کبھی کبھی خفیف ترشح بھی ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ سفر بہت پر لطف ہو گیا اور موٹر کار کی سواری کا پورا لطف آیا۔ شوفر نے بھی ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ہموار اور مسطح میدان نکالے اور موٹر کار کو دل کھول کھول کر چھوڑا۔ رفتار کی تیزی سے آنکھیں بند ہونے لگتی تھیں۔ ستر، اسّی میل فی گھنٹہ تک نوبت آجاتی تھی۔ معمولی رفتار چالیس پچاس میل سے نیچے

فصل ۳

کم آتی تھی۔ غرض کہ تیز رفتاری سے دل بھر گیا۔ شوفر نے یہ بڑا کام کیا کہ اس کل طویل سفر میں موٹر کار کو خوب سبک رفتار رکھا۔ بہت کم دھچکیاں لگنے دیں۔ تمام ناہموار راستے چھوڑتا چلا گیا۔ اس سے ہم کو بہت آرام ملا۔ ورنہ راستے کی دھچکیوں سے دماغ ہل جاتا ہے جوڑ بند ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ موٹر کار کی چھت سے سر ٹکراتے ہیں۔ سروں کو دوپٹے باندھ کر حفاظت کرتے ہیں۔ ہم تو اکثر اوقات آرام سے بیٹھے سیر کرتے رہے یا سوتے رہے۔

مسلسل دس گھنٹے سفر کے بعد شب کو آٹھ بجے رطبہ پہنچے۔ یہ ایک چھوٹا سا سنگ بست قلعہ نما اسٹیشن ہے جو لق و دق میدان کے وسط میں واقع ہے۔ یہاں اکثر موٹر کار شب کو آرام لیتے ہیں۔ لیکن کرایہ بہت زیادہ ہے۔ شاید شب باشی اور خوراک کے واسطے فی مسافر عـہ وصول کرتے ہیں۔ ہمارے شوفر نے قیام کو فضول خرچی اور تضیع اوقات قرار دیا۔ دوسرے شوفر کو بھی ہم خیال بنا لیا۔ یہاں صرف ایک گھنٹہ قیام کیا۔ اس دوران میں ہم لوگ کھانے اور نماز سے فارغ ہو گئے شام سے ہوا بہت سرد چل رہی تھی۔ بلا مبالغہ دانت سے دانت بجتا تھا اور رات بہت اندھیری تھی۔ اسٹیشن والوں نے قیام کا مشورہ دیا البتہ مجبور نہیں کیا۔ ہمارے شوفر نے تنگیِ وقت کا عذر کیا اور اللہ کا نام لے کر نو بجے شب کے قریب چل دیا۔ یہ عجب سماں تھا۔ تیرہ و تاریک میدان، سنسان بیابان۔ دور دور تک کوئی نشان نہیں۔ صرف موٹر کار کے تیز برقی لیمپ رہنمائی کر رہے تھے۔ چاروں طرف پردے لگا کر اور خوب کمبل اوڑھ اوڑھ کر ہم لوگ ایک دوسرے سے چمٹ کر بیٹھ گئے پھر بھی تیز رفتار موٹر کار میں سرد ہوا سینہ کے پار ہوئی جاتی تھی۔ تاہم ایک لطف محسوس ہوتا تھا۔ اذیت کا کوئی احساس نہ تھا۔ راستہ میں ساتھ کا موٹر کار دو تین مرتبہ پیچھے رہ رہ گیا۔ مبادا راستہ گم کر دے۔ ہمارا موٹر کار واپس جا جا کر اور تلاش کر کے اس کو ساتھ لے آیا راستہ میں دوسری طرف سے دو چار موٹر کار اسی طرح آتے ملے۔ دو دو منٹ کے

واسطے کھڑے ہو کر ان موٹر والوں نے آپس میں بات چیت کر لی۔ خیر خبر پوچھ لی اور پھر چلدیئے۔ غرض کہ یہ شب کا سفر بہت قابلِ یادگار تھا۔ دو تین بجے کے قریب ہمارا شوفر بہت تھک گیا۔ نیند کا غلبہ ہونے لگا تو ہم سے اجازت لے کر اس نے موٹر کار ایک پہاڑی پر کھڑا کر دیا اور اس میں بیٹھے بیٹھے ایک گھنٹہ نیند لے لی۔ ہم نے بھی اس آرام کو بہت غنیمت سمجھا۔ اس کے بعد تازہ دم ہو کر موٹر کار چھوڑا تو علی الصباح تیسرے اسٹیشن تدمور پہنچ گئے

فصل ۳

رطبہ کے اسٹیشن تک تو عراق کی عملداری ہے۔ وہاں لاسلکی تار برقی بھی قائم ہے اور آئندہ یہاں شاید ہوائی جہازوں کا اسٹیشن بھی قائم ہو۔ لق ودق میدان میں بہت موقع کی جگہ ہے تدمور کا اسٹیشن شام کے علاقہ میں واقع ہے۔ اور یہاں فرانسیسیوں نے ایک فوجی چھاؤنی ڈال رکھی ہے۔ یہ ایک قدیم تاریخی مقام ہے۔ ملکہ بلقیس اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے محلات کے شاندار آثار قدیمہ اب بھی موجود ہیں۔ کشادہ محرابیں اور بلند ستون قابلِ دید ہیں۔ کبھی یہاں کیسی آبادی اور کیسی رونق ہوگی۔ موجودہ ویرانی میں بھی اس کی جھلک نظر آتی ہے۔ علی الصباح ہمارا موٹر جب ان خاموش آثار کے وسط میں جا کر کھڑا ہوا تو خدا جانے کیا سماں آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور عجب عبرت ہوئی کہ دنیا بھی کیا سرائے فانی ہے۔ طلوعِ آفتاب تک یہاں قیام رہا۔ یوں تو رمادی اور رطبہ میں پاسپورٹ دیکھے گئے تھے لیکن شامی مملکت شروع ہونے کی وجہ سے یہاں پاسپورٹ بطور خاص معائنہ ہوئے ناشتہ کیا، نماز پڑھی اور چلدیئے۔ یہاں سے ویران بیابان ختم ہو کر پر فضا پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور جوں جوں دمشق قریب آتا ہے قدرتی مناظر کی دل فریبی بڑھتی جاتی ہے۔ سڑکیں خام مگر ہموار ہیں پہاڑیوں پر چڑھتی اترتی ہیں اور ان کے دامنوں میں پیچ در پیچ خوب گھومتی ہیں۔ راستے میں چھوٹی چھوٹی بستیاں ملتی ہیں۔ دیہات بالعموم بہت صاف ستھرے ہیں۔ قرب وجوار میں بلند پہاڑ برف پوش نظر آتے ہیں۔ دمشق سے

فصل ۳

جب دو تین گھنٹہ کا فصل رہ جاتا ہی تو پختہ سڑک ملتی ہی۔ قدرتی مناظر کی دل فریبی اور بھی بڑھ جاتی ہی۔ حتیٰ کہ پہاڑی سڑک سے وہ وسیع میدان نظر آنے لگتا ہی جس میں شہر دمشق آباد ہی اور جو دمشق کے اردگرد دور دور تک مسطح پھیلا ہوا ہی اور چاروں طرف بلند برف پوش پہاڑوں کا سلسلہ ہی۔ آفتاب کی شعاعوں میں یہ پہاڑ رنگ برنگ نظر آتے ہیں۔

دمشق | غرض کہ تدمور سے علی الصباح روانہ ہو کر سہ پہر کو ہم دمشق پہنچے۔ عراق میں تو عراقی حکومت ہی۔ انگریزوں کی صرف سیادت ہی وہ بھی بیشتر در پردہ۔ لیکن شام میں فرانسیسی کھلم کھلا حکومت اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ شامی بیزار ہیں اور برسر پیکار چنانچہ کچھ عرصہ سے وہاں جو کشت و خون ہو رہا ہی سب کو معلوم ہی۔ بدامنی کی یہ حالت کہ کبھی کبھی دمشق کے راستے رک جاتے ہیں۔ چنانچہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ ہم براہ راست دمشق پہنچ گئے۔ اس زمانہ میں کسی قدر امن تھا۔ تاہم حوالیِ دمشق سے ہی سخت انتظامات نظر آنے لگے اور غیر معمولی دیکھ بھال شروع ہو گئی۔ جا بجا خندقیں کھدی ہوئی ہیں ان پر سرخ جھنڈیاں لگی ہوئیں۔ ان میں مسلح سپاہی اور عہدہ دار چھپے ہوئے۔ قدم قدم پر موٹر کاروں کو روکنا مسافروں کو ٹوکنا۔ دمشق کا داخلہ ہفت خوان رستم معلوم ہوتا تھا۔ خیر خدا خدا کر کے شہر میں داخل ہوئے۔ اول تو کروڑ گیری کے دفتر گئے۔ وہاں حسب دستور سامان کی خوب جانچ پڑتال ہوتی ہی اور ہو رہی تھی۔ مسافروں کے موٹر کار رُکے کھڑے تھے۔ دو عہدہ دار ہماری طرف بھی پہنچے۔ ان میں ایک فرانسیسی تھا اور ایک شامی۔ ہم نے صاف صاف کل سامان کی تفصیل بتا دی۔ خدا جانے ان کے دل میں کیا آیا۔ بیان کا اعتبار کر کے سامان چھوڑ دیا اور چند منٹ میں ہم کو وہاں سے روانگی کا پروانہ مل گیا۔ الحمدللہ وہاں سے پولس کے صدر دفتر پہنچے۔ یہاں بھی بہت موٹر کار

فصل ۳

آئے کھڑے تھے۔ مسافروں کی دیکھ بھال ہو رہی تھی۔ ایک افسر نے آکر ہم سے کچھ سوالات کئے اور ہمارے پاسپورٹ لے کر ہم کو جانے کی اجازت دیدی۔ عصر کے قریب ہمارا موٹر کار اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ قاعدہ ہے کہ ختم سفر پر شوفر لوگ مسافروں سے بخشش اور انعام کی توقع رکھتے ہیں۔ بلکہ طلب کرتے ہیں۔ لیکن ہمارا شوفر سید احمدؐ اور اس کا مددگار سید محمدؐ دونوں ایسے انجان ہوگئے کہ گویا کچھ مطلب ہی نہ تھا۔ پھر ہم نے خود بلا کر کچھ انعام دیا تو وہ بھی کچھ اصرار کے بعد لیا اور یہی کہا کہ ہم کمپنی کے ملازم ہیں۔ ہم نے جو کام کیا ہمارا فرض تھا۔ آپ کو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض کہ بغداد سے دمشق تک موٹر کار کا سفر نہایت خیر و خوبی سے حسن انجام تک پہنچا۔ جس نے کیفیت سنی خوش ہوا اور تعجب کیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ ۔

ہمارے رفیق سفر سید محمود ہاشمی نے چاہا کہ ہمارے قیام کا انتظام کریں۔ لیکن اسی دوران میں خدا جانے کس طرح خبر پاکر شیخ عبدالرحمٰن ہندی صاحب تشریف لے آئے نظر ملتے ہی محسوس ہوا کہ قدیم دوستی اور محبت ہے۔ بے ساختہ بغل گیر ہوئے۔ مزاج پرسی ہوئی اور ہم ان کے حوالے ہوگئے۔ شیخ صاحب عرصہ سے دمشق میں مقیم ہیں۔ شہر میں چمڑہ کا بڑا کارخانہ قائم کر رکھا ہے۔ بہت اعلیٰ قسم کی دباغت ہوتی ہے۔ شیخ صاحب چونکہ بہت منتظم اور خوش معاملہ ہیں۔ کاروبار خوب رونق پر ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ ۔ ہندوستان کے جس قدر زائرین اور سیاح دمشق آتے ہیں۔ شیخ صاحب سے ملتے ہیں اور ملنا چاہیئے۔ شیخ صاحب ہر طرح ان کی امداد کرتے ہیں اور سرکاری طور پر ہندیوں کے وکیل شمار ہوتے ہیں۔ حکام اور عوام میں معتبر اور معزز مانے جاتے ہیں۔ کافی اثر رکھتے ہیں۔ خوب مشہور ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن ہندی پتا لکھنا کافی ہے۔ بلا تکلف خط اور تار پہنچ جاتا ہے۔ غرض کہ ہندوستانی مسافروں کے واسطے شیخ عبدالرحمٰن صاحب دمشق میں

بڑی نعمت ہیں۔ قیام، طعام، زیارات اور متفرق ضروریات۔ سب کا حسب دل خواہ انتظام کر دیتے ہیں۔ بحیثیت وکیل خود بھی ساتھ رہتے ہیں اور اپنے دو ایک مددگاروں کو ساتھ کر دیتے ہیں۔ حق الخدمت مسافروں کی استطاعت اور قدر شناسی پر منحصر ہے۔ اس کا بھی کچھ تعین نہیں ہے۔ بلکہ بے نوا مسافروں کے ساتھ خود ہی سلوک کر دیتے ہیں۔ غریبوں کے قیام کے واسطے ایک چھوٹا سا مکان زادیۃ الھنود کے نام سے موجود ہے۔ ورنہ ہوٹلوں میں انتظام کر دیا جاتا ہے۔ کافی سہولت اور کفایت رہتی ہے۔ زیادہ قیام مقصود ہو تو مکان کرایہ پر دلا دیتے جاتے ہیں۔ ہم لوگوں کو تو شیخ صاحب نے کل وقت اپنے ہی مکان پر رکھا اور مثل عزیزوں کے رکھا۔ دمشق وطن سا معلوم ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ الشیخ صاحب کو دین و دنیا میں شاد و آباد رکھے۔ آمین

دمشق بہت خوب صورت شہر ہے۔ اس کو عروس البلاد کہنا بالکل درست ہے۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ اکثر برف پوش ہیں۔ قدرتی مناظر کی کوئی حد نہیں۔ ایک سے ایک بڑھکر نظر فریب ہے۔ شہر میں کئی پختہ نہریں بہتی ہیں۔ عجب بہار دکھاتی ہیں۔ جا بجا شیریں چشمے ابلتے ہیں۔ گھر گھر حوض ہیں۔ فوارے ہیں۔ سڑکیں کشادہ ہیں۔ وسط میں نہریں ہیں یا سبزہ زار ہیں۔ فوارے چلتے ہیں۔ لوگ بے فکری سے بیٹھے تفریح کرتے ہیں۔ کناروں پر صنوبر اور بید سادہ کے درخت ہیں۔ تمام سڑکیں اور گلی کوچے پختہ سنگ بست ہیں۔ صفائی قابل دید ہے۔ دوکانیں بہت آراستہ اور خوش قرینہ ہیں۔ کچھ بازار پٹے ہوئے ہیں۔ خوب کاروباری چہل پہل رہتی ہے۔ شہر میں ٹریم کار چلتی ہے جو کلکتہ اور بمبئی کی ٹریم کار سے بہت زیادہ صاف ستھری ہے۔ سبک رفتار ہے۔ عام لباس خوش وضع اور پاکیزہ ہے۔ اس کا معیار ہندوستان کے شہروں سے اعلیٰ ہے۔ لوگ خلیق اور ملنسار ہیں۔ شکیل اور وجیہ ہیں۔ توانا تندرست ہیں۔ مستعد اور جفاکش ہیں۔ مصروف کار

فصل ۳

اکثر و بیشتر مسلمان ہیں۔ دینداری کا بھی چرچا ہے۔ مساجد اور مدارس آباد ہیں۔ اچھے اچھے علماء موجود ہیں۔ خاص کر حضرت علامہ بدر الدین صاحب مدظلہ اپنے زمانہ کے بڑے جید عالم مانے جاتے ہیں۔ صدہا علما ممالکِ اسلام سے آ کر حضرت کے درس میں شریک ہوتے ہیں۔ تفسیر اور حدیث حضرت کا خاص مضمون ہے۔ دیکھنے کو ضعیف اور سن رسیدہ ہیں لیکن ہمت جوان ہے۔ تعلیم سے از حد دلچسپی ہے۔ شب و روز یہی مصروفیت رہتی ہے حضرت کی توجہ سے کئی عربی مدارس آباد ہیں۔ عوام و خواص امیر و غریب سب حضرت کا احترام کرتے ہیں۔ عقیدت کا دم بھرتے ہیں۔ حضرت کا اثر دیکھ کر حکومت فرانس بھی دبتی ہے۔ بہت لحاظ اور ادب کرتی ہے۔ ہم لوگوں پر حضرت کی بہت خاص شفقت عنایت رہی اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب مدظلہ کی تو ایسی قدر شناسی فرمائی کہ دمشق کے تمام علما میں چرچا ہو گیا کہ ہندوستان سے ایک بڑا عالم آیا ہے۔ ایسی صحبت کہاں نصیب ہوتی ہے۔ جو کچھ استفادہ کر لیں غنیمت ہے۔ لیکن قیام بہت مختصر تھا سب کی زبان پر تھا ع

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد

باہر کے لوگ بالعموم دمشق کے مسلمانوں کے حالات سے کم واقف ہیں۔ ان کو غافل اور عشرت پرست سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ خوب بیدار ہیں۔ جدید ترقیات سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی ان میں اسلامی آن بان ہے۔ مذہبی احساس اور قومی جذبات قوی ہیں۔ سب لوگ دینی اور دنیوی ترقی کی دھن میں خموشی اور استقلال سے لگے ہوئے ہیں۔ گرچہ فرانس کی طرف سے سیاسی گرفت اور دباؤ بہت سخت ہے۔ تاہم ان کے حوصلے بلند اور ہمتیں عالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے۔ ہمارے زمانے تک دمشق کی گلی کوچوں میں ناکہ بندی قائم تھی۔ در و دیوار پر گولیوں کے بے شمار نشانات باقی تھے۔ گولہ باری کی یادگاریں محلے کے محلے مسمار پڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ دمشق کو نظر بد سے

محفوظ رکھے۔

فصل ۳

مسجد امویہ یعنی جامع دمشق اپنی تاریخی روایات و قدامت کے لحاظ سے دنیا کی ایک مشہور عمارت ہے۔ رومیوں کے زمانہ میں وہ بت خانہ تھی۔ جہاں سورج کے دیوتا کی پرستش ہوتی تھی عیسائیوں کے عہد میں وہ کلیسا بن گئی اور مسلمانوں کے زمانہ سے وہ مسجد ہے۔ عمارت میں کافی تغیرات ہوئے تاہم کہیں کہیں قدیم علامات و آثار بھی نظر آتے ہیں۔ مسجد کا مسقف حصہ بہت وسیع اور شاندار ہے۔ اور اندر خوب مرصع ہے۔ طلائی نقش و نگار کا قیمتی کام ہے۔ سنا ہے حال تک ترکوں کے زمانہ میں بہت آراستہ رہتی تھی۔ بلوری جھاڑ فانوس اور قیمتی فرش فروش تھے۔ اب بھی کچھ پرانا سامان باقی ہے مگر وہ بات کہاں بہرحال یہ مسجد بھی دنیا کی قابل دید عمارت ہے۔

اسی مسجد میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مزار ہے۔ اسی مسجد کا شرقی منارہ ہے جس پر قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی روایت ہے۔ مسجد کے صدر دروازے کے قریب سلطان صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ کا چھوٹا سا روضہ ہے غازی اعظم کا سکہ آج تک یورپ کے دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ مسلمان تو درکنار اب بھی صدہا یورپین سیاح حیرت و عظمت کے جذبات لے کر زیارت کے واسطے حاضر ہوتے ہیں معتبر لوگوں سے معلوم ہوا کہ ولیم قیصر جرمنی نے بھی اپنے زمانہ میں شرف زیارت حاصل کیا تھا اور جوش عقیدت سے ایک مرصع طلائی تاج نذر چڑھایا تھا جو مدت تک روضۂ مبارک میں محفوظ رکھا رہا۔ دوران جنگ میں کچھ دنوں کے واسطے انگریزی عمل دخل ہوا تو وہ تاج وہاں سے اٹھ گیا۔ یورپین سیاحوں کی خاطر مزار شریف پر غازی اعظم کی شبیہ بھی آئینہ میں رکھی ہوئی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ سراسر ناجائز ہے اور اس کو ہٹا دینا واجب ہے۔

دمشق میں اور بھی بہت سے زیارات ہیں۔ بڑے بڑے صحابۂ کرام اور اولیائے عظام

جامع دمشق میں حضرت یحییٰ پیغمبر علیہ السلام کا مزار شریف
(صفحہ ۷۲)

فصل ۳

راحت فرما ہیں۔ مثلاً حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی سادگی دیکھ کر دل پر عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ شہر میں لب سڑک کچّی دیواروں کا ایک بہت چھوٹا احاطہ اس کے اندر حضرت کا کچا مزار دو ایک درخت سایہ دار اور کچھ نہیں۔ اللہ اکبر یہ اس غازی اعظم کی راحت گاہ ہے جس کے ہاتھ پر ملک شام فتح ہوا۔ اس سادگی سے جو شان ٹپکتی ہے وہ بیان میں نہیں آتی۔ اس کو محسوس کرنا دل کا کام ہے۔ سڑک کی دوسری جانب بالمقابل قدیم وضع کی ایک پختہ مسجد ہے جو حضرت نے اپنے عہد میں تعمیر کرائی تھی۔ آگے چل کر قریب ہی دمشق کا قدیم قبرستان ہے۔ حضرت امیر معاویہ حضرت بلال حبشی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم، حضرت عبداللہ بن عثمان، حضرت عبداللہ بن جعفر صادق، حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔ ستنا میمونہ، ام سلمہ ام حبیبہ امہات المومنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ ستنا ام کلثوم بنت حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ، ستنا سکینہ معصوم و فاطمۃ الصغریٰ بنات حضرت امام حسین علیہ السلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ یہ سب یہاں راحت فرما ہیں۔ ستنا زینب رضی اللہ عنہا ہمشیرہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا مزار البتہ یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ قبرستان سے تھوڑی دور آگے لب سڑک حضرت سید عبدالوہاب و سید عبدالغفور صاحبزادگان حضرت غوث الاعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے مزارات ہیں اور آگے بڑھئے تو حمیدیہ بازار میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا مزار ہے۔

شہر کی دوسری جانب حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ حقائق و معارف میں حضرت کی متعدد تصانیف موجود ہیں۔ خاص کر فصوص الحکم بہت مشہور ہے۔ اس کی یوں تو کئی عربی فارسی شرحیں موجود ہیں لیکن مولٰنا محمد مبارک علی (حیدرآبادی) علیہ الرحمۃ نے کنوز اسرار قدم کے نام سے اردو میں اس کے

فصل ۳

ترجمہ اور اس کی شرح کو ایک نہایت جامع اور مبسوط مقدمہ کے ساتھ شائع کیا تھا یہ کتاب مطبع احمدی کان پور میں طبع ہوئی تھی۔ قابل دید ہے۔ کچھ عرصہ سے کمیاب ہے فصوص الحکم کا خلاصہ نقش الفصوص ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی فارسی شرح نقد النصوص لکھی ہے۔ ہندوستان میں شائع ہو چکی ہے۔ حضرت نے جو معارف قلمبند فرمائے ہیں۔ بیشتر دقیق بلکہ ادق ہیں اور پھر بیان بھی بیباک ہے عارفین تو اس سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن عام طور پر اس کے مطالعہ سے لوگ غلط فہمی میں پھنس جاتے ہیں۔ معتقد اور معترض دونوں نقصان اٹھاتے ہیں۔ تاہم حضرت کا مسلک اسلم ہے ؎

اَلْعَبْدُ عَبْدٌ وَاِنْ تَرَقّٰی ٭ وَالرَّبُّ رَبٌّ وَاِنْ تَنَزَّلْ

حضرت کی درگاہ خاصی وسیع اور شاندار عمارت ہے۔ حضرت کے پائیں دو عقیدت مند سلاطین کے مزار ہیں۔ گنبد مبارک کے علاوہ مسجد ہے، مدرسہ ہے، خانقاہ ہے۔ شہر سے ٹریم کار کی آمدورفت ہے۔ موقع اچھا ہے کہ مسجد کے دریچوں میں سے تمام شہر دمشق نظر آتا ہے۔ عام منظر شہر حیدرآباد دکن سے بہت مشابہ ہے۔ وہی اردگرد پہاڑی سلسلے، وہی شہر میں درختوں کی کثرت گویا ایک سرسبز باغ لگا ہوا ہے۔ تھوڑے فاصلے پر حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا مزار ہے۔ اسی کے قریب جبل صالحیہ بلند پہاڑ ہے۔ اس کی ایک چوٹی پر مقام اصحاب کہف محفوظ و محصور ہے اور دوسری چوٹی پر مقام ہابیل وقابیل مشہور ہے۔ اسی محلہ میں تھوڑے فاصلہ پر حضرت شیخ محمد الاولی کردی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔

دمشق کی زیارت گاہوں میں بھی واقعہ کربلا کے کچھ دل خراش جگر پاش آثار شامل ہیں۔ مثلاً مسجد امویہ کے قریب وہ مقام محفوظ ہے جہاں مظلوم سادات کا قافلہ کربلا سے آکر اترا اور مقیم رہا۔ قدیم بنیادوں پر بطور یادگار صاف ستھری عمارت بنا دی

ہے اور پتھر پر اس مقام کی مفصل تصدیق عمارت میں نصب ہے۔ خاص وہ کمرہ جہاں اہل بیتؑ
فصل ۳
اطہار قیام فرمارہے مسجد شمار ہوتا ہے۔ اس میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جہاں نماز
پڑھتے تھے وہ مصلی بن گیا ہے۔ یہ کوئی عام مسجد نہیں ہے۔ البتہ جو زائرین یہاں حاضر ہوتے
ہیں۔ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی کمرہ میں ایک طاق اس جگہ کی یادگار ہے جہاں حضرت امام حسین
علیہ السّلام کا سر مبارک لاکر رکھا گیا تھا۔ اس طاق کے نیچے سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان
جمال الدین غازی کا مزار ہے ازرہ عقیدت دفن ہیں۔ اسی مسجد سے متصل باہر کے کمرہ میں
ستنا رقیہ بنت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار ہے۔ بہت خوش نما اور پاکیزہ ہے۔ ان کے
علاوہ دو تین کمرے اور ہیں۔ صحن میں سایہ دار درخت ہیں۔ کل مکان میں عجب پر کیف
خنکی محسوس ہوتی ہے۔ بالکل خموشی رہتی ہے۔ ایک نیک بی بی بطور خادمہ مقیم ہیں۔ دروازہ
معمولاً بند رہتا ہے۔ پہلے سے اطلاع دی جائے تو وقت پر کھول دیا جاتا ہے۔ مسجد اموبیہ کے صحن میں
شرقی کنارہ پر دربار کی وہ عمارت ہے جہاں مظلومین کربلا حاضر کیے گئے تھے۔ وہ جگہ محفوظ ہے
جہاں حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر مبارک پیش کیا گیا تھا۔ وہ مقام محفوظ ہے جہاں
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی۔ دردمندوں کی دلوں کی عجیب
کیفیت ہوتی ہے۔ جو لوگ اس ظلم عظیم کے محرک اور بانی تھے آج ان کی قبروں کے نشان تک
باقی نہیں۔ بہت تجسس کیجئے تو بوڑھے واقف کار لوگ کچھ نشان دہی کرتے ہیں کہ فلاں
فلاں قبریں یہاں یہاں تھیں۔ کس مپرسی سے خاک میں مل گئیں تو لوگوں نے ان پر یہ
مکانات بنا لیے۔ کسی نے کچھ خبر نہ لی۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۝ [۱۹/۲۰]

یوں تو عراق میں بھی میوے کی کمی نہیں لیکن شام میں میوہ بہت ہی کثرت سے پیدا ہوتا
ہے۔ بیسیوں میل تک انگور کے باغات لگے ہوتے ہیں فصل کے زمانہ میں انگور گلی کوچوں
میں ٹکے سیر بکتا ہے۔ لوگ بلا مبالغہ اسی سے پیٹ بھرتے ہیں۔ انگور، انار، سیب، خوبانی

فصل ۳

پستہ، اور بادام۔ سب میووں کی افراط ہے شاید یہی وجہ ہے کہ مٹھائیاں اور کھانے یہاں بھی کچھ زیادہ نفیس اور لذیذ نہیں ہوتے۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں کھا کر دیکھا۔ اونچی دکان پھیکا پکوان۔ ہندوستان کے کھانوں کی بات نہ تھی۔ چوں کہ برف پوش پہاڑوں کا قرب ہے۔ سردی بہت سخت پڑتی ہے۔ گرمی معتدل رہتی ہے۔ سردی میں لوگ مچھلی کا تیل کثرت سے پیتے ہیں اور وہ خوب سستا ملتا ہے۔ مزید برآں یہاں دنبہ کا گوشت عراق سے بھی زیادہ فربہ ہوتا ہے۔ اور لوگ خالی چربی کے کباب پیٹ بھر بھر کر کھاتے ہیں طبیعت میں جس قدر بھی حرارت ہو کم ہے چنانچہ سڑکوں پر دیکھئے تو لوگ شیشے کے تنگ بغلوں میں دبائے پھرتے ہیں۔ ان میں کھٹے کا نہایت ترش شربت بھرا ہوا ہے۔ خوب برف پڑا ہوا ہے۔ راستہ چلتے لوگ خریدتے ہیں اور گلاس پر گلاس پیتے ہیں۔ تب کہیں طبیعت ٹھکانے سے رہتی ہے۔ ہوٹلوں کے نظارے بھی پر لطف ہیں۔ صاف، ستھرے، آراستہ۔ قیام طعام کا حسب دل خواہ انتظام اور کچھ گراں نہیں۔ کل صحن میں سنگ مرمر کا فرش۔ وسط میں حوض اور زور دار فوارہ۔ اِدھر اُدھر گدّے دار کرسیاں اور سوفے۔ لوگ بڑی بے فکری سے بیٹھے باتیں کرتے ہیں۔ حقّے پیتے ہیں۔ حقّے بھی بہت نفیس اور پُر تکلف شیشے بلور کے بنے ہوئے۔ علیٰ ہذا حمام بھی صاف ستھرے ہیں۔ بغداد شریف میں ابھی یہ بات نہیں ہے۔ دمشق گرچہ اب بھی کافی پُر رونق نظر آتا ہے۔ لیکن سچ پوچھئے تو پہلے کے مقابل غیر آباد ہے۔ بلکہ بعض حصے ویران ہیں۔ اس کی شہرۂ آفاق رونق اور آبادی ترکوں کے ساتھ چلی گئی۔ سب کی زبان پر یہی داستان ہے۔

بیروت | بیروت شام کا بہت آباد اور پر رونق بندر گاہ ہے۔ ریل یا موٹر کار کے ذریعہ دمشق سے چند گھنٹوں کا سفر ہے۔ یہاں بھی پہاڑوں کے قدرتی مناظر بہت دل فریب ہیں عمارتیں بہت خوش وضع ہیں۔ یورپ کے تہذیب و تمدن کے آثار دمشق کے مقابل یہاں بڑھے ہوئے

ہیں۔ عیسائی زیادہ آباد ہیں۔ کاروبار کا بھی بڑا مرکز ہے۔ لوگ سیر و تفریح کے واسطے بھی آتے ہیں۔ حمص، حماہ اور حلب شام کے قدیم شہر ہیں۔ حمص میں اسلام کے نامور سپہ سالار فاتح اعظم حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ حماہ میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے منجھلے صاحبزادے سیدی حضرت عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ حلب میں حضرت زکریا علیہ السلام کا روضہ شریف ہے۔ دمشق سے ریاق ہوتی ہوئی ان شہروں کو مسلسل ریل جاتی ہے۔ سفر میں کوئی دشواری نہیں ہے۔

فصل ۳

سکہ کا مسئلہ سفر ہو یا حضر سب کام زر سے چلتا ہے۔ لیکن طویل سفر میں جب کہ مختلف ممالک سے گزر ہو۔ مختلف زروں سے کام لینا پڑتا ہے۔ چنانچہ عراق میں عام طور پر ہندوستانی روپیہ چلتا ہے۔ ہندوستانی نوٹ کی بڑی قدر ہے۔ البتہ عراقی زر کا اجراء زیر تجویز ہے۔ غالباً عنقریب جاری ہو جائے گا۔ عراق سے شام کو جائیے تو موٹروں کا کرایہ بالعموم ترکی پونڈ کے حساب سے قرار پاتا ہے جو لیرا کہلاتا ہے۔ طلائی سکہ ہے معمولاً بارہ روپیہ کے حساب سے بغداد شریف میں ملتا ہے۔ اس کا نوٹ بھی چلتا ہے۔ شام میں پہنچئے تو وہاں فرانسیسیوں کی طرف سے نیا زر جاری ہے جو سوری کہلاتا ہے۔ سوری پونڈ یا لیرا محض کاغذی زر ہے۔ معمولاً ڈھائی روپیہ کے ہمقدر ہے۔ ذیلی زر یعنی سوری قرش بھی بیشتر کاغذی شکل میں چلتا ہے۔ کمتر نکل کا ہوتا ہے۔ غرض کہ شام میں فرانسیسیوں نے تمامتر زر کاغذی جاری کر رکھا ہے۔ طلائی زر کمیاب ہے۔ اسی وجہ سے عموماً سوری زر کی قدر کم ہے۔ فلسطین میں ابھی تک مصری زر رائج ہے۔ چنانچہ دمشق سے بیت المقدس کو جاتے ہیں تو راستہ میں حیفہ بندرگاہ پڑتا ہے۔ دمشق سے حیفہ تک ریل کا کرایہ سوری لیرے کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے اور حیفہ سے بیت المقدس تک مصری سکوں کے حساب سے لیا جاتا ہے۔ مصری پونڈ ترکی پونڈ سے قدر و قیمت میں بڑھا ہوا ہے انگریزی پونڈ کے قریب قریب ہے۔ تقریباً ۱۳ للعہ کو ملتا ہے۔ طلائی اور کاغذی دونوں قسم کا

بے تکلف چلتا ہے۔ ذیلی زر یعنی مجیدی عرف ریال اور اس کے حصے نصف چہارم بلکہ ہشتم تک نقرئی ہیں۔ ان سے چھوٹے سکے یعنی قرش نکل کے بنے ہوئے ہیں۔ غرض کہ فلسطین سے مصر تک مصری زر رائج ہے۔ اسی کے حساب سے خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اسی کے حساب سے ریل وغیرہ کا کرایہ مقرر ہے۔ بلکہ مصر کے کسی بندرگاہ مثلاً اسکندریہ پورٹ سعید یا سویز سے خدیویہ میل یا کسی جہاز میں ینبوع یا جدہ کو جائے تو یہ کرایہ بھی مصری پونڈ کے حساب سے لیتے ہیں لیکن حال میں معلوم ہوا کہ انگریزوں کی طرف سے فلسطین میں نیا زر جاری کیا گیا ہے جو اپنے اصول تقسیم کے لحاظ سے بہت کچھ مصری زر کے مشابہ ہے۔ حجاز میں ابھی تک ترکی مجیدی کا رواج ہے۔ البتہ اس کے اجزا مثلاً نصف چہارم ہشتم کم قیمت پر چلتے ہیں۔ ان کے بجائے سلطان ابن مسعود نے اپنی طرف سے نکل کے قرش جاری کر دیئے ہیں۔ ممکن ہے آئندہ مجیدی کے بجائے وہ اپنا ہی نقرئی سکہ بھی جاری کر دیں۔ مجیدی بھی نئی چلتی ہے۔ پرانی مجیدی چلانے میں دقت ہوتی ہے۔ البتہ ہندوستانی روپیہ کا رواج بہت بڑھ رہا ہے بے تکلف چلتا ہے اور ہندوستانی نوٹوں کی بھی بڑی قدر ہے۔ فصل ۳

ہندوستان سے روانہ ہوتے وقت اشرفیاں ساتھ رکھنا بڑی نادانی ہے۔ عراق تک تو خیر مضائقہ نہیں۔ وہاں سے آگے بڑھئے تو بلا مبالغہ ہر منزل پر سرکاری کروڑگیری والے اول یہی سوال کرتے ہیں تمھارے پاس کچھ طلا یا طلائی سکے تو نہیں ہیں۔ اگر نہیں ہیں اور آپ کے کہنے پر اُنھوں نے اعتماد کیا تو غنیمت اور اگر ان کو شبہ ہوا تو سامان کھول کھول کر خوب دیکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ جامہ تلاشی لیتے ہیں۔ اگر طلائی سکے مل جائیں تو ان کو ضبط کر لیتے ہیں اور معاوضہ میں اپنے ملک کا زر دیدیتے ہیں اور بالعموم زر کاغذی دیتے ہیں۔ مسافروں کا کوئی عذر نہیں سنا جاتا۔ غریب ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں ؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

بہتر بلکہ لازم ہی کہ کل رقم بشکل ہندوستانی نوٹ ساتھ رکھے۔ سو سو کے نوٹ بہت کارآمد ہوتے ہیں۔ تمام ممالک میں ان کی قدر ہی۔ بے تکلف مبادلہ ہوتا ہی۔ بغداد شریف میں بقدر ضرورت ترکی طلائی لیرے بنالے۔ بالعموم سفر شام میں ان ہی کے حساب سے موٹر کا کرایہ دیا جاتا ہی۔ اور پیشگی دیا جاتا ہی۔ بغداد شریف ہی میں سبکدوشی ہوجاتی ہی۔ کچھ سوری لیرے بنالے تاکہ دمشق پہنچتے ہی فوری اخراجات کے واسطے مبادلہ کی ضرورت نہ پڑے۔

فصل۳

دمشق پہنچکر اخراجات کے واسطے جتنے سوری، لیرے چاہے بنالے۔ یہاں سے چلتے وقت کچھ مصری پونڈ اور مجیدیاں ساتھ رکھ لے تاکہ بیت المقدس پہنچنے تک کام چلے لیکن مصری پونڈ کے نوٹ ساتھ رکھے۔ طلائی سکے نہ رکھے ورنہ راستہ میں ضبط ہوجانا یقینی ہی۔ مفت کی دردسری ہی۔ بیت المقدس میں بقدر ضرورت مصری زر لے لے۔ لیکن اب چوں کہ فلسطین میں نیا زر جاری ہوگیا ہی۔ مصری زر کے بجائے اسی کو حاصل کرنا ہوگا تاہم بیت المقدس سے مصر جاتے وقت اور مصر سے ینبوع یا جدہ کو جہاز میں سوار ہوتے وقت مصری زر کی ضرورت پڑے گی۔ بہتر ہی کہ بیت المقدس ہی سے مصری زر ساتھ رکھ لے مصر میں کچھ قیام مقصود ہو تو وہاں باقی زر مل جائے گا۔ حجاز پہنچکر ترکی مجیدی کا خرچ شروع ہوتا ہی۔ اس کے مبادلہ کی تفصیل یہ ہی کہ چاہے تو بغداد شریف یا دمشق یا بیت المقدس میں بنالے۔ وہاں نسبتاً ارزاں ملتی ہی۔ شرح مبادلہ ۱۳؎ تا ۱۴؎ رہتی ہی۔ حج کے زمانہ میں حجاز میں اس کی شرح ۱۴؎، ۱۶؎ ہوجاتی ہی۔ وزن ساتھ لئے پھرنے کی دقت ہی ورنہ معلوم ہوا کہ طلائی سکوں کی طرح کروڑگیری میں نقرئی سکوں کی کچھ ایسی روک ٹوک نہیں ہی۔ لیکن صاف نقش و نگار کی نئی مجیدیاں خریدنی چاہئیں۔ ذرا بھی گھسی منڈی ہوں تو حجاز میں ان کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ وبال جان ہوجاتی ہیں جیسا کہ

اوپر ذکر آچکا ہے۔ ہندوستانی روپیہ بھی براہ راست چلنے لگا ہے۔ اور سو روپئے والے نوٹوں کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

فصل ۳

مذکورۂ بالا زروں کی تقسیم اور باہمی شرح مبادلہ کی مختصر یادداشت ذیل میں ملاحظہ ہو۔

۱ (الف) ترکی لیرا یعنی پونڈ — طلائی یا کاغذی

= ترکی مجیدی نقرئی ۱۰ یا ۱۱ عدد

= لیرا سوری (شامی) کاغذی ۵ یا ۶ عدد

= عـہ یا عـہ/۸ ہندوستانی

(ب) ترکی مجیدی نقرئی

= ۲۰ قرش یا پیاسٹر ترکی۔ بیشتر نقرئی کمتر نکل

= نصف لیرا سوری کاغذی

= ۵۰ قرش سوری۔ بیشتر کاغذی کمتر نکل

= عصہ/۳ لغایۃ عصہ/ ہندوستانی

۲ (الف) مصری پونڈ۔ طلائی یا کاغذی

= مصری مجیدی عرف ریال نقرئی ۵ عدد

= ترکی مجیدی نقرئی ۱۱ یا ۱۲ عدد

= سوری لیرا کاغذی کم و بیش ۶ عدد

= تقریباً للعـہ ہندوستانی

(ب) مصری مجیدی یا ریال نقرئی

= ۲۰ قرش یا پیاسٹر مصری۔ بیشتر نقرئی کمتر نکل } سوری قرش یا پیاسٹر کم و بیش ۱۲۵ عدد

= ترکی قرش یا پیاسٹر کم و بیش ۵۰ عدد

= ترکی مجیدی تقریباً ۲½ عدد

= سوری لیرا تقریباً ۱¼ عدد

= تقریباً عہ ۱۲؍ ہندوستانی

(ج) مصری قرش یا پیاسٹر بشیتر نقرئی۔ کمتر نکل

= ۱۰ ملیمات مصری نکل

۴ - سوری لیرا۔ کاغذی

= سوری قرش یا پیاسٹر ۱۰۰ عدد ۱۰ اتک کاغذی۔ کمتر نکل

= تقریباً ۲ ترکی مجیدی

= تقریباً عہ ۸؍ ہندوستانی

فصل چہارم

شام تا فلسطین

ریلوے لائنوں کا سلسلہ

دمشق سے بیت المقدس کا سفر درپیش ہے۔ اس سلسلہ میں اجمالی طور پر ریلوں کے راستے سمجھ لینا مناسب ہے۔ دمشق کو مرکز مانئے تو یہاں سے ایک ریلوے لائن شمال کو جاتی ہے۔ ریاق، حمص، حماء اور حلب مشہور اسٹیشن ہیں۔ یہی لائن مشرق کی طرف مڑتی ہوئی دور موصل کے قریب تک چلی گئی ہے۔ ریاق سے ایک لائن بیروت کو نکلی ہے اور حمص سے ایک لائن طرابلس کو۔ گویا شمال میں یہ دو جنکشن ہیں۔ دمشق سے لائنوں کا دوسرا سلسلہ جنوب اور مغرب کی طرف گیا ہے۔ حجاز ریلوے لائن جنوب میں مدینہ منورہ تک گئی ہے۔ لیکن آج کل ریل درعا اور عمان سے گزرتی ہوئی صرف معان تک جاتی ہے۔ بدامنی اور بے مرمتی کے سبب سے معان سے مدینہ منورہ تک لائن بند پڑی ہے۔ دوبارہ جاری کرنے کی تجویز ہو رہی ہے۔ درعا ایک جنکشن ہے۔ یہاں سے دوسری لائن مغرب کی جانب نکلتی ہے اور سماخ ہوتی ہوئی حیفہ بندرگاہ تک جاتی ہے حیفہ سے فلسطین کی ریلوے لائن شروع ہوتی ہے۔ فلسطین میں لد بڑا جنکشن ہے۔ حیفہ سے ریل لد ہوتی ہوئی براہ راست نہر سویز تک قنطرہ جاتی ہے۔ حیفہ کے جنوب میں یافہ دوسرا بندرگاہ ہے۔ یافہ سے ریل لد ہوتی ہوئی براہ راست بیت المقدس جاتی ہے۔ اب اگر حیفہ سے بیت المقدس جانا ہو یا اس کے برعکس سفر کرنا ہو۔ علیٰ ہذا بیت المقدس سے

قنطرہ جانا ہو یا اس کے برعکس سفر کرنا ہو تو حسب تفصیل بالا لد جنکشن پر یافہ یا حیفہ کی نصل گاڑی تبدیل کرنا پڑتی ہے۔ قنطرہ کے دو اسٹیشن ہیں ساحل فلسطین پر مشرقی اسٹیشن اور ساحل مصر پر مغربی درمیان میں نہر سویز حائل ہے جو کشتیوں میں عبور کی جاتی ہے۔ مغربی قنطرہ کے اسٹیشن سے ریل براہ راست قاہرہ کو جاتی ہے۔ راستہ میں اسماعیلیہ جنکشن ہے وہاں سے ایک لائن سویز بندرگاہ کو جاتی ہے۔ یہ بندرگاہ پورٹ توفیق کہلاتا ہے۔ یہاں سے جہاز میں سوار ہو کر ینبوع یا جدہ جا سکتے ہیں۔ ینبوع مدینہ منورہ کا بندرگاہ ہے اور جدہ مکہ معظمہ کا۔

سامان کی دیکھ بھال اس سے قبل ذکر آچکا ہے کہ دمشق میں پہنچتے ہیں تو پولس کے صدر دفتر جاتے ہیں وہاں کچھ استفسارات ہوتے ہیں اور پاسپورٹ لے لئے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ غائبانہ طور پر خفیہ پولس بھی کچھ تفتیش کرتی ہے۔ دو چار روز بعد دفتر جا کر پاسپورٹ واپس لے آتے ہیں اور حسب معمول آئندہ سفر میں اس کو احتیاط سے ساتھ رکھتے ہیں۔ دوشنبہ، چہارشنبہ اور جمعہ۔ ہفتہ میں تین روز ریل دمشق سے حیفہ کو جاتی ہے۔ صبح ۸ بجے روانہ ہوئی اور شام کو ۷ بجے پہنچ گئی۔ دمشق سے حیفہ تک درجہ سوم کا کرایہ ۵ سوری لیرے مقرر ہیں۔ تقریباً ۷ہ۵ ہندی روپئے۔ روانہ ہوتے وقت دمشق کے اسٹیشن پر معائنہ کے واسطے پھر پاسپورٹ لے لئے جاتے ہیں اور دو چار گھنٹہ بعد ریل میں واپس آجاتے ہیں۔ اسٹیشن پر سامان وغیرہ خوب کھول کھول کر دیکھتے ہیں۔ خاص فکر یہ ہوتی ہے کہ مسافر کچھ طلا یا طلائی سکے تو ساتھ نہیں لے جا رہے ہیں۔ خدا کے فضل سے یہاں بھی ہماری بات کا اعتبار کر لیا اور سامان کھولنے کی نوبت نہیں آئی۔ ورنہ بڑی مشکل تھی۔ وقت تنگ تھا۔ یقیناً ریل نکل جاتی۔ عین وقت پر سوار ہو گئے۔ ہمارے دوست عبدالرحمن صاحب ہندی، چلتے وقت اس طرح محبت سے گلے ملے کہ گویا قریبی عزیزوں کو رخصت کر رہے ہیں

فصل ۴

سبحان اللہ اسلامی اخوت بھی کیسی نعمت ہے۔

بے نظیر مناظر | دمشق سے ریل چلتی ہے تو اول پہاڑیوں میں چکر کھاتی ہے۔ اس کے بعد درعہ جنکشن تک ہموار میدان پر دوڑ لگاتی ہے۔ البتہ اِدھر اُدھر پہاڑی سلسلے ساتھ رہتے ہیں۔ درعہ جنکشن سے روانہ ہوکر سہ پہر کو پھر پہاڑی سلسلوں میں داخل ہوتی ہے اور سماخ اسٹیشن تک تقریباً ۴ گھنٹے عجیب و غریب قدرتی مناظر کی سیر کراتی ہے۔ آنکھیں حیران ہو جاتی ہیں۔ انتہائے دل فریبی کی وجہ سے یہ سفر خواب و خیال معلوم ہوتا ہے۔ کہنے کو تو پہاڑی سلسلے، مگر کیسے سلسلے۔ سبزہ سے ڈھکے ہوئے۔ رنگ برنگ پھولوں سے لدے ہوئے بلا مبالغہ معلوم ہوتا ہے کہ سبز پھول دار اطلس و کمخواب کا فرش بچھا ہوا ہے اس پر بیسیوں چھوٹے چھوٹے آبشار اور نالے آفتاب کی شعاعوں سے پانی میں سنہری روپہلی جھلک گویا کہ فرش پر گنگا جمنی کام بنا ہوا ہے۔ ریل ان سلسلوں میں صدہا نشیب و فراز پر اترتی چڑھتی ہے اور پہاڑیوں کے ارد گرد قدم قدم پر بل کھاتی ہزارہا چکر لگاتی ہے۔ سانپ کی کیا حقیقت جو ایسی لہریں مارے۔ آٹھ دس کوہی سرنگوں میں گھستی ہے۔ شام تک یہی منظر رہتا ہے۔ بیٹھنے کا کیا ذکر ہے۔ مسافر کھڑکیوں سے سر نکالے محو حیرت کھڑے رہتے ہیں یا کوئی اسٹیشن آتا ہے تو اتر اتر کر پھولوں سے گود بھر لاتے ہیں۔ گلدستے بناتے ہیں۔ دل بہلاتے ہیں۔ یہ ریلوے لائن ترکوں نے نکالی تھی۔ ان کی انجینیری دیکھکر عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ دوسرے ممالک کا علم نہیں لیکن کم از کم ہندوستان میں جہاں جہاں ریل پہاڑی سلسلوں سے گزرتی ہے۔ قدرتی مناظر ہزار دل فریب سہی لیکن یہاں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

حیفا | غرض کہ دمشق سے حیفہ تک عجب قدرتی مناظر کی سیر رہتی ہے۔ بعد مغرب حیفہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ایک خاصا آباد اور پُر رونق بندرگاہ ہے۔ اسٹیشن کے قریب متعدد ہوٹل

ہیں۔ بیشتر عیسائیوں کا انتظام ہے۔ شراب نوشی اور عیاشی کی کثرت معلوم ہوتی ہے۔ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ایک اسلامی ہوٹل لوکنڈۃ دارالسرور میں پہنچا دیا جو تمام بداخلاقیوں سے محفوظ تھا۔ اچھا کشادہ ہوادار خوش منظر کمرہ ملا۔ ساز و سامان سے آراستہ۔ خوب خاطر تواضع ہوئی۔ ایک شب قیام رہا۔ چلتے وقت جو معاوضہ دیا۔ خوشی سے لے لیا۔ نہ حجت، نہ تکرار۔ البتہ ہوٹل والوں کو یہ خیال ضرور تھا کہ ہم حاجی لوگ ہیں اور ان کی یہ بھی فرمائش تھی کہ ہم حرمین شریفین میں ان کے واسطے دعا کریں یہ فرمائش عراق، شام، فلسطین اور مصر میں جہاں جہاں گزر ہوا اور جس جس سے ملنا ہوا۔ بہت عام تھی۔ ملاقاتیوں کا تو ذکر کیا ہے۔ مساجد میں جائیے۔ سرکاری اور کاروباری دفاتر جائیے۔ دکانات پر جائیے۔ ٹرام میں بیٹھئے۔ ریل میں سفر کیجئے۔ انداز وضع سے پہچان لیتے کہ ہندوستانی حجاج ہیں اور بے تکلف دعا کی فرمائش کرتے کہ اللہ تعالیٰ ایمان محفوظ رکھے۔ حج بیت اللہ نصیب کرے، روضہ نبوی کی زیارت نصیب کرے۔ خاص کر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی بیتابی سے تاکید کرنے لگتے ع

وقت پر بھول نہ جانا یہ ذرا یاد رہے

حاجی سمجھ کر ہمارے ساتھ بھی ہر طرح کی رعایت مروت کرتے۔ خاطر مدارات کرتے، اظہار اخلاص و عقیدت کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابھی خدا کے فضل سے ان کے دلوں میں اللہ رسول کی محبت اور دین کی قدر باقی ہے۔ ہندوستان کی سی حالت نہیں کہ بمبئی میں مسلمان دکان دار غریب حاجیوں کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ ان کی تحقیر کرتے ہیں۔ جاتے آتے وقت بہت کم لوگ حاجیوں کی بات پوچھتے ہیں اور حج کو غریب بوڑھوں کے واسطے مخصوص سمجھتے ہیں۔

حیفہ تا قنطرہ و یافہ تا بیت المقدس | جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے حیفہ سے ریل راست قنطرہ جاتی ہے اور یافہ سے

فصل ۴

فصل ۴

راست بیت المقدس۔ روزانہ آمدورفت ہے۔ دونوں کا لد جنکشن سے گزر ہوتا ہے اور مسافر ریلیں بدل لیتے ہیں۔ مثلاً حیفہ سے صبح ۸ بجے ریل روانہ ہوکر دس بجے لد پہنچ جاتی ہے اور وہاں سے قنطرہ کو چلدیتی ہے۔ بیت المقدس کے مسافر لد اترتے ہیں۔ یافہ سے جو ریل بیت المقدس جاتی ہے۔ ساڑھے دس بجے اس میں سوار ہوکر دو گھنٹے میں منزلِ مقصود پہنچ جاتے ہیں۔ حیفہ سے بیت المقدس تک درجہ سوم کا کرایہ ۷ ۳ $\frac{1}{2}$ مصری قرش یعنی مبلغ صہ؍ کے قریب ہے۔ یہ سفر بھی قدرتی مناظر کے لحاظ سے کافی دلچسپ ہے۔ اول تو حیفہ سے بنیامنا اسٹیشن تک تقریباً ایک گھنٹہ ریل سمندر کے ساحل سے اس طرح ملی ملی جاتی ہے کہ صرف چند قدم کے فاصلے پر سمندر لہریں مارتا رہتا ہے اور علیٰ ہذا چند گز کے فاصلے پر دوسری جانب پہاڑی سلسلہ ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اور اس پر وہی سبزہ وہی بیل پھول۔ ایک طرف وسیع سمندر اور دوسری طرف بلند پہاڑ۔ یہ بھی خاصا دل کش منظر ہے۔ لد سے روانہ ہوکر جوں جوں بیت المقدس کی جانب بڑھئے پھر پہاڑیوں کا سلسلہ پھیلتا ہے اور ریل ان میں گھومتی ہے۔ لیکن ایک بڑا فرق ہے وہ یہ کہ ان پہاڑیوں پر نہ سبزہ نہ پھول، بیشتر خشک اور بے رونق ہیں۔ حیدرآباد دکن کے قرب وجوار میں جیسی خشک پہاڑیاں ہیں ان کے بہت مشابہ ہیں۔ حتیٰ کہ بیت المقدس پہنچئے تو نظر آتا ہے کہ پہاڑیوں کا ایک گنجان سلسلہ ہے اور اسی پر تمام شہر آباد ہے۔

موٹر سروس بغداد شریف سے دمشق تک تو مجبوری ہے کہ درمیانی لق ودق میدان دوسری طرح عبور کرنا بہت سخت دشوار ہے۔ موٹر کار سے یہ مشکل آسان ہوجاتی ہے اور ان طویل السفر موٹر کاروں پر سرکار کی طرف سے کافی نگرانی بھی رہتی ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ عراق، شام اور فلسطین ان سب ممالک میں موٹر کاروں کا رواج بہت بڑھ گیا ہے اور بڑھ رہا ہے۔ خواہ ریل جائے نہ جائے قریب وبعید تمام مقامات کو موٹر کار جاتے

ہیں۔ حتیٰ کہ فارس سے راست شام پہنچتے ہیں۔ چنانچہ دمشق کے قریب ہم کو طہران سے آنے والے موٹر کار ملے۔ قرینہ یہ ہے کہ عنقریب بلوچستان کی راہ سے ہندوستان میں بھی ان ممالک سے موٹر کاروں کی آمد و رفت شروع ہو جائے گی۔ ہندوستان فارس، عراق، شام اور فلسطین۔ لوگ موٹر کاروں میں بیٹھے بیٹھے ان تمام ممالک کا سفر کریں گے اور ہمت کی تو ترکی کی طرف بڑھ جائیں گے اور وہاں پہنچ کر ممالک یورپ کے راستے صاف ہیں۔ بہرحال موٹر کاروں کی ترقی کے واسطے بہت وسیع میدان نظر آتا ہے۔ عام سواری کے موٹر کاروں کے مقابل ان معرکوں کے واسطے موٹر کار بھی خاص طور پر مضبوط اور طاقتور بناتے ہیں۔ گو ان کے رقیب ہوائی جہاز پیدا ہو رہے ہیں، تاہم موٹر کاروں کو کچھ خوف نہیں۔ وہ ان کے جانشین نہیں بن سکتے موٹر کاروں میں جو سیر و سیاحت کا لطف ہے۔ ہوائی جہازوں میں کہاں۔ البتہ کسی کو صرف بڑے بڑے شہر دیکھنے مقصود ہوں یا پہاڑی مقامات سے گزرنا ہو یا سفر بہت جلد طے کرنا ہو تو دوسری بات ہے۔ غرض کہ زائرین و حجاج کو عراق کی طرح شام و فلسطین میں بھی ہر جگہ کے واسطے موٹر کار بآسانی ملتے ہیں لیکن اکثر مقامات کو ریل بھی جاتی ہے۔ قرین احتیاط یہ ہے کہ حتی الوسع ریل میں سفر کرے۔ ریل کو موٹر کار پر ترجیح دے۔ اس میں گو کچھ وقت زیادہ صرف ہو۔ لیکن اطمینان اور حفاظت زیادہ ہے۔ بعض وقت کمپنی کی بدمعاملگی کی وجہ سے، بعض وقت شوفروں کی شرارت سے اور بعض وقت اتفاقی حادثات کی بدولت موٹر کار کے سفر میں کم از کم نوواردوں کو ضرور تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ ہم کو تو اللہ تعالیٰ نے ایسے تلخ تجربوں سے محفوظ رکھا تاہم حالات سننے اور دیکھنے سے کافی تجربہ ہو گیا۔ حیفہ میں ہم کو بھی موٹر کار والوں نے بہت گھیرا کہ ریل کے بجائے موٹر کار میں بیت المقدس چلیں۔ ایک سے معاملہ بھی ہوا۔

فصل ۴

فصل ۴ لیکن اس میں دھوکا تھا عین وقت پر پتا چل گیا اور ہم کو تھوڑی دوا دوش سے ریل مل گئی۔ ۸ بجے صبح روانہ ہوکر دوپہر کو بارہ ایک بجے تک بیت المقدس پہنچ گئے۔ والحمدللہ

بیت المقدس | بیت المقدس کا تمام شہر بہت ہی گنجان اور متصل پہاڑیوں پر آباد ہے۔ گویا پہاڑی پہاڑی پر محلہ ہے۔ اسی وجہ سے شہر کے راستوں میں بہت زیادہ نشیب و فراز ہے۔ اس شہر کو جو تاریخی قدامت اور مذہبی عظمت حاصل ہے محتاج بیان نہیں۔ اس بحث پر ضخیم تواریخ موجود ہیں۔ مختصر تفصیل بھی باعثِ تطویل ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہودی عیسائی اور مسلمان تینوں کی زیارت گاہ ہے اور تینوں کا یہاں اجتماع ہے۔ صدیوں مسلمانوں کی حکومت رہی۔ حال میں انگریزوں نے مسلمانوں کو دلاسا دے کر ترکوں کے بجائے اپنا قبضہ جما لیا ہے۔ آج کل انھیں کی حکومت ہے۔ تاہم ایک سپریم مسلم کونسل یعنی اسلامی مجلس اعلیٰ قائم کی ہے۔ اس کا صدر گرانڈ مفتی یعنی مفتی اعظم کہلاتا ہے۔ عمائدین کا میعادی انتخاب ہوتا ہے۔ مسجدِ اقصیٰ کے ایک پہلو پر کونسل کے اجلاس و دفاتر باقاعدہ موجود ہیں۔ اوقاف کا تمام انتظام اور مقاماتِ مقدسہ کا اہتمام اسی مجلس کے سپرد ہے اس کے ساتھ ہی انگریزی حکومت یہودیوں کو بہت تقویت دے رہی ہے۔ فلسطین کے تمام زرخیز علاقوں میں یہودیوں کو لا لا کر آباد کر رہی ہے۔ چنانچہ ریلوں میں سفر کیجیے تو ہر طرف نو آبادیات کے سلسلے نظر آتے ہیں۔ خاص شہر قدس میں یہودیوں کے نئے نئے محلے بس رہے ہیں۔ عمارات بن رہی ہیں۔ سڑکیں نکل رہی ہیں۔ بازار کھل رہے ہیں۔ جبلِ زیتون پر یہودیوں کی شاندار یونیورسٹی تیار ہو رہی ہے لیکن حال کے زلزلوں میں عام عمارات کی طرح یونیورسٹی کی عمارات کو بھی سخت صدمہ پہنچا۔ تقریباً بے کار ہو گئی۔ انگریزوں کا خیال ہے کہ فلسطین کو یہودیوں کا خاص وطن
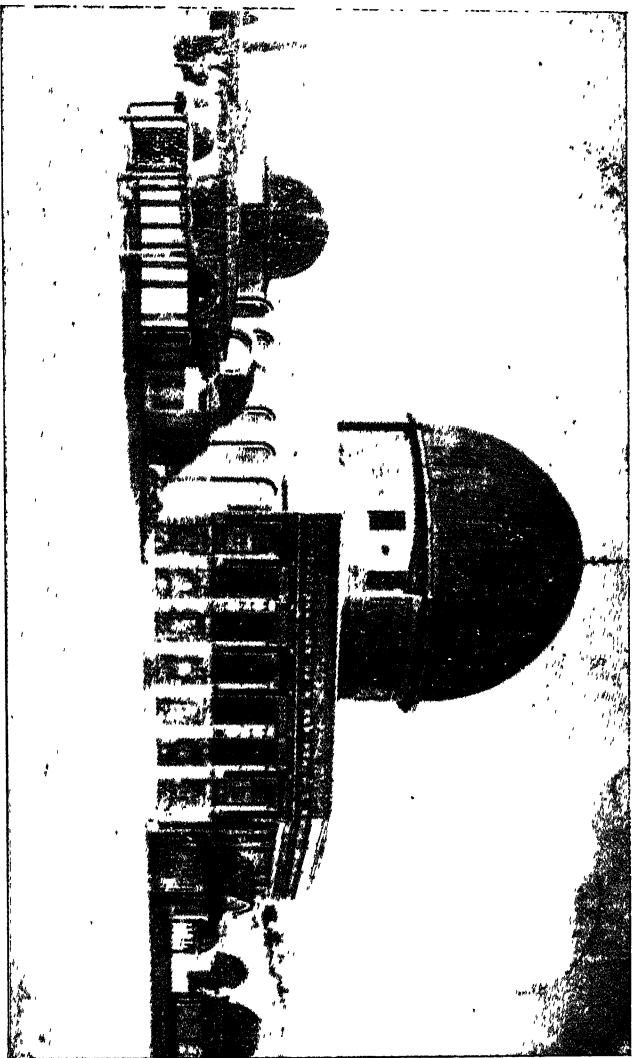
مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کے صحن میں گنبد صخرہ شریف معروف بہ مسجد عمر (رض)

(صفحہ ۸۹)

بنا دیں۔ کاروباری لوگ ہیں۔ ان کی کوشش سے ملک میں خوب ترقی ہوگی اور ممنونِ احسان ہوکر وہ حکومت کی خوب طرفداری اور حمایت کریں گے۔ عبرانی زبان کو بھی دوبارہ رائج کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ شاہی سرکاری دفاتر میں اس کو عربی کے پہلو بہ پہلو جگہ دی جا رہی ہے۔ ریل میں سفر کیجئے تو ٹکٹوں پر عربی عبارت کے ساتھ عبرانی عبارت بھی موجود ہے۔ ٹائم ٹیبل عبرانی زبان میں شائع ہوئے ہیں اور اسٹیشنوں کے نام عبرانی زبان میں لکھے ہوئے ہیں۔ غرض کہ انگریزوں کی طرف سے فلسطین میں یہودیوں کی بہت آؤ بھگت ہو رہی ہے۔ لیکن یہ قوم زیادہ تر صنعت و حرفت اور خاص کر لین دین کے کام کی شائق اور ماہر ہے اور فلسطین میں زیادہ تر زراعت ان کے گلے پڑ رہی ہے محنت زیادہ اور منفعت کم۔ چنانچہ خلاف توقع نووارد یہودی یہاں آکر مایوس ہو رہے ہیں۔ یہاں کی معاش اپنے واسطے ناکافی سمجھتے ہیں۔ انگریزوں کی مہمان نوازی سے کچھ خوش نظر نہیں آتے۔

قدس کی سب سے قدیم اور مقدس عمارت مسجد اقصیٰ ہے اور مسجد اقصیٰ میں سب سے متبرک مقام صخرہ شریف ہے۔ انبیاء بنی اسرائیل کے عہد سے یہ متبرک چلا آتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ اسی مقام پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ اسی مقام پر حسب روایت شب معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور بعد فراغت نماز یہاں سے عروج فرمایا۔ مسجد کا وسیع صحن ہے اس کے وسط میں یہ بہت بڑی چٹان ہے۔ لیکن اب بھی قریب قریب معلق ہے۔ برائے نام سہارا لگا ہوا ہے۔ اس کے نیچے تہ خانہ میں لوگ اترتے ہیں صخرہ شریف پر نہایت بلند اور شاندار گنبد ہے۔ گنبد کے چاروں طرف نہایت وسیع دوہرے برآمدے مگر دالان ہیں۔ یہ کل عمارت اندر کی جانب بہت آراستہ ہے۔ نہایت نازک اور خوشنما طلائی کام ہے۔ ہیرے جواہر

فصل ۴

بکثرت جڑے ہیں۔ گنبد شریف کا کام دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔ نہایت عجیب و غریب ہے۔ بے بہا ہے۔ دنیا میں اس کام کی نظیر نہیں ملتی۔ اہل یورپ کو بھی تسلیم ہے۔

اول حضرت فاروق اعظمؓ کے ایما سے صخرہ شریف پر مسجد کے نام سے ایک عمارت تعمیر ہوئی۔ پھر اسی مسجد کی یادگار میں عبدالملک بن مروان نے یہ گنبد تعمیر کرایا۔ بعدہٗ غازی اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس کو خوب مرصع کرا دیا۔ یہ نادر عمارت ان ہی دو اسلامی حکمرانوں کی فیاضی اور دینداری کی یادگار ہے۔ لیکن اب بھی وہ مسجد عمر ہی کہلاتی ہے۔ شب و روز یہاں صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔ زائرین کا مجمع رہتا ہے۔ صخرہ شریف پر آج بھی جو انوار و احوال ہیں معلوم ہوتا ہے کہ شاید عرش عظیم کا پرتو پڑ رہا ہے۔ سبحان اللہ ؎

وہ ایک بار ادھر سے گئے مگر اب تک ہوائے رحمت پروردگار آتی ہے

مسجد اقصیٰ میں جمعہ کی نماز بھی ماشاءاللہ بہت شاندار ہوتی ہے۔ سلطان صلاح الدین کا لگایا ہوا چوبی منبر اب تک موجود ہے۔ اسی پر جمعہ کا خطبہ ہوتا ہے۔ خطبہ شروع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے۔ علماء اور مشائخ کی ایک معزز جماعت سلطان صلاح الدین کے دو سبز علم ہاتھوں میں لے کر تکبیر اور درود شریف پڑھتی ہوئی مسجد میں داخل ہوتی ہے۔ تمام نمازیوں میں بجلی کی سی لہر دوڑ جاتی ہے۔ تکبیریں بلند ہوتی ہیں۔ یہ دو علم جہاد میں سلطان کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کو منبر کے دونوں طرف کھڑا کر دیتے ہیں۔ تب خطبہ شروع ہوتا ہے اور خطبہ رسمی نہیں بلکہ بہت پرجوش ہوتا ہے۔ موجودہ خطیب بھی بہت بلند آواز ہیں۔ گو مسجد نہایت وسیع ہے۔ مگر ان کی آواز سے گونج اٹھتی ہے۔ خطبہ کا دل پہ خاص اثر پڑتا ہے۔ اس میں امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور غازی اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ کا خاص طور پر ذکر آتا کہ
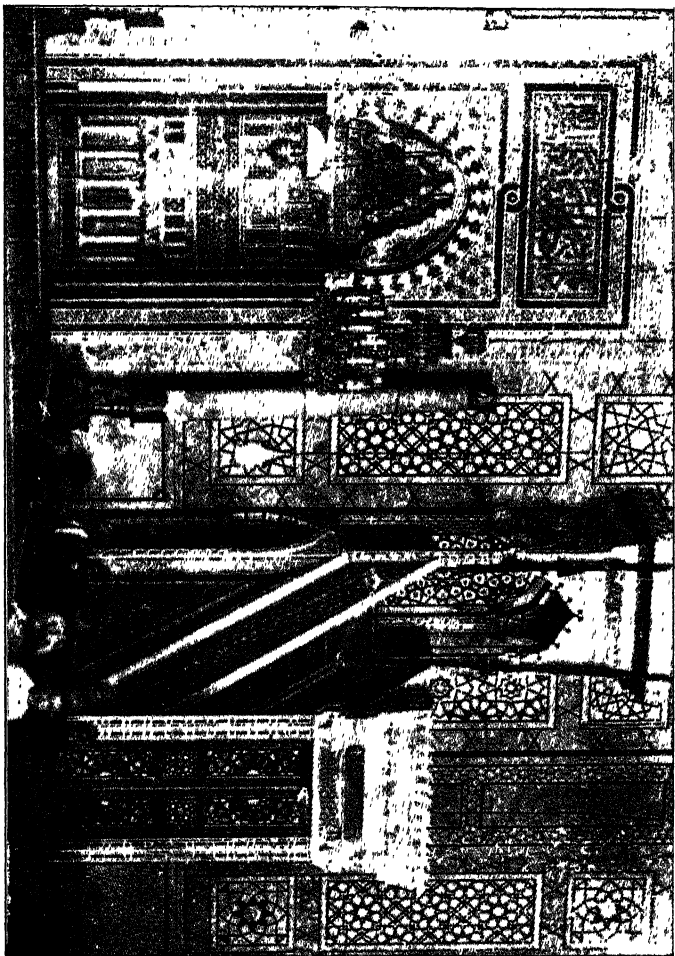
منبر و محراب جامع دمشق
(صفحه ۹۱)
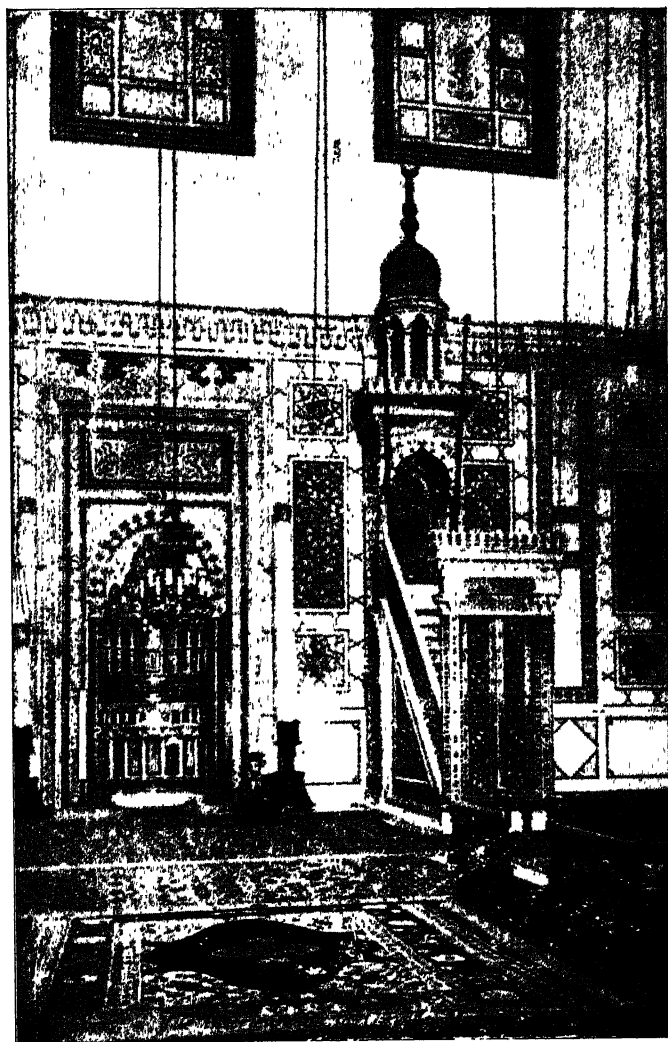
منبر و محراب جامع دمشق کا دوسرا منظر
(صفحہ ۹۱)

ان ہی دو فدائیان اسلام کی سرکردگی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں نے بیت المقدس پر قبضہ حاصل کیا اور قبضہ برقرار رکھا۔ بیت المقدس کی تاریخ میں الفاروق مولفہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم، حیات صلاح الدین مولفہ مولوی سراج الدین صاحب اور محاربات صلیبی مترجمہ مولوی معشوق حسین خاں صاحب قابل دید ہیں۔ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے مل سکتی ہیں۔ نصل ۲

مسجد اقصیٰ بہت بڑی مسجد ہے۔ البتہ عمارت قدیم وضع کی ہے مگر مضبوط ہے۔ بیشتر حصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولوالعزمی کی یادگار ہے۔ مسجد کا گنبد خوب بلند ہے۔ اس کی دیواریں کمزور ہو گئی تھیں۔ اندیشہ تھا کہ خدانہ خواستہ گنبد بیٹھ نہ جائے۔ اکثر ممالک اسلام سے چندہ جمع ہوا۔ چنانچہ بیت المقدس سے ایک وفد ہندوستان بھی آیا تھا اور کئی لاکھ روپیہ چندہ لے گیا۔ مسجد میں مرمت اور درستی کا سلسلہ جاری ہے۔ خاص کر گنبد کی درستی میں ترکی انجنیروں نے بڑا کمال دکھایا ہے کہ قدیم گنبد اپنی جگہ معلق قائم رہا اور اس کے نیچے کی دیواریں از سر نو مستحکم تعمیر ہو گئیں۔ گنبد میں نقش و نگار کا کام بھی قیمتی ہے۔ اس کی بھی تجدید ہو رہی ہے۔ مسجد کے بائیں پہلو میں محراب فاروقی ہے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود تشریف لا کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیت المقدس پر عیسائیوں سے قبضہ حاصل کیا اور بلا جنگ وجدال قبضہ حاصل کیا۔ تواریخ میں تفصیل موجود ہے۔ حضرت جس راہ سے مسجد اقصیٰ میں حاضر ہوئے وہاں بطور یادگار اب تک دروازہ قائم ہے اور جس مقام میں نماز شکرانہ ادا فرمائی۔ وہی مقام اب محراب فاروقی شمار ہوتا ہے۔ بڑے خیر و برکت کے آثار ہیں۔ عقیدت سے مسلمان وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ الحمدللہ ہم نے بھی نفل پڑھے۔

مسجد کے نیچے تہ خانے کی وضع پر بہت وسیع عمارت ہے۔ مسجد سے متصل بائیں جانب

فصل ۲ ایک ہموار میدان ہے۔ اس کے نیچے بھی ایسی ہی زمین دوز عمارت ہے جو اصطبل سلیمانی کہلاتی ہے۔ یہ عمارتیں اندر خوب بلند کشادہ روشن اور کافی ہوادار ہیں۔ اُترنے کے واسطے پختہ زینے بنے ہوئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے بیت المقدس میں متعدد زمین دوز عمارتیں اور سرنگیں موجود ہیں۔ جن میں بہت کچھ عجائبات محفوظ ہیں۔ خاص خاص ذمہ دار لوگوں کو اس کا علم ہے۔ جو بطور راز سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ مسجد کے ایک پہلو میں قدیم کتب خانہ اور عجائب خانہ ہے۔ جو واقعی قابل دید ہے۔ مسجد کا احاطہ بہت وسیع ہے۔ غالباً دنیا کی سب مساجد کے احاطوں سے زیادہ وسیع ہے۔ لیکن بیشتر حصہ یوں ہی خام ناہموار افتادہ ہے لوگ بلا تکلف معمولی زمین کی طرح جوتوں سے پھرتے ہیں۔ اس احاطہ کے وسط میں ایک خوب بلند اور وسیع چبوترہ ہے۔ اس کے وسط میں صخرہ شریف کا قابل دید عالی شان مرصع گنبد ہے قریب ہی چبوترہ پر ہیکل سلیمانی کے کچھ آثار محرابیں وغیرہ نظر آتی ہیں۔ دو ایک چھوٹے چھوٹے گنبد اور ہیں۔ ایک کنارہ پر کچھ بے ترتیب حجرے بنے ہوئے ہیں۔ باقی حصہ چبوترہ کا کھُلا ہوا ہے۔ خوب وسیع ہے۔ احاطہ کے جنوبی پہلو پر تو مسجد اقصیٰ کا مسقف حصہ ہے غربی کنارہ پر دو منزلہ عمارات ہیں۔ جہاں اسلامی مجلس اعلیٰ اور مفتی اعظم کے سرکاری دفاتر ہیں اسی جانب احاطہ کی پشت پر دیوار سے لگے ہوئے ایک گلی میں بے شمار یہودی شب و روز کھڑے توریت پڑھ پڑھ کر روتے رہتے ہیں۔ کہ یا خدا ہمارا قصور معاف کرا در پھر مسجد اقصیٰ ہمارے تفویض کر۔ جب تک یہ نہ ہوگا ہمارے مُردوں کی روحیں نجات نہ پائیں گی۔ مرد عورتیں، بوڑھے، بچے عجیب انداز سے سر ہلا ہلا کر پڑھتے اور روتے ہیں۔ بیساختہ ہنسی آجاتی ہے۔ اس لئے اعلان لگا ہوا ہے کہ خبردار یہاں کوئی نہ ہنسے اور رونے والوں کی ہنسی نہ اڑائے۔ اس کے مقابل شرقی کنارہ پر ایک تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا مزار ہے۔ دوسرے ایک نہایت مضبوط پتھر کی قدیم عمارت ہے جو حبس الجان کہلاتی ہے۔

فصل ۴

روایت یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام خطا وار جنوں کو یہاں مقید رکھتے تھے۔ احاطہ کے شرقی کنارہ پر بعض عالی شان عمارات کی پشت ہے۔ نیز اس طرف کچھ آثار قدیمہ کے ویران قطعات ہیں۔ خیال ہے کہ وہاں بہت سے عجائبات دبے ہوئے ہیں۔ مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے کے کئی شاندار دروازے ہیں۔ صرف مسجد کی عمارتیں اور صخرہ شریف کے قریب چبوترے پر لوگ جوتہ اتارتے ہیں۔ باقی کل احاطہ میں جوتوں سے پھرتے ہیں شام کو بالعموم مرد عورتیں، بوڑھے، بچے تفریح کی خاطر آتے ہیں۔ اِدھر اُدھر بیٹھتے ہیں دل بہلاتے ہیں۔ اب تجویز یہ ہے کہ چبوترے کے پہلو سے بے قاعدہ حجرے ہٹا کر ہر طرف خوش وضع محرابیں بنا دی جائیں۔ اور باقی وسیع صحن جو ناہموار پڑا ہے۔ اس میں چمن بندی کر کے روشیں نکال دی جائیں۔ تاکہ مسجد خوب بارونق اور پُر فضا ہو جائے۔

بیت المقدس میں اور اس کے گرد و نواح میں بے شمار تاریخی مقامات ہیں زائرین اور سیاح شب و روز گھومتے رہتے ہیں۔ چند میل پر بیت اللحم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ ہے۔ بحالت موجودہ ایک سنگ بست تہ خانہ ہے۔ موم کی بتیاں روشن کر کے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ تب اندر جاتے ہیں۔ بلاشک خاص کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ اس تہ خانہ پر ایک بلند اور وسیع عمارت ہے لیکن شکستہ حال ہے۔ تعجب ہے۔ مسجد اقصیٰ کے قریب وہ کوٹھری ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قید رہے۔ وہ مقام ہے جہاں عدالت میں پیش ہوئے۔ جہاں صلیب کھڑی کی گئی تھی۔ وہاں اب ایک شاندار گرجا ہے جو سب سے زیادہ متبرک مانا جاتا ہے۔ عام طور پر قمامہ کے نام سے مشہور ہے۔ عجیب بات یہ کہ اس گرجا کی کنجی قدیم سے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ موجودہ کلید بردار بھی مسلمان ہیں۔ عیسائی سلاطین اور امرا ان کو عقیدت سے تحائف اور نذرانے بھیجتے ہیں اور عیسائی ان کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ باہم شیر و شکر ہیں۔ علیٰ ہذا

نفس ۱۳

ایک قدیم شان دار گرجے کے روبرو مسجد فاروقی ہے۔ یہ ایک اسلامی رواداری کی یادگار ہے جس کو آج تک عیسائی بہت احسان مندی سے یاد کرتے ہیں جب کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بلا مزاحمت بیت المقدس پر قبضہ دلا دیا اور حضرت وہاں تشریف فرما تھے۔ ایک روز شہر میں گھومتے گھومتے اس گرجے میں تشریف لائے تو نماز کا وقت ہوگیا۔ عیسائیوں نے بخوشی گرجے میں نماز ادا کرنے کی خود ہی تحریک کی لیکن حضرت نے گرجے سے باہر اس کے دروازہ پر نماز پڑھی مبادا آئندہ کے واسطے نظیر ہو جائے۔ مسلمان گرجے کے اندر نماز پڑھنا اپنا حق سمجھنے لگیں اور عیسائیوں کو دشواری پیش آئے۔ اس رواداری کی یادگار میں گرجے کے سامنے مسجد تعمیر ہوئی۔ آج تک ہر کوئی اپنی اپنی عبادت گاہ میں صلح اور امن سے عبادت کرتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسائیوں کو تحریری فرامین عطا فرمائے وہ بھی آج تک بطور تبرک بڑی احتیاط سے ان کے پاس گرجوں میں محفوظ ہیں۔ غرض کہ بیت المقدس میں دلوں پر حضرت فاروق اعظم رضی کا سکہ بیٹھا ہوا ہے اور سلطان صلاح الدین رح نے اس کا نقش اور بھی گہرا کر دیا ہے۔ البتہ اب کچھ نقشہ بدل رہا ہے۔ آیندہ کا حال اللہ بہتر جانتا ہے اس کا ملک ہے وہی مالک ہے۔

شہر میں دیگر خاص زیارات یہ ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا مزار شریف، یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اور آسمان سے مائدہ نازل ہوا تھا۔ جس پتھر پر بیٹھ کر دعا مانگی وہ بھی وہیں جما ہوا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ بھی محفوظ ہے۔ مزار شریف بھی موجود ہے۔ یہ بھی ایک تہ خانہ میں بنا ہوا ہے۔ موم بتیاں روشن کرکے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں تب اندر حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں کے بھی خاص احوال ہیں۔ تہ خانہ کی دیواروں پر سونے جواہرات سے مرصع تصاویر آویزاں ہیں

جو شاہانِ یورپ نے بطور عقیدت چڑھائی ہیں۔ تہ خانہ پر ایک قدیم وضع کی سادہ مگر مستحکم عمارت بنی ہوئی ہے۔ قریب ہی جبل زیتون پر ایک گنبد ہے۔ یہ وہ مقام بتایا جاتا ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب سے آخر مرتبہ نظر پڑے اور جہاں سے ان کے صعود کرنے کی روایت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

خلیل الرحمٰن: بیت المقدس سے تیس چالیس میل کے فاصلے پر خلیل الرحمٰن قدیم بستی ہے۔ پختہ سڑک پر موٹروں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا تہ خانہ ہے غار الانبیا کہلاتا ہے۔ اس کے اندر بہت سے انبیا مدفون ہیں۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام۔ ان حضرات کے بھی یہیں مزارات ہیں۔ تہ خانہ کے اوپر شاندار عمارت ہے۔ اس میں ان چاروں حضرات اور ان کی ازواج مطہرات کے خوشنما روضے بنا دیئے ہیں زائرین بکثرت جاتے ہیں فاتحہ پڑھتے ہیں۔ تہ خانہ کا دروازہ موجود ہے اندر اترنے کی پہلے بھی اجازت نہ تھی۔ لیکن سُنا ہے کہ ایک ترکی حاکم عقیدت سے اصرار کر کے اندر اُترا اور واپس پلٹا تو مجذوب تھا جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا تھا اس سے مترشح ہوتا تھا کہ شاید کوئی عالم برزخ اس کی نظر پڑ گیا۔ اس کے بعد سے دروازہ چونہ پتھر سے چنوا دیا۔ اب صرف ایک روشن دان کھُلا ہوا ہے۔ لوگ اسی میں جھانک جھانک کر اشتیاق پورا کر لیتے ہیں۔ لیکن جھانکتے ہوئے اب بھی دل لرزتا ہے عظمت و جلال کے غیر معمولی آثار محسوس ہوتے ہیں۔ یہ سب عمارات بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یادگار ہیں خلیل الرحمٰن کے راستہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا مزار آتا ہے اور دو بڑے بڑے حوض بھی موجود ہیں جو آب رسانی کے واسطے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کراتے تھے اور اب تک کام دیتے ہیں۔

فصل ۱۲

سیدنا موسیٰ | بیت المقدس کی دوسری طرف پچیس تیس میل کے فاصلے پر دوسرا تاریخی مقام ہے جو سیدنا موسیٰ کہلاتا ہے۔ یہاں بھی موٹروں کی آمدورفت ہے۔ یہاں ایک مزار ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مانا جاتا ہے۔ یہاں ہر سال ایک میلہ لگتا ہے۔ ایک ہفتہ تک لاکھوں مسلمانوں کا اجتماع رہتا ہے۔ دُور و نزدیک کے عربی قبائل اپنے اپنے گاؤں اور قصبوں سے جلوس لے کر چلتے ہیں۔ ساتھ ساتھ فوجی جھنڈے۔ ان پر کلمہ شریف لکھا ہوا۔ ہاتھوں میں تلواریں تکبیر کہتے ہوئے رجز پڑھتے ہوئے فن حرب دکھاتے ہوئے نکلتے ہیں۔ روانہ ہوتے وقت خوب پرجوش عربی تقریریں ہوتی ہیں۔ حمایت دین کا جوش دلایا جاتا ہے بستی کے چھوٹے بڑے سب جلوس کو رخصت کرنے کچھ دور ساتھ آتے ہیں۔ اس کے بعد صرف نوجوان اور توانا تندرست لوگ اپنی اپنی بستی اور قبیلے کی طرف سے جلوس لے کر مسجد اقصیٰ پہنچتے ہیں۔ یہاں خوب جلوسوں کے پرے جمتے ہیں اور فن حرب کے مقابلے رہتے ہیں۔ مسجد کے صحن میں مرد عورت بوڑھوں بچّوں کا کثیر اجتماع رہتا ہے۔ ایک طرف نوجوان دلیروں کے اکھاڑے اور دوسری طرف تماشائیوں کا ازدحام۔ عجیب منظر ہوتا ہے۔ پھر یہ جلوس سیدنا موسیٰ پہنچتے ہیں وہاں ایک ہفتہ یہی سپہ گری کا جوش رہتا ہے۔ فلسطین کے مسلمان تو درکنار مصر، شام بلکہ عراق تک سے مسلمان آتے ہیں۔ اس موقع پر دو ہفتہ تک ریلوں کا کرایہ نصف کردیا جاتا ہے۔ ریلوں میں تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی ہے۔ حسن اتفاق سے ہم اسی میلے کے زمانہ میں بیت المقدس پہنچے۔ شہر اور سیدنا موسیٰ کے درمیان شب و روز سواریوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ سیدنا موسیٰ میں عام قیام کے واسطے سرکاری عمارات ہیں۔ لوگ بکثرت خیمے لے جاتے ہیں۔ شب و روز اوقاف کی طرف سے لنگر جاری رہتا ہے۔ بلا روک ٹوک لاکھوں آدمی کھانا کھاتے ہیں۔

تحقیق طور پر معلوم ہوا کہ ایک ہفتہ میں لنگر خانہ کا خرچ چار یا پنچ لاکھ روپیہ کے قریب رہتا ہے۔ سلطان صلاح الدین نے اس میلہ کو قائم کیا تھا۔ منشا یہ تھا کہ مسلمانوں میں اتحاد اور سپہ گری کے جذبات ہر سال تازہ ہوتے رہیں۔ وہ میلہ بفضلہ اب تک پوری گرمجوشی سے جاری ہے۔ اس زمانہ میں عیسائی اور یہودی بلا وجہ بھی کچھ مرعوب بلکہ خائف سے رہتے ہیں اور باہر کم نکلتے ہیں۔ حالانکہ عام طور پر تعلقات بہت پُر امن اور خوشگوار ہیں۔

فصل ۴

زوایائے قدس

بیت المقدس چوں کہ یہودی، عیسائی اور مسلمانوں کا بہت بڑا زیارت گاہ ہے۔ ہر مذہب ہر قوم اور ہر ملک کے لوگوں نے اپنے اپنے مسافر خانے اور زاویئے بنا رکھے ہیں۔ تاکہ ان کے لوگوں کو قیام میں سہولت ہو۔ چنانچہ یہودیوں اور عیسائیوں کے بڑے بڑے مسافر خانے کھلے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے بھی بہت سے زاویئے ہیں۔ بخاری، شامی، عراقی، مصری، حجازی، حبشی، رفاعی، وغیرہ۔ من جملہ ان کے ایک ہندی زاویہ بھی ہے جو ہندوستانی زائرین اور سیاح کے واسطے غنیمت ہے۔ باب الزاہر کے قریب مسجد اقصیٰ سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ زاویہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کی سیاحت اور اولوالعزمی کی یادگار ہے۔ جب حضرت سیاحت کرتے کرتے بیت المقدس تشریف لائے تو اسی مقام پر قیام فرمایا۔ اب تک حضرت کا چلّہ محفوظ ہے۔ حضرت کے قیام کی برکت سے یہاں ایک زاویہ قائم ہوگیا۔ جو اب تک موجود ہے۔ ترکی حکومت کی طرف سے اس زاویہ کو تھوڑے اوقاف بھی حاصل ہیں۔ اوقاف کے فرامین میں حضرت کا اسم مبارک درج ہے۔ کسی زمانہ میں یہ زاویہ خاصا آباد تھا۔ حال میں سیاسی گردشوں کی وجہ سے بہت ویران ہوگیا تھا۔ مسجد اقصیٰ کا جو وفد ہندوستان آیا تھا وہ بمبئی سے مولوی ناظر الحسن صاحب انصاری کو منتخب کر کے زاویہ کے انتظام کے واسطے ساتھ لے گیا۔ خدا کا

شکر ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے تین چار ہی سال میں زاویہ کی حالت بہت درست کرلی اور درست کر رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ مصارف کے لحاظ سے زاویہ کی آمدنی بہت کم ہے۔ بمشکل کام چلتا ہے۔ اگر ہندوستان کے مسلمان کچھ امداد بھیج کر اپنے زاویہ کو دوسرے زاویوں کی طرح آباد کرلیں تو بہت آرام ملے۔ بحالتِ موجودہ بھی بیت المقدس میں نووارد ہندوستانیوں کے واسطے یہ زاویہ بہت غنیمت ہے اور مولوی صاحب موصوف کی ملاقات بڑی نعمت ہے۔ ہمدرد، مخلص، بے لوث، مستعد، باخبر اور ذی اثر۔ مسافروں کے تمام کام اس خوش اسلوبی سے کرادیتے ہیں کہ وطن کا سا اطمینان محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض کہ بہت کچھ سہولت موجود ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ مولوی صاحب کا حکام اور عمائد میں بہت اثر اور رسوخ ہے۔ انتظاماتِ سفر میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مولوی صاحب بہت ایثار سے بسر اوقات کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ شیخ ابراہیم صاحب انصاری بھی قدس میں اہل ہند کے مزور مقرر ہیں اور زائرین کے ساتھ رہ کر زیارت کراتے ہیں۔

بیت المقدس میں عمارتیں بالعموم پتھر کی ہیں اور بہت مضبوط ہیں۔ حال میں زلزلہ سے ایسی عمارتوں کو نقصان پہنچا تو زلزلہ کیسا شدید ہوگا۔ قیام کے واسطے ہوٹل بھی ہیں۔ بازار میں کھانے کی صاف ستھری دکانیں بھی ہیں لیکن کھانے کا معیار یہاں بھی کچھ پست ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہی حال مٹھائیوں کا ہے۔ ہر چند تلاش رکھی لیکن ہندوستان کی بات نظر نہیں آئی۔ سیپ کی صنعت کا یہاں بڑا مرکز ہے سیپ کی چیزیں خاص کر تسبیح بہت عمدہ اور ارزاں ملتی ہیں۔

فلسطین تا حجاز

معجزہ گر نیست کرامات ہست

بیت المقدس سے روانگی کے موقع پر عجیب مرحلہ پیش آیا جس کا پہلے سے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ گرچہ راست حجاز جانا مقصود تھا تاہم مصر سے گزرنا لابد تھا۔ بیت المقدس سے قنطرہ تک فلسطین کا علاقہ ہے۔ نہر سوئز کے دوسری طرف قنطرہ سے اسماعیلیہ ہوتے ہوئے بندرگاہ سوئز تک مصر میں سفر کرنا پڑتا ہے۔ سوئز سے پھر حجاز جانے کو جہاز ملتا ہے۔ پس چوں کہ مصر سے گزرنا تھا اس لئے پاسپورٹ کی توثیق کے لئے روانگی سے دو روز قبل مصری کونسل خانہ گئے۔ توقع تھی کہ حسب معمول بلا دقت توثیق ہو جائے گی۔ لیکن وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ قوانین نافذہ کی رو سے ہم کو فی کس بیس پونڈ یعنی تخمیناً تین سو روپئے بطور ضمانت جمع کرنے لازم ہیں۔ اور یہ رقم بعد فراغت حج ہم کو واپس مل جائے گی۔ خواہ ہم خود آکر وصول کریں یا کسی نمائندہ کے ذریعہ وصول کرلیں۔ قانون دیکھا تو بے شک صاف صریح تھا عجیب حیرانی ہوئی۔ دوران سفر میں چاروں کی طرف سے بے کار بارہ سو روپیہ چھوڑ بیٹھنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ پہلے روز تو یوں ہی قیل و قال ہو کر رہ گئی۔ کوئی سبیل نہ نکل سکی۔ رکاوٹ سی پیدا ہو گئی۔ دوسرے دن پھر کونسل خانہ گئے۔ اور یہ آخری دن تھا۔ اگر اس روز معاملہ طے نہ ہوتا تو پھر جہاز ہاتھ سے نکل جاتا اور مزید دس روز انتظار کرنا پڑتا۔ ہم مدینہ منورہ جلد از جلد پہنچنے کے واسطے بیتاب تھے۔ اسی بنا پر مصر میں قاہرہ وغیرہ جانا ترک کر دیا۔ ورنہ سوئز جاتے ہوئے

مصر
ہم اسماعیلیہ سے گزرے تو قاہرہ کے بہت قریب پہنچ گئے تھے۔ بہرحال مدینہ منوّرہ کے سوا کسی اشتیاق کی دل میں جگہ نہ تھی۔ اور ہر وقت وردِ زبان تھا۔ع مولا جلدی بلالو مدینے ہمیں۔ بظاہر ضمانت داخل کرنا لابد معلوم ہوتا تھا۔ قانون صاف صریح تھا اور اسی پر عمل جاری تھا۔ لیکن ہم کو ضمانت داخل کرنا منظور نہ تھا۔ فضول صحبت میں پڑنا بھی گوارا نہ تھا اور اگلے ہی روز روانہ ہونا مقصود تھا۔ ہمارے میزبان حیران تھے کہ آخر کیا انجام ہوگا ؎

ملک الموت کو کدہی کہیں جاں سے کے ٹلوں
سر بسجدہ ہیں مسیحا کہ مری بات رہے

جب اُنھوں نے بار بار تردّد ظاہر کیا تو ایک وقت بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ ہم بغداد شریف سے مدینہ منوّرہ جا رہے ہیں۔ ہم کو کیا فکر ہے۔ بھیجنے والا جانے یا بلانے والا جانے بہرصورت دوسرے روز پھر اول وقت کونسل خانہ پہنچے تو سُبْحَانَ اللّٰہ عجب آثار نمودار ہوئے خود بخود بہت توجّہ اور عنایت ہوئی۔ بلکہ خاطر مدارات ہوئی۔ تخلیہ ہوا۔ ہز اکسلنسی کونسل اور آنریبل چانسلر دونوں بہت فکر مند تھے کہ کیا کریں۔ کافی غور و خوض کے بعد یہ قرار پایا کہ اسی وقت بصیغۂ راز کونسل بذریعہ ٹیلیفون خود حکومت مصر سے مشورہ کریں۔ چنانچہ بیت المقدس سے قاہرہ کو ٹیلیفون لگا۔ کونسل اور وزیر داخلہ دیر تک بحث کرتے رہے۔ کونسل نے حد درجہ ہماری تائید بلکہ حمایت کی۔ نتیجہ یہ کہ بطور خاص ہمارے واسطے استثنیٰ کے احکام بصیغۂ اشد ضروری ٹیلیفون کے ذریعہ حاصل ہو گئے اور اس شرط کے ساتھ کہ یہ استثنیٰ آئندہ کسی کے واسطے نظیر نہ ہوگا۔ ہز اکسلنسی کونسل سعید بے اور آنریبل چانسلر مظہر بے اپنی اس کامیابی پر از حد شاداں اور نازاں تھے۔ اور چوں کہ سراسر بعید از توقع تھی اس کو تائید غیبی بتاتے تھے بہرحال اس وقت بلا ضمانت ہمارے پاسپورٹوں کی توثیق ہو گئی صرف عہ فیس داخل کرنا پڑا۔ کونسل خانہ میں مشرقی اور مغربی سیاحوں کا خاصا مجمع تھا۔ سب اپنے اپنے پاسپورٹ

فصل ۵ لئے بیٹھے تھے۔ کافی عرصہ تک کونسل اور چانسلر ہمارے معاملہ میں بذاتِ خود مشغول رہے اور کل کارروائیاں رکی رہیں۔ دفتر میں خاصہ چرچا ہوگیا۔ ہم فارغ ہوئے تو اکثر مددگاروں اور اہل کاروں نے ہم کو مبارک باد دی کہ جو صورت ناممکن نظر آتی تھی ممکن ہوگئی۔ اب تک کوئی ایسی نظیر نہ تھی۔ ہمارے میزبان تو سراپا غرقِ حیرت تھے۔ گرچہ بہت ذی اثر اور واقف کار تھے۔ تاہم جو کچھ انھوں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُنا اس کو سراسر کرامت سمجھتے تھے۔ چنانچہ دوسرے ہی روز خدا کے فضل سے وہ سلسلۂ قادریہ میں داخل بھی ہو گئے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

مصری کونسل خانہ میں جو آثار ظاہر ہوئے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ اور کل سفر میں جابجا وقتاً فوقتاً حسبِ موقع فضل کے آثار برابر ظاہر ہوتے رہے اور ہمارے ایمان کو تقویت پہنچاتے رہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا تاہم احکام ظاہر کے لحاظ سے ہز اکسلنسی کونسل اور آنریبل چانسلر کا شکریہ ہر طرح واجب ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے آمین

خدیویل لائن | سویز سے ینبوع اور جدّہ کو خدیویل میل کا جہاز مہینہ میں تین مرتبہ دس دس روز کے فصل سے جاتا ہے۔ ینبوع مدینہ منورہ کا بندرگاہ ہے اور جدّہ مکّہ معظمہ کا۔ یہ جہاز عدن تک بھی جاتے ہیں۔ مگر کم۔ بیت المقدس میں ٹامس کک کا دفتر ہے۔ ہم نے وہیں سے جہاز کے ٹکٹ پیشگی خرید لئے۔ خدیویل میل جہاز کا کرایہ درجہ سوم سویز سے ینبوع تک ساڑھے تین پونڈ اور جدہ تک چار پونڈ لیا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا جدّہ سے عدن تک ساڑھے تین پونڈ مقرر ہے۔ درجہ دوم و اوّل کا کرایہ اس کے تقریباً دوچند سہ چند ہے۔ تاہم اس کا ڈک بھی صاف ستھرا اور آرام دہ ہے۔ درجہ سوم میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ البتہ خواہ کوئی جہاز ہو مستورات کا سفر کم از کم درجہ دوم میں ہونا چاہیئے۔ ڈک مردوں کے واسطے ہے مستورات کے واسطے نہیں ہے۔ جہاز کے کرایہ کے ساتھ حجاج سے ستر مصری پیاسٹر اور سے لئے جاتے ہیں جو

فصل ۵ تقریباً دس روپئے کے مساوی ہیں۔ یہ قرنطینہ کی فیس شمار ہوتی ہے۔ مگر راستہ میں کہیں قرنطینہ نہیں ہوتا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ غرض کہ درجہ سوم کا کرایہ اور قرنطینہ کی فیس مل کر سویز سے ینبوع تک تقریباً ساٹھ روپئے اور جدہ تک ستر روپئے ہوتے ہیں۔ خواہ ٹکٹ ٹامس کک کے دفتر سے بیت المقدس میں خریدلیں یا سوئز پہنچکر خودخدیویل میل کمپنی کے دفتر سے خریدیں۔ اختیار ہے۔

ریلوں پر کروڑگری | بیت المقدس سے سوئز تک ریل کا کرایہ درجہ سوم ۱۲۵ قرش یعنی تقریباً ۱۴ روپئے مقرر ہے۔ سفر کی تفصیل یہ ہے کہ قدس سے روزانہ صبح ۸½ بجے ریل روانہ ہوتی ہے اور ۱۰½ بجے صبح کو اس کا لدجنکشن پر حیفہ سے آنے والی گاڑی سے میل ہوتا ہے۔ مسافر ریلیں تبدیل کرلیتے ہیں۔ حیفہ والی گاڑی سیدھی قنطرہ چلی جاتی ہے۔ اور بیت المقدس والی یافہ کی طرف روانہ ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ تفصیل اوپر بھی بیان ہو چکی ہے۔ ۵½ بجے شام قنطرہ پہنچ جاتے ہیں۔ اس سفر میں بھی اسٹیشنوں پر خورونوش کا سامان کم ملتا ہے۔ ناشتہ ساتھ ہی رہے تو اولیٰ ہے۔ ریل میں پاسپورٹ اور سامان وغیرہ کی بھی خوب دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ قنطرہ نام کے دو ریلوے اسٹیشن ہیں۔ مشرقی اور مغربی۔ نہر سویز کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے واقع ہیں۔ مشرقی فلسطین کے علاقہ میں ہے اور مغربی مصر کے حدود میں۔ نہر سویز کچھ بہت زیادہ چوڑی تو نہیں ہے البتہ گہری بہت ہے۔ بہر حال بڑے سے بڑا جہاز اس میں سے گزر جاتا ہے۔ ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن جانے کو مسافروں کے واسطے دخانی کشتی تیار رہتی ہے۔ اسی میں اس کو عبور کرتے ہیں۔ مشرقی اسٹیشن پر ہی مصری کسٹم ہاؤس یعنی کروڑگیری کا دفتر قایم ہے۔ یہاں بہت سختی سے مسافرین کے سامان کی جانچ پڑتال ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کام کے واسطے یہاں ایجنٹ مقرر ہیں اور مسافر دردسری سے بچنے کی خاطر کروڑگیری کا مرحلہ انہی کی معرفت طے کرتے ہیں اور ان کو معاوضہ دیتے ہیں۔ لیکن

ہم نے اپنا سامان کسی ایجنٹ کے سپرد نہیں کیا پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑے ہال میں ہر چہار طرف سامان کے انبار ہیں۔ اور عہدہ داران کروڑگیری ہر چیز کو کھول کھول کر بہت تفصیل سے دیکھتے ہیں۔ محصول وصول کرتے ہیں۔ مسافروں کو یہ بھی فکر ہے کہ کروڑگیری سے جلد فراغت حاصل کر لیں تاکہ اطمینان سے عبور والی کشتی میں جا بیٹھیں۔ ہم کھڑے یہ تماشا دیکھتے رہے۔ ہمارا بھی سامان ایک طرف جما رکھا تھا۔ عہدہ دار گزرتے رہے لیکن متوجہ نہ ہوئے۔ ہم نے بھی کسی سے التجا نہ کی۔ تھوڑے انتظار کے بعد ایک سن رسیدہ مسلمان عہدہ دار ہماری طرف خود آئے اور بہت اخلاق سے دریافت کیا کہ ہم لوگ حجاج ہیں۔ ہم نے کہا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس پر اُنھوں نے سامان کی تفصیل دریافت کی۔ ہم نے بیان کر دی۔ اُنھوں نے ہماری بات کا اعتبار کیا۔ سامان کھول کر بھی نہ دیکھا۔ اور اُس پر منظوری کے علامات بنا دیئے۔ ہمارے قلیوں کو تعجب ہوا اور خوشی خوشی سامان اٹھا کر جہاز پر لے گئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس سے قبل بھی عراق شام اور فلسطین میں کروڑگیری سے سابقہ پڑا۔ لیکن ہر جگہ بات چل گئی۔ سامان کہیں نہ کھلا۔ قنطرہ کی کروڑگیری سختی میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہاں بھی اللہ نے بات رکھ لی۔ عہدہ دار صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا تو اُنھوں نے بھی یہی فرمائش کی کہ حرمین شریفین میں ان کے واسطے دعائے خیر کی جائے اور بس۔

غرض کہ کروڑگیری سے فارغ ہو کر اور دخانی کشتی میں سوار ہو کر نہر سویز عبور کیا اور مغربی قنطرہ کے اسٹیشن پر پہنچے۔ یہاں شب کو آٹھ بجے میل گاڑی آئی۔ مسافروں کا خوب ہجوم تھا۔ درجہ اول درجہ دوم تک بھرے ہوئے تھے۔ یہ گاڑی اسماعیلیہ ہوتی ہوئی راست قاہرہ کو چلی گئی۔ اور سویز جانے والے مسافر اسماعیلیہ پر اُتر پڑے۔ وہاں سے ایک لوکل روانہ ہوئی اور شب کو ۱۱ بجے سوئز پہنچ گئی۔

سوئز سوئز کے اسٹیشن پر ہوٹلوں کے ایجنٹ جمع رہتے ہیں اور مسافروں کو گھیر لیتے

فصل ۵ ہیں۔ ہر کوئی اپنے ہاں لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ نووارد اور ناواقف مسافر کو انتخاب میں حیرانی ہوتی ہے۔ بالعموم جو ایجنٹ زیادہ مستعد ہوتا ہے۔ وہی مسافر کو اپنے ساتھ کھینچ لے جاتا ہے۔ تاہم یہاں سید محمد ابراہیم علیہ بہت مشہور ایجنٹ ہیں۔۔ دو بڑے ہوٹل ان کی ملک ہیں۔ یوں بھی بہت رسا اور ذی اثر ہیں۔ خود سن رسیدہ ہیں ان کا لڑکا محمد علیہ البتہ نوجوان ہے۔ وہی اسٹیشن پر مسافروں کو لینے آتا ہے۔ یہ بھی بہت ہوشیار اور مستعد ہے۔ ہم پہلے سے تصفیہ کر چکے تھے۔ اسی کے ساتھ ہو لئے اور اسٹیشن کے قریب ہی کمالیہ ہوٹل میں مقیم ہوئے۔ رات کو آرام سے سوئے۔ صبح کو کام کاج اور سیر کے واسطے نکلے۔ سویز ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس کا بندرگاہ پورٹ توفیق کہلاتا ہے۔ اوّل خدیویل میل کمپنی کے دفتر پہونچے۔ ٹامس کک نے قدس میں ہم کو جو رسید دی تھی۔ اس کو دکھا کر ٹکٹ حاصل کئے۔ پھر حجازی کونسل کے ہاں آئے۔ چھوٹا سا دفتر ہے۔ وہاں پاسپورٹ کی توثیق ہوئی۔ پھر دفترِ صحت پہنچے۔ وہاں چیچک کے ٹیکہ کا سرٹیفکٹ جو ساتھ تھا پیش کیا۔ یہ سرٹیفکٹ جابجا خاص کر قدس کے مصری کونسل خانہ میں بھی پیش کرنا پڑا تھا۔ چیچک کے ٹیکہ سے تو مستثنےٰ ہو گئے۔ لیکن ہیضہ کی پھر بھی پچکاری لگی۔ کچھ زیادہ تکلیف نہیں ہوئی۔ اگر سرٹیفکٹ ساتھ ہوتا تو اس سے بھی بچ جاتے۔ وہاں سے صحت نامہ ملا اس کے بغیر جہاز پر نہیں چڑھ سکتے۔ دوپہر تک ان کاموں سے فراغت ہوئی۔ اسی دوران میں ضروری سامان خورونوش خرید لیا۔ نماز ظہر پڑھ کر پورٹ توفیق روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر دفاتر میں کچھ محصولات ادا کرنے پڑے۔ ان سے فارغ ہوئے تو جہاز پر پہنچے۔ منصورا نام تھا۔ چھوٹا مگر صاف ستھرا جہاز تھا۔ جگہ بھی اچھی مل گئی۔ بعد عصر جہاز نے لنگر اُٹھایا اور چل دیا۔ سویز میں کل وقت محمد علیہ ہمارے ساتھ رہے اور سب کام انجام دیا۔ دفاتر کی کارروائیاں۔ سامان کی خریداری۔ باربرداری۔ اور ہماری

فصل ۵ سواری۔ سب کچھ ان کے ذمّہ تھا مشہور ہے کہ سویز کے ایجنٹ خاص کر محمود علیہ ما علیہ مسافروں سے معاوضہ زیادہ طلب کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے جو کچھ دیا انھوں نے بلا عذر لے لیا۔ البتہ یہ ضرور کہا کہ ہم کو معاوضہ کی چنداں پروا نہیں۔ ہم آپ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ ہم سے ان کو تقریباً عشہ روپیہ وصول ہوئے۔

ہم جیسے زائرین تو بالعموم شام سے قدس آتے ہیں اور وہاں سے سوئز پہنچتے ہیں لیکن خاص عراق اور شام کے حاجی جن کو قدس کی زیارات راستہ میں مطلوب نہ ہوں۔ بالعموم بیروت سے جہاز میں سوار ہو کر پورٹ سعید یا اسکندریہ جا اُترتے ہیں۔ دونوں مقام سے سوئز تک تقریباً آٹھ گھنٹہ ریل کا سفر ہے۔ وہاں سے پھر جہاز مل جاتا ہے حج کے زمانہ میں بیروت سے جہاز راست جدّہ بھی جاتے ہیں تاکہ حاجیوں کو راستہ میں اُترنے چڑھنے کی زحمت نہ ہو۔ اس سفر میں جہاز کے درجہ سوم کا کرایہ تقریباً آٹھ نو پونڈ ہے۔ درجہ دوم کا پندرہ اور درجہ اوّل کا بیس پونڈ۔ کرایہ حسب حالات گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ معین نہیں ہے۔

غرض کہ ہمارا جہاز منصور ابعد عصر سوئز سے روانہ ہوا۔ اور چوتھے روز صبح دس بجے ینبوع پہنچ گیا۔ راستہ میں چند گھنٹوں کے واسطے ہلکا سا طوفان ملا۔ باقی کل وقت امن رہا جہاز ینبوع سے تھوڑے فاصلہ پر کھڑا ہوا۔ کشتیاں آئیں اور مسافروں کو لے گئیں ساحل پر پاسپورٹ اور سامان کی دیکھ بھال ہوئی۔ ینبوع میں ہم سید مصطفےٰ صاحب کے مہمان ہوئے۔ یہ صاحب یہاں کے بہت معزز اور سربرآوردہ تاجر ہیں۔ قیام میں ہر طرح کا آرام ملا۔ اَللّٰہ تَعَالیٰ ہمارے میزبان کو جزائے خیر دے۔ اونٹوں کا بہت اچھا انتظام ہو گیا۔ کرایہ ۶ پونڈ فی اونٹ سرکار کی طرف سے مقرر ہوا۔ اس میں ۴½ پونڈ سرکار کا حصّہ تھا۔ اور ۱½ پونڈ جمّال کا۔ چوتھے روز ینبوع سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ ہر وقت یہی وردِ زبان تھا۔ ع مولا جلدی بلا لو مدینے ہمیں۔

فصل ۵ الابل کیف خلقت | اس موقع پر اونٹوں کے سفر کی مختصر کیفیت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ حج کے زمانہ میں سفر کے واسطے بالعموم اونٹ یا تو بوڑھے کم زور ملتے ہیں یا زخمی کثرت سواری کی وجہ سے کمریں لگ جاتی ہیں۔ رانوں میں گھاؤ پڑ جاتے ہیں۔ ایسے اونٹ چلتے چلتے راستہ میں بیٹھ جاتے ہیں تو مشکل سے اُٹھتے ہیں۔ یا نئے شتر ملتے ہیں جو بات بات پر اچھلتے ہیں۔ شغدف گرا دیتے ہیں۔ تندرست اور شائستہ سدھے ہوئے اونٹ خاص اہتمام سے دستیاب ہوتے ہیں۔ جمّال بالعموم تند مزاج ہوتے ہیں۔ لیکن موافقت آجائے تو خوب خدمت کرتے ہیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ ان کو کھانا اچھا کھلائے۔ اور ساتھ کھلائے خود پیئے تو ان کو بھی چاء اور سگریٹ پلائے۔ بس پھر مطیع ہیں۔ خدمت گزار ہیں۔ ہر منزل پر چند قرش بخشش دیجئے تو کیا کہنا۔ باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ لیکن خوش دلی سے دے حجت اور اصرار کی نوبت نہ آنے دے۔ ورنہ پھر دے کر بھی احسان نہیں مانتے۔ اُلٹے شیر ہو جاتے ہیں۔ اونٹ پر شغدف اچھا کسنا کہ بیٹھنے لیٹنے میں آرام ملے۔ وقت ضرورت بلا عذر اونٹ کھڑے کر لینا۔ منزل پر اچھی جگہ تلاش کر کے اُتارنا۔ پانی لانا۔ لکڑی لانا۔ اور سفر میں اونٹ کے ساتھ ساتھ رہنا۔ بس یہی جمّال کے اچھے کام ہیں۔ ان کی ناموافقت سے بہت اذیت پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ ہم کو تو خدا کے فضل سے ہر سفر میں جمّال مستعد اور مطیع ملے۔ ہمارے سلوک سے وہ بھی ہمیشہ خوش رہے۔ اونٹ پر دو سواریاں کسی جاتی ہیں۔ شبری یا شغدف۔ شبری تکلیف دہ ہے۔ اور شغدف بہت غنیمت ہے۔ کرایہ پر شغدف ناقص ملتے ہیں۔ اچھے نئے خرید لے تو بہتر ہے۔ چنانچہ ہم نے دو عمدہ شغدف تیس روپئے کو خرید لئے اور ختم سفر پر مکہ معظمہ میں وہ ۲۰ روپیہ میں فروخت ہو گئے پانی کے واسطے صراحیاں مشکیزے اور کنستر ساتھ رکھنے ضرور ہیں۔ کھانے کا سامان بھی ساتھ رہتا ہے۔ پانی لکڑی منزل پر مل جاتی ہے۔ ہر منزل پر کھانا تیار ہوتا ہے۔ کھچڑی اور گھی

اچھی غذا ہے۔ جمّالوں کو بہت مرغوب ہے۔ پیاس میں آلو بخارے بہت کام دیتے ہیں۔ فصل ۹

چوں کہ امن و امان ہر طرح قابلِ اطمینان ہے۔ سفر کے واسطے کسی قافلہ کی شرط نہیں ہے لیکن چونکہ حج کا زمانہ تھا جہاز سے کافی حاجی اترے تھے۔ خاصا قافلہ بن گیا۔ لیکن ہمارے جمّال پھر بھی قافلہ کے ساتھ کم رہے۔ الگ الگ چلے۔ ہمارا قافلہ بس یہی تھا۔ ہم چار حاجی اور دو جمّال۔ ہمارے ساتھ چھ اونٹ دو پر ہم سوار اور چار پر کچھ ہمارا سامان اور باقی سید مصطفےٰ صاحب کا تجارتی مال۔ نماز ظہر پڑھ کر چلنا اور اگلے روز علی الصّباح چار بجے کے قریب منزل پر جا اُترنا۔ کل پانچ منزل راستہ میں پڑیں چھٹی منزل خود مدینہ منورہ ہے۔ ہر منزل پر خاصا پانی ملا۔ تمام راستہ خوب پُر فضا نظر آیا۔ دو طرفہ پہاڑی سلسلے اور درمیان میں دلے وادیاں اور میدان۔ ان میں سے اپنا گزر۔ پہاڑوں پر گو سبزہ کم لیکن دیکھنے میں خوب سبز رنگ۔ خاص کر شام کو تو مخمل کے غلاف چڑھے نظر آتے تھے۔ اور سنہری دھوپ اس پر عجب بہار دکھاتی تھی۔ قدرتی مناظر کی وسعت اور دل فریبی قابل دید تھی۔ جو کچھ اس سفر میں نظر آیا اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ ایک ویران بیابان ریگستان کی توقع تھی۔ اور یہاں اس کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ کل راستہ شاندار کوہستان ہے۔ ہم لوگ صرف بقدر ضرورت اونٹوں پر بیٹھے ورنہ روز و شب راستہ پیدل چلتے۔ اور اسی میں لطف آتا تھا۔ راحت ملتی تھی۔ اور سچ پوچھئے تو مدینہ منوّرہ کا سفر ہی ایسا ہے۔ ہو سکے تو سر کے بل جائے۔ بعد نماز مغرب بلا ناغہ میلاد شریف ہوتا تھا۔ اونٹوں پر بیٹھے بیٹھے سب مل کر بلند الحان سے عربی قصائد اور فارسی اردو نعتیں پڑھتے۔ خود ہی پڑھتے۔ خود ہی سُنتے۔ خود ہی لطف سے جھومتے۔ عربی قصائد میں جمّال بھی آواز ملانے کی کوشش کرتے۔ اور اونٹوں کے اِدھر اُدھر خوب کودتے وجد کرتے۔ اونٹ بھی کان کھڑے کرتے۔ چال بدل دیتے تھے۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اترے رہے ہیں۔ ارد گرد کی پہاڑیوں سے

فصل ۵ صدائے بازگشت اٹھتی تو شبہ ہوتا کہ میلاد شریف میں ہمارے ساتھ شجر و حجر بھی شریک ہیں بے تکلف وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا سا غلغلہ سنائی دیتا تھا۔ بہرحال سفر میں بڑی راحت ملی۔ ایمانی برکات جو اس سفر میں نازل ہوئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کیا بیان کیجئے۔ ع

دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

وہ جو مدّت سے وردِ زبان تھا ع مولا جلدی بلالو مدینے ہمیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ۲۹ شوال ۱۳۸۵ھ یوم دوشنبہ علی الصّباح تو ظہور کے وقت وہ ارمان پورا ہوا۔ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور دور سے گنبدِ خضرا پر نظر پڑی تو دل کا حال کیا بیان کیجئے پہنچنے سے پہلے پہنچنا چاہتا تھا۔ بے قرار تھا۔ درود شریف پڑھنے سے ذرا تسکین ہوتی تھی۔ تقویت ملتی تھی۔

منزلِ مقصود مدینہ منورہ میں قیام گاہ پر پہنچے۔ جلد جلد سامان اتارا رکھا۔ غسل کیا۔ اچھا اچھا لباس پہنا۔ عطر لگایا۔ آج خوشی کی کوئی حد نہیں ہے۔ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کی بارگاہِ اقدس میں شرف حضوری حاصل ہوگا۔ زندگی کا مقصد حاصل ہوگا جلد چلئے۔ حاضر ہوجئے۔ حاضر ہوجئے تو دل کو سنبھالئے۔ اَللّٰہ اَللّٰہ ؎

ہاتھ سے میرے چلا دامانِ ضبط اے جلوہ گر
کچھ تو مہلت دے مرے دل کے سنبھلنے کے لئے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ سُبْحَانَ اللّٰہ۔ اَللّٰہ تو اَللّٰہ ہے۔ لیکن کیا اس کا رسول مُحَمَّدٌ بھی ہے۔ نفی کلی اور اثبات واحد کے بعد پھر یہ دوسرا اثبات کیسا۔ کیا درحقیقت یہ کوئی دوسرا اثبات ہے۔ پھر مُحَمَّدٌ کیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَمد تمام اَللّٰہ کی ہے۔ هُوَ الظَّاهِرُ کے عوالم حَمد سے معمور ہیں۔ البتہ هُوَ الْبَاطِنُ کی ہویت سبوحیت میں مستور رہی۔ تو پھر حَمد گویا خود ہی رَسُوْلُ اللّٰہ نکلی

مدینہ طیبہ کا عام منظر

(صفحہ ۱۰۸)

مسلسل

کہ ہر دم اور ہر قدم اس کی خبر دیتی ہے پھر یہ (م) کہاں سے آئی اور حمد نے اس کو
سر پر کیوں رکھا۔ آہا یہ (م) تو عجب انداز سے اثبات میں پوشیدہ ہے۔ اَللّٰہ تو اللہ
ہے لیکن (ل) ہی ڈبویا (ل) میں غوطہ لگاؤ کہیں (م) کھلی ملتی ہے۔ رہی (ہ) سو
وہ خود ہی لاپتہ ہے۔ اور یہی یافت کی انتہا ہے۔ (ہ) میں کوئی کیا ڈھونڈے۔ کیا
پائے۔ بہرصورت اللّٰہ میں (م) کس طرح لپٹی ہے کہ گویا (م) ہی نہیں ہے۔ اور پھر
بھی کس طرح جمی ہے کہ وہیں کی وہیں ہے۔ اللہ کی شان دیکھو۔ نفی کا بھی (م)، پر کچھ بس نہ چلا
لا کی صدا اٹھتی رہی لیکن خود لا نے (م) کو دل میں چھپا رکھا سُبْحَانَ اللّٰہ
عجب (م) ہے نفی اس کی محافظ ہے اور اثبات اس کا مسکن ہے۔ خدا جانے کیوں
اور کس طرح (م) ذرا سیر کو نکلی تو حمد نے خوشی خوشی اس کو اپنا سر تاج بنا لیا۔
اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا شہرہ بلند ہوا۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ (م) سے پھر بھی
حمد کے رخ پر نقاب پڑی رہی۔ بات بنی رہی۔ (ا) نے جوشِ محبت سے (م)
کو آغوش میں چھپا لیا۔ اور خود حمد کے دوش بدوش کھڑے ہو کر مُحَمَّدٌ کو اَحْمَدُ
بنا دیا۔ خود الگ کا الگ رہا۔ اور سارا راز افشا کر دیا۔ اللہ اللہ اب کوئی خدارا
اَحْمَدُ کی (م) کو ہاتھ نہ لگائے۔ نظر بھر کے نہ دیکھے۔ نہیں تو خدا جانے کیا
سے کیا ہو جائے گا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

ا۔ ل اور م کا کیا ہی ارتباط ہے۔ عجب نرالا ساتھ ہے۔ پھر دیکھو تو الٓمٓ
قرآن مجید کا پہلا پیام ہے۔ اور کہتے ہیں۔ قرآن مجید کا یہی اختتام ہے (ا) میں (م)
گم ہو کر (ل) کی منزل سے اترتی ہے اور پھر (ل) میں مخفی ہو کر بشکل (م) منزل فرق
میں نمودار ہو جاتی ہے۔ عجب الم عجب ان کا ربط ضبط۔ عجب ان کا جمع فرق
عجب اجمال ہے۔ عجب تفصیل ہے۔ عجب توحید ہے۔ عجب رسالت ہے سُبْحَانَ اللّٰہ

نعرہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کون کا راز اسی میں چھپا ہے۔ اسی سے کھلا ہے اَللّٰہ تو رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ تمام عوالم اسماء الٰہیہ کے مظاہر اور مناظر ہیں۔ لیکن رحمٰن اور رحیم خاص کر حامل تخلیق و تکوین ہیں۔ البتہ رحیم میں تخصیص اور رحمٰن میں تعمیم ہے۔ رحمٰن میں بڑا بھید چھپا ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں۔ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا۔ (۳/۱۹) خیر یوں سمجھو۔ ملائکہ مقربین کی دعا ہے رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً (۶/۲۴) اور اپنے نبی روحی و روح العالمین لہ الفدا کی کیا انوکھی شان ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۷/۱۷) پھر حضرت کے مجسم رحمت ہونے میں کیا کلام ہے۔ تو پھر ذرا سوچئے کونین میں ان کا کیا مقام ہے۔ ان کا کیا کام ہے۔ جلال بھی ان کے جمال پر فریفتہ ہے۔ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (۴/۹) جب حق ہمسائگی کا یہ کرشمہ ہو تو پھر ماشآء اللہ مومنین کا کیا کہنا لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۵/۱۱) مومنین کے حق میں ذاتِ اقدس سرتاپا اسم رحیم کی تجلی ہے۔ اللہ اللہ انھوں نے مومنین کے واسطے ایسا کیا کچھ مانگا کہ رحیم و کریم جواد و قدیر ان کو پیارسے حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ کہہ بیٹھا۔ کیا خدا کی خدائی مانگی یا اس سے بھی کچھ بڑھ کر۔ بہرحال جو کچھ مانگا دل بھر کر پایا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (۳/۱۸) ہاں اپنے واسطے کیوں زبان کھلتی محبت کے بھی عجب انداز ہیں۔ لو خود ہی وعدہ ہوتا ہے۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۹/۱۵) سبحان اللہ مُحَمَّدٌ اور اَحْمَدُ کے سوا کہ وہ سراپا حمد ہیں اور احد کا عبد ہے۔ کون مقام محمود کا حق دار ہو سکتا ہے۔ سب کچھ ہے مگر ذرا حیا اور انکسار تو دیکھئے۔ مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ (۱/۲۶)

کس کی آمد آمد ہے۔ کون بھیجتا ہے۔ کس لئے بھیجتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا (۲۲/۳) کیا شاہد آیا جس کی آنکھوں میں مازاغ کا سرمہ لگا ہے جس نے اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى کا مشاہدہ کیا ہے۔ مُبَشِّرٌ ہے اصحاب یمین کے واسطے۔ نَذِیْرٌ ہے اصحاب شمال کے واسطے اور دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ ہے اَلسّٰبِقُوْنَ الْمُقَرَّبُوْنَ کے واسطے یوں تو شاہد بن کر آیا لیکن بالآخر سِرَاجًا مُّنِیْرًا نظر آنے لگا۔ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ کے ساتھ بِاِذْنِهٖ بجا اور درست ہے ؎ صلعم

سرمدِ غمِ عشق بوالہوس را ندہند\
سوزِ پرِ پروانہ مگس را ندہند

لیکن اس شرط سے کوئی شکستہ خاطر کیوں ہو۔ مومنین کو فَضْلًا كَبِیْرًا کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ اوّل تو ذاتِ اقدس سرتاپا فضل اور پھر اس کی اتباع بڑا فضل۔ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (۲۷/۱۱)۔ رہے اَلسّٰبِقُوْنَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ اور نیز قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (۲۷/۱۱) آخر میں قلیل ہونا عجب نہیں کہ بالآخر قیامت قائم ہونی ہے۔ مُقَرَّبِیْن سے دنیا خالی ہوتی ہے۔ بہر حال مومنین کو بڑی بشارت ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

رسول رازداں نہ ہوں تو کون ہوگا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مَنْ یَّشَآءُ (۴/۹) عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ (۲۹/۱۲) پھر رسول کریم کا علم کہ وہ اِجْتَبٰى کے تاج اور اِرْتَضٰى کے سرمایۂ ناز ہیں۔

فرہ مُعَلَّمٌ مِّنَ اللہ ہیں۔ وَقُل رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا (۱۵/۱۶) ہر دم تازہ ایمان ہو وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلیٰ (۳۰/۱۸) تا ابد یہی شان ہو لیکن یہ سب کچھ اللہ کا فیضان ہے۔ عبد بذاتہٖ فقیر ہے۔ اور اس کو یہی کہنا لازم ہے لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ (۱۱/۷) بلکہ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (۲۸/۲۲)

عجب ربط ہے۔ عجب فرق ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (۹/۲۶) مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (۱۶/۹) ان کی انگلی کا اشارہ ہو تو اِنْشَقَّ الْقَمَرُ (۱/۲۷) وہ تو وہ ان کے خادموں کی یہ آن بان ہے۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ (۱/۲۴) مگر ہر دم یہی تاکید ہے۔ یہی ورد زبان ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

کہنے کو اور دیکھنے کو صرف چند روز کے واسطے جدائی کا زمانہ آتا ہے۔ پھر بھلا کس سے رہا جاتا ہے۔ کوئی سوتے کو آ جگاتا ہے اور ساتھ لے جاتا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی (۱/۱۵) پھر فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (۵/۲۷) کی مسند پر لا بٹھاتا ہے۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی (۵/۲۷) راز و نیاز کی باتیں کھلتی ہیں جن کو احمدؐ اور احدؐ کے سوا کون جان سکتا ہے۔ پھر خدائی کی سیر ہوتی ہے۔ بڑی سے بڑی آیات دکھائی جاتی ہیں۔ محبوب کی خاطر تواضع مقصود ہے مگر ان چشم شرگیں میں خدا جانے کیا نور ہے۔ کیسا شعور ہے۔ بڑی بڑی آیات کو اک نظر میں پہچانتی ہیں گویا کہ سب دیکھی بھالی ہیں۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی (۵/۲۷) واہ رے جوشِ محبت کوئی بھی سوتوں کو یوں جگاتا ہے اپنے ہاں لے جاتا ہے۔ خلوت میں بٹھاتا ہے۔ دل کی بات سناتا ہے۔ گھر بار کی سیر کراتا ہے۔

پھر وہیں کے وہیں لا سُلاتا ہے اور خود ہی سارا ماجرا سُنا کر سب کو محوِ حیرت بناتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ فصرہ

پیار اور محبت کے کیا کیا نام اور خطابات ہیں مُحَمَّدٌ بلکہ اَحْمَدُ۔ رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن۔ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن۔ رَؤُفٌ رَّحِیْم۔ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ۔ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ لیکن جب توحید سے اَلْغَنِیُّ کی تجلّی اُٹھتی ہے۔ اَللّٰہُ غَنِیٌّ وَّاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ (ــ) تو یہاں سب سے اوّل سر نیاز جھک جاتا ہے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ اس پر پھر کسی کو پیار آتا ہے اور اعلان کراتا ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (۳/۲۹) سُبْحَانَ اللّٰہ عجب احدیت ہی عجب احمدیت ہے۔ عجب توحید ہے۔ عجب رسالت ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

کچھ موزوں جملے ذہن میں بے اختیار آ گئے۔ نہ ردیف نہ قافیہ۔ نہ بحر۔ نہ وزن۔ نہ شعر نہ نظم۔ پھر بھی دل کا تقاضا کہ یہ ضرور درج ہوں اور بجنسہٖ درج ہوں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

عین ہو کر غیر رہنا کوئی تم سے سیکھ جائے　　جان کر انجان بننا کوئی تم سے سیکھ جائے

ہو الف اور لام یا اَللّٰہ۔ اَحَدْ　　(م) کو پردہ میں رکھنا کوئی تم سے سیکھ جائے

احدیت میں کر کے گم سب کیف و کم　　عبدیت میں عین پانا کوئی تم سے سیکھ جائے

علم کا دریا ہے ناپیدا کنار　　ع۔ ل۔ اور م پڑھنا کوئی تم سے سیکھ جائے

صدق کا صحرا ہے بے نام و نشاں لا انتہا

یاس میں الیاس بننا کوئی تم سے سیکھ جائے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

حرم نبوی صلعم | اَللّٰہ اَللّٰہ رحمت کا سیلاب تھا کہ خود بخود دل میں آ بھرا۔ ہزار سنبھالو۔ جو کچھ چھلکتا تھا چھلک گیا۔ اب ذرا بارگاہِ اقدس کی ظاہری شان بھی دیکھنی چاہئے کہ اس کے

فصل ۵ واسطے مدت سے آنکھیں ترستی تھیں۔ حرم شریف خوب وسیع عمارت ہے۔ تقریباً نصف حصہ مسقف مسجد ہے اور نصف حصہ کشادہ صحن۔ لیکن صحن کے بھی تینوں طرف دوہرے تہرے دالان ہیں۔ داخلہ کے واسطے پانچ بلند دروازے ہیں۔ بَابُ السّلام۔ بَابُ الرَّحْمَۃ جانبِ غرب بَابِ جِبْرَئِیل۔ بَابُ النِّسَاء جانب شرق۔ اور بابِ مجیدی جانب شمال۔ جنوبی سمت کعبہ کا رُخ ہے۔ مسجد ہے۔ کل عمارت نہایت مستحکم اور شاندار ہے۔ حدود پر پانچ بلند مینار ہیں۔ کل چھتیں ڈاٹ دار ہیں۔ لکڑی لوہے کا نام نہیں گنبدوں میں اور ستونوں پر۔ محرابوں پر در و دیوار پر سنہری کام ہے۔ نقش و نگار ہیں۔ اسماءِ حسنیٰ اسماء نبوی اور آیاتِ قرآنی از حد خوش خط منقوش اور مطلّا ہیں۔ بلا مبالغہ بے نظیر ہیں۔ موجودہ عمارت بیشتر سلطان ترکی سلطان عبد المجید خاں عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی عقیدت اور حوصلہ مندی کی یادگار ہے۔ پندرہ سال مسلسل کام جاری رہا۔ ۱۲۷۷ھ میں حسنِ انجام کو پہونچا۔

مسجد کے اندر شرقی پہلو میں روضۂ اقدس ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ ام المومنین سیّدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عنہا کا حجرۂ مبارک اب تک موجود و محفوظ ہے۔ اسی کے اندر جنوبی دیوار سے متصل حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مزارِ پُرانوار ہے۔ بالین مبارک جانبِ غرب۔ قدم شریف جانب شرق اور وجہ اقدس جانبِ جنوب کہ مدینہ منورہ میں کعبہ شریف کا یہی رُخ ہے۔ اسی حجرہ میں مزار شریف سے متصل شمالی جانب امیر المومنین سیّدنا حضرت ابو بکر الصدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا مزار مبارک ہے۔ اور علیٰ ہذا حضرت صدیق اکبر کے مزار سے متصل جانبِ شمال امیر المومنین سیّدنا حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا مزار مبارک ہے۔ یہ دونوں مزار حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے مزار شریف سے یکے بعد دیگرے جانب شرق ہٹے ہوئے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ حضرت صدیق اکبر کا سرِ مبارک

حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شانہ مبارک کے مقابل رکھا ہے۔ اور حضرت فاروقِ نصرہ
اعظم کا سر مبارک حضرت صدیقِ اکبر کے شانہ مبارک کے مقابل ہے۔ چوں کہ حجرہ مبارک
مختصر ہے۔ حضرت فاروقِ اعظم کا مزار حجرہ کی شرقی دیوار سے جا لگا ہے۔ کہتے ہیں کہ حجرہ مبارک
میں اس کے برابر ابھی ایک مزار کی جگہ خالی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ کیا ساتھ ہے۔ اور کیوں نہ ہو
حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رحلت کے بعد امت کا کام کس خوبی اور کس حوصلہ سے
سنبھالا۔ اسلام نے کیسا فروغ پایا کہ دنیا کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور آج تک اس ترقی پر سب
کو حیرت ہے آج بھی بارگاہِ نبوی میں مَاشَآءَ اللّٰہ کوئی ان حضرات کا اہتمام دیکھے ورنہ کل
تو سب ہی دیکھ لیں گے کہ صدیق اکبر کیا ہیں اور فاروق اعظم کون ہیں۔ عثمان غنی کا کیا رتبہ
ہے۔ اور علی مرتضیٰ کا کیا مرتبہ ہے۔ ع کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔ ان حضرات
کی عجب شان ہے۔ اور کیوں نہ ہو آخر کس کے مصاحب ہیں۔ اور کس کے خلیفہ ہیں۔
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ
رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا ط سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ
اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ
اَخْرَجَ شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ
بِھِمُ الْکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝

تواریخ کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ حجرہ مبارک دراصل کچی اینٹوں کا بنا ہوا
تھا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضؓ نے اپنے عہد میں اس کی نئی دیواریں کسی قدر پختہ بنا دی
تھیں۔ وہ کمزور ہوگئیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے ان کے بجائے ترشے ہوئے
پتھر کی مستحکم دیواریں تعمیر کر دیں جو بفضلہٖ آج تک قائم ہیں۔ اصل حجرہ مستطیل تھا۔ جانب شرق
عرض بڑھا کر اُس کو مربع کر دیا۔ چاروں گوشوں پر چار ستون ہیں۔ دیواروں میں کوئی

فصل دروازہ نہیں ہے۔ چھت میں دو ایک مرتبہ ردّو بدل ہوا۔ بحالت موجودہ درمیان میں اُٹھی ہوئی چاروں طرف ڈھلوان قبہ نما معلوم ہوتی ہے۔ صرف اس میں ایک دریچہ ہے۔ وہ بھی لوہے کی جالی سے بند ہے۔ قبہ شریف پر غلاف پڑا ہوا ہے۔ حجرۂ مبارک کے چاروں طرف خوب گہری نیو کھود کر سیسہ بھر دیا ہے۔ گویا کہ سیسہ کی ایک زمین دوز حصار ہے پھر کچھ فصل سے اردگرد ایک بلند اور مضبوط چہار دیواری ہے جس نے حجرۂ مبارک کو بالکل نظر سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اس میں بھی کوئی دروازہ نہیں ہے۔ بحالت مربع مبادا بیت اللہ شریف کی مماثلت سمجھی جائے۔ شمالی پہلو کو مثلث نما بنا کر چار دیواری کو پنج رُخا کر دیا۔ اس پر بھی ہر طرف اوپر سے نیچے تک نہایت بیش قیمت سبز ریشمی غلاف چڑھا ہوا ہے۔ کُل غلاف پر تخمیناً ایک ایک فٹ مربع میں کلمۂ شریف بُنا ہوا ہے سلاطینِ ترکی کا دستور تھا کہ تخت نشینی کے موقع پر ہر سلطان کی طرف سے نیا غلاف پیش ہوتا تھا۔ چنانچہ ابھی تک آخری ترکی غلاف چڑھا ہوا ہے بغایت دل آویز ہے۔

مزار شریف اور حجرۂ مبارک کی مختصر کیفیت اوپر درج ہوئی۔ اس سے ملا ہوا جانب شمال سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا خاتونِ جنت رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا حجرۂ مبارک تھا۔ اب وہ ہموار قطعہ ہے۔ البتہ دو آثار وہاں بھی محفوظ ہیں۔ جس مقام پر حضرت سیدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نماز پڑھتی تھیں وہاں محراب ہے اور اس کے سامنے فرش پر سنگِ مرمر کی کیاری سی بنی ہوئی ہے۔ اور جس مقام پر حضرت سیدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے وفات پائی وہاں سنگِ مرمر کا مزار سا بنا ہوا ہے۔ غرض کہ دونوں حجروں کے علاقے متصل ہیں۔ اور یکجا محفوظ ہیں۔ درمیان میں صرف ایک جالی ہے اور اس میں بھی آمد و رفت کے واسطے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ان علاقوں کے چاروں طرف سنگِ سرخ کے

نہایت مستحکم اور بلند ستون ہیں۔ ان کے سروں پر شاندار محرابیں ہیں۔ ان سب پر گنبدِ خضرا اور ڈاٹ کی چھت ہے۔ محرابوں پر باہر کی جانب سبز ریشمی پردے بندھے ہوئے ہیں ستونوں کے درمیان تین طرف لوہے کی مضبوط جالی لگی ہوئی ہے۔ اور اسی طرح جنوبی سمت میں سامنے کی طرف پیتل کی نہایت خوبصورت جالی کھڑی ہے۔ اس میں بیل بوٹے ڈھلے ہوئے ہیں۔ اور ان ہی کی وضع پر کلمہ شریف بھی نہایت خوش خط کٹا ہوا ہے۔ فصل ۹

چار ستونوں کے درمیان تین جالیاں ہیں۔ ہر جالی دو دو حصوں میں تقسیم ہے۔ درمیانی جالی کے نصف غربی میں شرقی کنارہ پر ایک حلقہ کٹا ہوا ہے۔ اس کے گرد بڑا سا ہلال بنا ہوا ہے۔ یہی مواجہہ شریف ہے۔ یعنی اس کے سامنے کھڑے ہو جئے تو گویا حضور انور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کے وجہ اقدس کے روبرو کھڑے ہیں۔ علیٰ ہذا جالی کے نصف شرقی میں شیخین رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا کے مواجہہ مبارک بنے ہوئے ہیں۔ جنوب کی طرف درمیانی جالی کے وسط میں ایک چھوٹا سا دروازہ بھی لگا ہوا ہے۔ خاص خاص مواقع پر کھلتا ہے۔ اس کے علاوہ شرقی اور شمالی جانب بھی جالیوں میں دروازے لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ شرقی پہلو کے دروازے سے صبح شام خدام جالی مبارک کے اندر حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت سیدہ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا کے علاقہ میں تو کوئی عمارت نہیں ہے۔ صرف ایک عزا رسا بنا ہوا ہے۔ اور روضہ اقدس کی چار دیواری جس پر غلاف چڑھا رہتا ہے اس کے اور جالی مبارک کے درمیان ہر چہار طرف بطور گردش کافی راستہ چھوٹا ہوا ہے۔ سب کھلے ہوئے حصہ پر سنگ مرمر کا فرش ہے۔ شام کو معمولاً عرق گلاب سے دھلتا ہے۔ غلاف شریف کو عطر لگتا ہے۔ شمعیں روشن ہوتی ہیں۔ بعد مغرب خادم جب فارغ ہو کر جالی مبارک سے نکلتے ہیں تو خوب معطر ہوتے ہیں۔ دیوانے دروازہ کے آس پاس انتظار میں لگے رہتے ہیں۔ برآمد ہوتے ہی ہاتھوں کو بوسے دیتے ہیں۔ آنکھوں سے

فصل۳ لگاتے ہیں۔ اَللّٰہ اَللّٰہ محبت کے بھی عجیب تقاضے ہیں۔ لیکن بالعموم نمازِ مغرب کے وقت خدام برآمد ہوتے ہیں۔ اس میں یہ بھی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ لوگ ہجوم نہ کرسکیں لیکن یوں بھی دیوانوں کی جماعت مختصر ہی رہتی ہے۔ ہوشیاروں کی کثرت ہے۔ اور ان کو ان باتوں کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

جالی مبارک کے علاقہ سے متصل جانبِ شمال ایک چھوٹا سا مستطیل چبوترہ سنگ بست بنا ہوا ہے۔ اسی پر محرابِ تہجد ہے۔ جہاں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بعض اوقات نمازِ تہجد ادا فرمائی تھی۔ درمیان میں راستہ چھوڑ کر اسی کے مقابل جانبِ شمال دوسرا چبوترہ ہے جس پر اغوا بیٹھتے ہیں۔ یہ چبوترہ مقابلۃً زیادہ وسیع ہے۔ یہ دراصل اصحابِ صفہ کا چبوترہ تھا۔ احادیث میں تفصیل موجود ہے۔ جالی مبارک کے غرب میں تخمیناً بیس پچیس گز کے فاصلہ پر محراب النبی اور منبر شریف ہے۔ مستند حدیث ہے کہ روضۂ اقدس اور منبر شریف کے درمیان کا علاقہ روضۃ الجنۃ ہے۔ چنانچہ اس علاقہ میں مسجد کے جو ستون ہیں بطور امتیاز و علامت ان کو سنگ مرمر کا بنایا ہے۔ اور باقی سنگ سرخ کے ہیں۔ ہجوم کے زمانہ میں حجاج گھنٹوں پہلے جا کر روضۃ الجنۃ میں جگہ پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ اور ہر کوئی وہاں نماز پڑھنے کی آرزو کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر محراب النبی پر نمازیوں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ وہی مقدس مقام ہے جہاں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ معمولاً نماز میں امامت فرماتے تھے۔ حضور کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے وہاں ایک دیوار اس طرح بنا دی کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سجدہ گاہ دیوار میں محفوظ ہو گئی۔ اور جہاں قدوم مبارک رہتے تھے وہ جگہ مومنین کے واسطے سجدہ گاہ بن گئی۔ بعد کو وہاں محراب تعمیر ہو گئی۔ نماز پڑھتے وقت حضور کے قدموں پر نمازیوں کی پیشانی ہوتی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۔
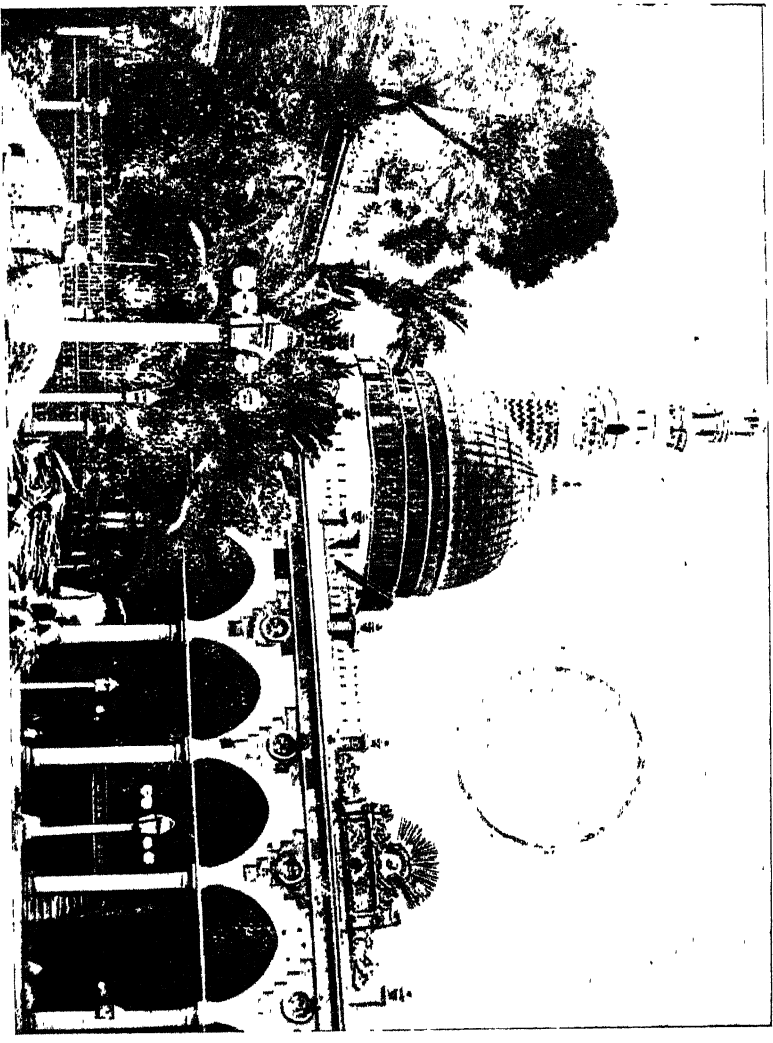
حرم نبوی کے شمال رویہ دالان کا ایک حصہ، صحن کے جنوب شرقی حصہ میں بستان فاطمہ، دالان کے شرقی حصہ میں روضۃ اقدس پر گنبد خضرا، حرم کے جنوب شرقی گوشہ پر منارہ معروف بہ "رئیسہ" (صفحہ ۱۱۶)

فصل ۵

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

موجودہ محراب شریف سنگِ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ خوب مطلا نقش و نگار ہیں پیشانی پر لکھا ہوا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ (۲۲) مسجد کی آرائش کے خیال سے کسی کے نمونہ پر ایک محراب منبر شریف کے دوسری جانب بھی بنا دی ہے۔ منبر شریف بھی سنگِ مرمر کا خوب بلند اور شاندار بنا ہے۔ اس پر نقش و نگار اور طلائی کام ہے۔ یہ اسی جگہ قایم ہے جہاں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خطبہ فرماتے تھے۔ چنانچہ اس کے ایک پہلو میں وہ درخت کا تنہ بھی دفن ہے۔ اور اس کی علامت محفوظ ہے جس سے خطبہ کے وقت حضور سہارا لیتے تھے۔ اس تنہ کی مفصل کیفیت احادیث میں مذکور ہے

روضۃ الجنۃ میں بعض ستون تاریخی مقامات پر نصب ہیں۔ مثلاً استوانۂ سریر جہاں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اکثر بوریئے پر استراحت فرماتے تھے۔ استوانۂ وفود جہاں حضور وفدوں کو شرف باریابی عطا فرماتے تھے۔ اسطوانۂ حراس جہاں صحابۂ کرام شب کو کاشانۂ مبارک کے قریب حاضر رہتے تھے۔ اسطوانۂ ابو لبابہ جہاں مشہور صحابی حضرت ابو لبابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اپنے آپ کو ستون سے باندھا تھا حتی کہ ان کی توبہ قبول ہوئی۔ یہ واقعہ بھی تفصیل سے احادیث میں مذکور ہے۔ اسطوانۂ سیدہ عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو بھی خاص مقبول مقام فرمایا ہے۔ غرض کہ بعض ستون تاریخی مقامات کی یادگار ہیں۔ ایک طرف کو مسجد کے صحن میں شرقی دالانوں کے قریب جہاں مستورات بیٹھتی ہیں چھوٹا سا بستانِ فاطمہ ہے۔ اب بھی اس میں چند درخت کھجور کے چند پودے مہندی کے کھڑے ہیں۔ اندر کیاری میں سبزہ جما ہوا ہے۔ چاردیواری

صفحہ بنی ہوئی ہے۔ اسی کے جنوبی کنارہ سے لگا ہوا بیر النبی ہے۔ روایت ہے کہ اس کنویں میں حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے لعاب دہن ڈالا تھا۔ پانی بہت لذیذ اور لطیف ہے حجاج بڑے شوق سے پیتے ہیں۔

مسجد نبوی یوں تو بفضلہ اب بھی بہت شان دار ہے۔ عمارت کی خوب صورتی میں دنیا کی کوئی مسجد اس کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ لیکن ترکوں نے اس کو حد درجہ آراستہ کر کے دلہن بنا رکھا تھا۔ موسم سرما میں قیمتی قالینوں کا فرش۔ گرما میں نفیس ٹھنڈی چٹائیاں بلور کے جھاڑ فانوس اور قنادیل قدم قدم پر لٹکے ہوئے۔ شب کو حرم شریف بقعہ نور بن جاتا تھا۔ سونے چاندی کے عود دانوں میں سیروں بخور جلتا تھا۔ حرم شریف تو درکنار تمام قرب وجوار خوشبو سے مہک اٹھتا تھا۔ وقت وقت پر طلائی اور نقرئی گلاب پاش اور عطر پاش بھی خوشبو کا مینہ برساتے تھے جالی مبارک کے اندر روضۂ اقدس کی آرائش کا کیا کہنا۔ عالم خواب نظر آتا تھا۔ مواجہہ شریف میں سامنے کی دیوار پر ایک طلائی لوح لگی ہوئی۔ اس کے ادھر ادھر سچے موتیوں کے گندھے ہوئے چنور جھکے ہوئے۔ لوح کے وسط میں انڈے کی برابر ایک الماس درخشاں۔ اِردگرد کئی سو بڑے بڑے ہیرے جگمگاتے ہوئے۔ یہی الماس تو دنیا میں کوکبِ دری مشہور ہے۔ بے نظیر ہے۔ لوح کی قیمت کروڑہا روپیہ سے بڑھ کر ہے۔ اس کی طرف دیکھتے تو گویا موقع محل کے لحاظ سے حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے روئے پُرانوار کی جانب نظر جاتی تھی۔ ؏ کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست۔ اسی طرح بہت سی طلائی تختیوں پر ہیرے جواہر سے کلمہ شریف درود شریف اور اسمائے حسنیٰ کے کتبے لکھے ہوئے جابجا دیواروں پر قرینے سے لگے ہوئے۔ فرش پر بلوری فانوسوں کے اونچے اونچے درخت اور بڑے بڑے طلائی شمعدان۔ جواہرات سے مرصع

شب کو روشن ہوتے تو جگمگاہٹ پر نظر نہیں جمتی تھی۔ اوّل تو ترکوں نے خود ہی آرائش عروج حد کو پہنچا دی تھی۔ مزید براں دیگر اسلامی ممالک کے سلاطین و امراء ایک سے ایک بڑھ کر ہدیئے پیش کرتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ حیدر آباد کے مشہور امیر سر آسمان جاہ مرحوم نے بھی اپنی عقیدت سے دو طلائی قندیلیں پیش کی تھیں۔ جالی مبارک کے اندر ہی آویزاں تھیں۔ صفائی ستھرائی کا بھی وہ اہتمام تھا کہ چیزیں دیکھے میلی ہوتی تھیں صدہا خدام تھے۔ سب کو دل بھر کر تنخواہیں ملتی تھیں۔ عراق و شام کے محاصل گویا حرمین شریفین کی خدمت کے واسطے وقف تھے۔ اب وہ بات کہاں اور کیوں کر ہو سکتی ہے۔ بیشتر قیمتی سامان تو ترک خود ہی اپنے ساتھ لے گئے اور خوب ہوا کہ لے گئے۔ خدا جانے کس کے ہاتھ پڑتا اور کہاں جاتا۔ چنانچہ جو کچھ رہ گیا تھا اس میں سے کام کی چیزیں شریف حسین صاحب کے ہاں اٹھ گئیں اور جو معمولی سامان بچ رہا اس سے اب تک کام چل رہا ہے۔ خدام کی تعداد اور مشاہرات میں بھی بہت تخفیف ہو گئی۔ دیگر اخراجات مثلاً صفائی روشنی۔ بخور وغیرہ بھی بقدر ضرورت چل رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ترکوں نے اپنی عقیدت اور حوصلہ مندی سے حرمین شریفین کی خدمت گزاری کا معیار اس درجہ بلند کر دیا کہ اب دوسروں کے واسطے اس کا برقرار رکھنا محال ہے۔ خاص کر سلطان ابن سعود ملک الحجاز کی بالکل نئی حکومت ہے۔ آمدنی بہت مختصر ہے۔ تاہم وہ بھی اپنی بساط کے موافق پوری سعی کر رہے ہیں۔ ان کی طرف سے بھی عمداً کوئی کوتاہی نظر نہیں آتی۔ اَللّٰہُ تَعَالٰی مزید خدمت گزاری کی توفیق اور استطاعت دے۔ آمین

روضۂ اقدس کے باہر جالی مبارک کے قریب ستونوں سے لگے ہوئے اردگرد سعودی سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ بیٹھے رہتے ہیں۔ تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ یوں تو صبح سے شام تک زائرین حاضر ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ لیکن

نصلح نماز کے بعد سب ایک ساتھ حاضر ہوتے ہیں تو خوب ازدحام ہو جاتا ہے۔ انتظام کے واسطے سپاہیوں کی نگرانی ضروری ہوتی ہے۔ صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں خدانخواستہ کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ لوگ آواز سے بھی پڑھتے ہیں۔ سرورِ کونین کو مخاطب کر کے پڑھتے ہیں۔ بعض دیوانوں کا اس سے دل نہیں بھرتا۔ بے ساختہ جالی مبارک کو چومتے ہیں آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ سپاہی ہوں ہوں کرتے رہ جاتے ہیں۔ آ آکر ہٹاتے ہیں۔ خاص کر مستورات بڑی جرأت دکھاتی ہیں۔ اور وہ بھی مصر کی توانا تندرست مستورات جو لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتی ہیں۔ یوں بھی سعودی سپاہی عورتوں کا بہت لحاظ کرتے ہیں۔ نرمی سے ٹالتے ہیں۔ البتہ ازدحام کے وقت مردوں کی کافی سخت روک تھام کرتے ہیں اور کرنا بجا ہے۔ ورنہ بدنظمی کا اندیشہ ہے۔ ایسا انتظام تو ترکوں کے زمانہ میں بھی موجود تھا۔ روضۂ اقدس کے روبرو ادب بہر صورت واجب ہے۔ دیگر اوقات میں بارہا سعودی سپاہی چشم پوشی کر جاتے تھے۔ سر جھکا کر قرآن شریف پڑھنے لگتے یا اِدھر اُدھر منہ کر لیتے۔ دیوانے جھٹ پٹ دل کی ہوس نکال لیتے تھے داد و دہش بھی چلتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ہرگز کوئی مطالبہ نہ تھا۔ لیکن خواہ مخواہ انکار بھی نہ تھا محبت کی نذر قبول تھی۔ غرض کی نذر نامنظور۔ سپاہی نیت کا اندازہ لگاتے اور اکثر صحیح لگاتے تھے۔ عام طور پر حاجی بھی خوش تھے۔ سپاہی بھی راضی تھے۔ کسی کو کسی سے خاص شکایت نہ تھی۔ بحیثیت مجموعی انتظام قابلِ اطمینان تھا۔ وَالحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

ہماری طرف سے بارگاہِ نبوی میں دو معروضے پیش ہوئے۔ ایک عربی۔ ایک فارسی دونوں حضرت حسرت مدظلہٗ کا ہدیہ ہیں۔

جَدَّ الْهَوٰى وَالْجَوٰى وَالسَّقَمُ وَالْاَلَمُ ۔۔۔ وَالْغَمُّ عَمَّ وَحَبْلُ الصَّبْرِ يَنْفَصِمُ

اَلْجِسْمُ فِيْهِ ضَنًى وَالْقَلْبُ فِيْهِ هَوًى ۔۔۔ وَالصَّدْرُ فِيْهِ جَوًى وَالنَّارُ تَضْطَرِمُ

حبًّا لأحمد خير الخلق كلهم | المصطفى المجتبى طابت له الشيم
الله عاصمه جبريل خادمه | دانت له الرسل الأمجاد والأمم
الشمس غرته والليل طرته | تبدو نجوم الليالي حين يبتسم
من نور وجهك أنوار الهدى انتشرت | به تقوض ليل الكفر والظلم
جواد كفك بحر غاب ساحله | أمواجه كالجبال الشم تلتطم
ظلت لهيبتك الأعناق خاشعة | بحد سيفك حد الكفر ينثلم
الظبي لاذ به والجذع حن له | فكيف حال محب شفه السقم
يا سيدي يا رسول الله خذ بيدي | فالصدر ضاقت وزاد الهم والألم
لإن يأسست بعصياني الذي كسبت | يدي فمرجع أمري لطفك العمم

صلى عليك إله العرش ثم على
آل وصحب إلى أن دامت الديم

اے راحت جان آفرینش | وے روح روان آفرینش
ذات والائے تو معلّے | برتر ز گمان آفرینش
چوں پرتو روئے خود فگندی | برخاست فغان آفرینش
اوصاف تو فاش کرد و پیدا | اسرار نہان آفرینش
بے گوہر ذات تست کاسد | کالائے دکان آفرینش
کے ماہ حقیقت نہفتہ | زیر کتان آفرینش

للہ نگہے بسوئے حسرت
اے عظمت و شان آفرینش

مسجد نبوی کی بنیاد یہاں کب اور کس طرح پڑی۔ اور بعد کو اس میں بتدریج

فصل کیوں کر توسیع وتعمیر ہوئی - اس کی مفصل تاریخ محفوظ ہے اور ہجرت نبوی سے اس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ نبوت کے چودھویں سال اوائل ربیع الاول میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ اس وقت صرف حضرت ابوبکر الصدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو ساتھ لیا اور حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کو مکان پر چھوڑا - راستہ میں کئی روز مدینہ منورہ کے قریب بمقام قبا قیام رہا۔ ۱۲ ربیع الاول یوم جمعہ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے - اہل مدینہ کو حضور کی تشریف آوری کی ازحد خوشی ہوئی - ہر کسی کو تمنا تھی کہ شرف مہمان داری حاصل کرے۔ مدینہ کی بہو بیٹیاں حضور سرور عالم کی خوشی آمدید کے ترانے گھر گھر گا رہی تھیں۔ عجب خوش آمدید تھی۔۔

سُبْحَانَ اللّٰہ ؎

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا فَاخْتَفَتْ مِنْہُ الْبُدُوْرُ
مِثْلَ حُسْنِكَ مَارَ اَیْنَا قُطُّ یَا وَجْہَ السُّرُوْرِ

لیکن یہ مہمان داری کا شرف حضرت ایوب انصاری رض کی قسمت میں لکھا تھا اور انہی کو حاصل ہوا۔ وہ اس طرح کہ مدینہ منورہ میں داخل ہو کر جب کہ ہر کوئی ناقہ کو اپنے مکان پر روکنا چاہتا تھا حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا کہ ناقہ اَللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ خود بخود جس کے مکان پر رُکے گا وہیں ہمارا قیام ہوگا۔ چنانچہ دو یتیم بچوں کی ایک زمین پڑی تھی حضور کی اونٹنی چلتے چلتے یہاں پہونچ کر خود رُکی گردن اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ کچھ سوچا اور بیٹھ گئی۔ حضور نے فرمایا ھٰذَا الْمَنْزِل اِنْ شَآءَ اللّٰہُ چنانچہ مدینہ منورہ میں ناقہ سے اتر کر حضور نے سب سے پہلے اسی زمین پر قدم مبارک رکھا اور یہ دعا پڑھی۔ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (۲۹/۱۸) سب سے قریب حضرت ابو ایوب انصاری رض کا مکان تھا۔

وہیں قیام فرمایا۔ چند ہی روز میں وہ افتادہ زمین بچوں کے اولیا سے خرید لی گئی اور حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اس کی قیمت اپنے پاس سے ادا کردی۔ اس پر بہت جلد مسجد اور حجرات مبارک تیار ہو گئے۔ اور حضور وہاں تشریف لاکر قیام فرما ہوئے۔ نمازیوں کی تعداد بڑھی تو مسجد میں توسیع کی ضرورت محسوس ہونے لگی چنانچہ ایک ملحقہ مکان حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے دس ہزار دینار کو خرید کر پیش کردیا اور بعد فتح خیبر مسجد میں جانبِ غرب کافی توسیع ہو گئی۔ حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا نے اپنے اپنے عہدِ خلافت میں زر کثیر صرف کرکے مسجد کو وسعت اور عمارت میں مزید ترقی دی حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے تو اپنا مکان خود ہی ہدیۃً دے دیا۔ جعفرِ طیار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مکان معقول قیمت دے کر خرید لیا گیا۔ یہ دونوں مکان بھی اسی زمانہ میں شریک حرم ہو گئے۔ اس کے بعد توسیع اور تعمیر کا سلسلہ وقتاً فوقتاً چلتا رہا۔ حتیٰ کہ ترکوں کے عہد میں مسجد نبوی کی موجودہ شان نمودار ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا حجرۂ مبارک تو محفوظ رہا کہ اسی میں مزار شریف ہے۔ حضرت سیدہ کے حجرۂ مبارک کا علاقہ بھی اسی سے متصل محفوظ و محصور ہے امہات المومنین کے باقی حجرات مبارک عہد خلافت کے بعد ہی حرم شریف کی توسیع و تعمیر میں آ گئے۔ وہ سب بھی مشرقی سمت میں واقع تھے۔ موجودہ حرم شریف کے قرب و جوار میں۔ حضرت ابوبکر الصدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُمْ کے مکانات ہیں۔ حرم شریف سے متصل جنوبی سمت میں دار الشوریٰ ہے جہاں اکثر حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ صحابۂ کرام سے مشورہ فرماتے تھے۔ خدا جانے کس لئے اس کی چھت اُتار دی گئی۔ دو سال سے شکستہ اور ویران پڑا ہے۔ بعض لوگ دار الشوریٰ کی روایت کو بے بنیاد سمجھتے ہیں۔ اسی کے قریب

فصل ۵ ایک بڑا کتب خانہ ہے جو ترکوں نے قائم کیا تھا۔ شاندار عمارت ہے۔ کتابوں کا اچھا ذخیرہ جمع ہے۔ حرم شریف سے تھوڑی دور وہ مکان موجود ہے جہاں مدینہ منورہ کے دوران قیام میں سیدنا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تشریف فرما رہے۔ ترکوں کے زمانہ میں خوب درست اور آراستہ تھا۔ قادری لوگ حاضر رہتے تھے۔ چلّہ کرتے تھے۔ اب سرکاری حکم سے بند پڑا ہے۔ لیکن بفضلہ محفوظ ہے۔

بقیع شریف | شہر کے باہر حرم شریف سے کچھ فاصلہ پر جانب شرق جنت البقیع ہے۔ ۸۔۱۰ منٹ کا پیدل راستہ ہے۔ کبھی کیسی سرسبز اور پرفضا جگہ تھی کیسی رونق رہتی تھی۔ آج اس کی ویرانی دیکھ کر دل پھٹتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کیسے کیسے خوش نما گنبد مسمار کرا دیئے گئے۔ اِدھر اُدھر ملبے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اس میں ایسے پتھر بھی جا بجا پڑے ہوئے ہیں جن پر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ عام قبور کا تو ذکر کیا ہے۔ سعودیوں کی دست درازیوں کے پہلے سال خاص مزارات کے بھی لحد کے تختے تک نظر آتے تھے۔ بارے خدا کا شکر ہے۔ بعد کو کچھ ہوش آیا۔ دل پسیجا کہ دوسرے سال خاص خاص مزارات پر مٹی پتھر کے چبوترے بنا دیئے اور بے حرمتی کے ناقابل برداشت آثار کسی حد تک چھپ گئے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے کیا بعید ہے کہ شرک و توحید ٹھیک ٹھیک سمجھ میں آجائے اور تعظیم و تکریم کی توفیق بھی نصیب ہو۔ یوں تو ایک دو سپاہی موجود رہتے تھے لیکن فاتحہ میں کوئی مزاحمت نہ تھی۔ لوگ موقع پا کر آنکھ بچا کر بوسہ بھی دے لیتے تھے۔ بطور تبرک مزارات کی خاک بھی منہ پر مل لیتے تھے۔ اور بعض زائرین خاص کر شیعہ صاحبان لڑ جھگڑ کر حضرت سیدہ اور ائمہ کرام کے مزارات پر اس سے بھی زیادہ کر گزرتے تھے۔ یوں ہی گرم سرد کام چلتا تھا۔ ایسی ہی بے جا افراط سے سعودیوں کو واقعی شکایت کا موقع ملتا تھا اور بیساختہ شرک شرک پکارتے تھے۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء خاتونِ جنت رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نصرہ
اور چار ائمۂ کرام یعنی حضرت امام حسن۔ امام زین العابدین۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق
عَلَیْہِمُ السَّلَام یہ سب حضرات ایک جگہ جنوبی حصّہ میں راحت فرما ہیں۔ یوں تو ماشاء اللہ
کل ائمۂ کرام گلشن نبوی کے پھول ہیں لیکن حضرت امام حسن عَلَیْہِ السَّلَام کی نسبت کا کیا
کہنا۔ سُبْحَانَ اللہ سراسر نانا کی نسبت پائی ہے۔ عجب بے رنگی ہے۔ نسبت اِلَی الْحَقّ کو
بڑے صاحبزادہ نے اُٹھایا نسبت اِلَی الْخَلْق کو چھوٹے صاحبزادہ نے سنبھالا۔ اگرچہ
ان نسبتوں میں انفکاک نہیں تاہم دونوں نواسوں میں ایک ایک نسبت خصوصیت سے
نمایاں معلوم ہوتی ہے۔ آخر کو نبیؐ کے نواسے ہیں۔ علیؓ کے بیٹے ہیں۔ جگر گوشۂ بتولؓ ہیں
علیٰ ہٰذا امام زین العابدین عَلَیْہِ السَّلَام کی دعائیں صحیفۂ سجادیہ میں پڑھئے تو نفس پاش پاش
ہو جاتا ہے۔ عجب شکستگی ہے۔ عجب عبدیت ہے۔ ؎ ایں خانہ تمام آفتاب ست۔ صحیفۂ سجادیہ
کا خوش خط نسخہ مع ترجمۂ اردو مطبع یوسفی دہلی سے شائع ہوا ہے۔ قابلِ دید ہے۔ علاوہ بریں
قریب ہی شمالی جانب تین صاحبزادیوں کے مزارات ہیں۔ ستنا رقیہ۔ ستنا زینب اور
اور ستنا کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ۔ اُن کے اوپر کو جانب شرق بعض ازواج مطہرات کے
مزار ہیں۔ وہیں ستنا حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا تشریف فرما ہیں۔ یہاں سے حب
نبوی کی سیدھی راہ ملتی ہے۔ اور نظر التفات ہو جائے تو آج بھی تَفَقُّہٌ فِی الدِّیْن کے عجب
فیوض و برکات جاری ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ کچھ آگے بڑھئے تو حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
ابنِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا مزار ہے۔ بڑی دل کشی ہے۔ اور کیوں نہ ہو
کہ یہاں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف فرمائی بالتخصیص یقینی ہے۔ یہ شرف
بہت کم مزارات کو حاصل ہے۔ راستہ میں حضرت امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مزار پڑتا ہے
جنت البقیع کے شرقی کنارہ پر امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ راحت فرما

فصل ۵

ہیں۔ حضرت کا تموّل اسلام کے کس قدر کام آیا۔ اور پھر حضرت نے امت کے ہاتھوں کیسا دُکھ درد پایا۔ مگر آج بھی حاضر ہوجئے تو عجب سکون ہے۔ پاک سوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسم وَدُوْد اور حَلِیْم کی خاص تجلّی ہے۔ ان کے علاوہ ستنا فاطمہ بنت اسد۔ حلیمہ سعدیہ چند شہدا اور بعض صحابہ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنُ کے مزارات ہیں۔ جنّت البقیع کے قرب وجوار میں کچھ اور بھی متبرک مقامات ہیں۔ صبح سے شام تک زائرین کا سلسلہ بندھا رہتا ہے۔

دیگر زیارات | مدینہ منورہ سے باہر بھی چند زیارات ہیں۔ مثلاً مسجد قبا۔ جبل احد۔ اور حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مزار۔ افسوس کہ جبل احد کے دامن میں جو قدیم شان دار مسجد تھی شہید کردی گئی۔ اور محض اس بنا پر کہ وہ عام طور پر مسجد امیر حمزہ کہلاتی تھی۔ گویا کہ سعودیوں کی دانست میں غیر اللہ سے منسوب تھی ع

برین عقل و دانش بہ باید گریست

ضبط اوقات | زیارات کی تفصیل خود مدینہ منوّرہ حاضر ہونے پر معلوم ہو جاتی ہے۔ صرف مختصراً ذکر آگیا۔ لیکن سچ پوچھئے تو حرم شریف کے سوا بہت کم کہیں دل لگتا ہے۔ اور حرم میں بھی محراب النبی پر نماز پڑھئے۔ روضۃ الجنۃ میں تلاوت کیجئے۔ لیکن مواجہہ شریف کی حضوری اور درود خوانی سُبْحَانَ اللّٰہ کیا بات ہے۔ ع زاہد مقیم جنت و من ساکن کوئے کسے اپنے اپنے اوقات ہیں۔ اپنا اپنا ربط ہے۔ اپنا معمول تو بفضلہٖ یہ تھا کہ شب کو ڈھائی بجے اُٹھنا اور وضو کرکے باب الرحمۃ پر جا بیٹھنا۔ تین بجے کے قریب حرم شریف کے دروازے کھلتے ہیں۔ حاضر رہنے والے حاضر رہتے ہیں۔ عجب فرط شوق سے اور بڑے ادب سے لمبے لمبے قدم آہستہ آہستہ دھرتے ہیں۔ گویا دبے پاؤں دوڑتے ہیں۔ روضۃ الجنۃ میں اور خاص کر محراب النبی پر نمازیں شروع ہوتی ہیں۔ اس کے بعد وظائف اور تلاوت۔

فصل ۹

بالعموم بعد نماز صبح مواجہ شریف میں سلام کے واسطے حاضر ہوتے ہیں لیکن ہر کسی کو اتنا صبر کہاں۔ سیدھے مواجہ شریف میں حاضر ہونا اور بس درود خوانی۔ صلوٰۃ وسلام۔ بالآخر نماز صبح کی خاطر اُٹھنا۔ لیکن نماز بھی کچھ عجیب طرح کی ؎

کیا پوچھتے ہو زاہد و حالِ نمازِ عاشقاں
سر ہے کعبہ کی طرف دل کوئے جاناں کی طرف

بہر حال نماز سے فارغ ہوتے ہی تاروں کی چھاؤں جنت البقیع دوڑ جانا۔ نور ظہور کا وقت۔ وہاں بھی یک سوئی تنہائی۔ یوں تو بفضلہ سب ہی مزارات پر بلا ناغہ حاضر ہوتا۔ فاتحہ پڑھتا۔ لیکن اوّل حضرت سیدہ خاتونِ جنت رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی خدمت میں حاضر ہوتا اور دیر تک حاضر رہتا۔ پھر بھی دل نہ بھرتا۔ اور ایسے آستانہ سے کیوں کر دل بھرے ؎

خوش تر ہر ایک شان سے ہے شانِ فاطمہ ۔۔۔ بہتر ہزار جان سے ہے جانِ فاطمہ
اُمّت نبی کی ہے سبھی قربانِ فاطمہ ۔۔۔ سارے جہاں پہ ساری ہے احسانِ فاطمہ

اُمّتِ مرحومہ کا کون ایسا غمگسار ہے۔ کوئی کیسا ہی نادار ہو۔ بے یار و مددگار رہو۔ یتیم ہو اسیر ہو۔ بیوہ ہو۔ غم زدہ ہو۔ ستم رسیدہ ہو۔ غریب الوطن ہو۔ گرفتار محن ہو۔ دل قاش قاش اور جگر پاش پاش ہو۔ فاطمہؓ اور اُس کی آل و اولاد ہر حال میں شریک حال ہے ہمدرد و غمگسار ہے۔ اور جنت میں بھی اُمّت کی خاطر مدارات بیشتر ان ہی کے ہاتھ اختیار ہے ؎

خدایا بحقِ بنی فاطمہ ۔۔۔ کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی و ر قبول ۔۔۔ من و دست و دامانِ آلِ رسول

بہر حال طلوع آفتاب کے بعد جنت البقیع میں کہیں حجاج کی آمد شروع ہوتی۔ اس وقت فاتحہ سے فارغ ہو کر حرم شریف واپس پہنچ جاتا اور خدام کے ساتھ جھاڑو بہارو کے

فصل۵ کام میں شریک ہو جاتا۔ خاص کر روضۃ الجنۃ میں فرش جھاڑتا۔ جھاڑو دیتا۔ خدام میں نام شامل ہو گیا تھا۔ غیر حاضری پر باز پُرس ہوتی تھی۔ کام خوب دل کھول کر لیا جاتا اور بحمداللہ کیا جاتا تھا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اس میں بھی ایک آدھ گھنٹہ صرف ہوتا۔ صبح کو ۷-۸ بجے کے قریب فراغت ہوتی تو مکان آتا۔ ناشتہ کر کے سو جاتا اور دوپہر کو اُٹھتا۔ اور سہ پہر سے عشا تک پھر وہی حرم شریف مواجہہ شریف۔ کبھی کسی زیارت۔ دعوت یا کام کی وجہ سے کہیں جانا ہوتا تو دوسری بات تھی۔

بعد نماز عشا سب رخصت ہو جاتے ہیں۔ حرم شریف میں کامل تخلیہ رہتا ہے۔ صرف چند خدام باری باری سے حاضر رہتے ہیں۔ اگر کسی کو شب کی حاضری مطلوب ہو تو بطور خاص باقاعدہ اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے اور عہدہ داران حسب صوابدید اجازت دے سکتے ہیں۔ چنانچہ بفضلہ ہم لوگوں کو بھی اجازت حاصل ہو گئی۔ اور ۶-۷ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ یوم یک شنبہ و دوشنبہ کی درمیانی شب حرم شریف ہی میں بسر ہوئی۔ چار تو ہم تھے ہمارے ساتھ دو صاحبوں کو اور بھی اجازت ملی۔ کُل حاضرین چھ تھے۔ لیکن عجیب بات ہے۔ حرم شریف میں اکثر حاضرین کو بے اختیار ایسی قوی نیند آتی ہے کہ سر پیر کی خبر نہیں رہتی۔ گویا تھکا ہوا بچہ ماں کی گود میں سو رہا ہے۔ یہ بھی رَءُوفٌ رَحِیم کی ایک شان ہے۔ چنانچہ وہ دونوں صاحب اسی طرح بے خبر پڑ کر سو رہے۔ ہم کئی دن سے دعا مانگ رہے تھے کہ شب بیداری کی توفیق ملے۔ بفضلہ غنودگی بھی نہ آئی۔ حرم شریف میں تخلیہ ہوا۔ اور روشنی کم ہوئی تو عجب شانِ جلالت کے آثار محسوس ہونے لگے۔ بے اختیار دل عظمت سے بیٹھا جاتا تھا۔ بارے درود خوانی سے تقویت ہوئی۔ خدا جانے کس حال میں کس خیال میں دو بجے تک صحن میں بیٹھے رہے۔ پھر معلوم ہوا کہ اب حاضر ہونا چاہیئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اس سے بڑھ کر زندگی میں کون سا وقت آسکتا ہے۔ اُٹھے اور لڑکھڑاتے

بارگاہِ اقدس کی طرف چلے۔ تینوں رفیق نماز کے واسطے روضۃ الجنۃ میں ٹھہر گئے۔ مگر ایک دیوانہ اپنی دُھن میں افتاں خیزاں پہنچا اور مواجہ شریف میں آستانہ معلی پر جالی مبارک پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اَللّٰہُ اکبر وہ تنہائی۔ شب کی خموشی میں صرف دو شمعیں روشن اور بارگاہِ اقدس کی حضوری ؎

یارب کجاست محرمِ رازے کہ یک زماں
دل شرح آں دہد کہ چہ دید و چہا شنید

اتنے میں چاروں رفیق جمع ہو گئے۔ اپنا اپنا ربط اپنا اپنا حال ع
ہم ہی ہم ہیں تری محفل میں کوئی اور نہیں

گھنٹے منٹوں کی طرح گزر گئے۔ وہی تین بجے حرم شریف کے دروازے کھلے اور تخلیہ برخاست ہوا۔ اپنے حق میں یہ شب لیلۃ القدر معلوم ہوتی تھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا۔ وَصَلِّ عَلٰی رسول اللّٰہِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

یوں تو مواجہہ شریف میں حضورِ انور صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے واسطے سے خدا جانے کتنی دعائیں مانگیں۔ اَللّٰہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ لیکن ایک دعا دل ہی مانگی۔ وہ یہ کہ ایک درود شریف ذہن میں آجائے جس میں حضورِ انورؐ کی وہ شان مذکور ہو جو اَللّٰہ تعالیٰ کے علم میں مسلم ہے۔ اور وہ درود شریف بالکل نئی ہو۔ کسی سے اب تک منقول نہ ہو۔ تاکہ وہی پڑھا کروں اور اس کو حضوری اقدس کا فیض سمجھوں۔ اَللّٰہ تعالیٰ کی شان مجھ جیسے کم علم کے ذہن میں بلا تفکر ایک قرآنی درود شریف معًا اتر آئی۔ اور ہمیشہ وہی ورد رہی۔ اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (پ۳۰) باتباعِ امر اس کو یہاں ظاہر کرتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ طٰہٰ ویٰسٓ حٰمٓ حٰمٓ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔ رَحْمَۃٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

نمبر ۳ اِنَّہٗ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۰

اس کے ورد سے عجیب برکات محسوس ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ مومنین کو اس سے فیض پہونچیگا اور رغیر جاحبیہ کے ثواب میں اللہ تعالیٰ ہم کو بھی شریک رکھے گا۔ حضرت قبلہ مولانا محمد عبدالقدیر مدظلہٗ کو جو درود شریف بطور خاص پہلے ہی عطا ہو چکی تھی وہ یہ ہے۔ عجیب حقیقت محمدی ہے عجیب جامعیت ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ مِرْاٰۃِ ذَاتِکَ وَاَوَّلِ تَجَلِّیَاتِکَ وَمَظْھَرِ اَسْمَائِکَ وَصِفَاتِکَ وَمَنْبَعِ اٰیَاتِکَ وَکَمَالَاتِکَ بِعَدَدِ جَمِیْعِ مَعْلُوْمَاتِکَ

مواجہ شریف میں جو صلوٰۃ وسلام پڑھتا تھا وہ بھی اپنی درود شریف سے ملتا جلتا تھا باقی سب سے جدا تھا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اَنْتَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

اَنْتَ مَوْلَائِیْ اَنْتَ مَلْجَائِیْ

یَا نَبِیَّ الْھُدٰی سَلَامٌ عَلَیْکَ

یَا شَفِیْعَ الْوَرٰی سَلَامٌ عَلَیْکَ

نصرہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ دَائِمًا أَبَدًا

دَلَائِلُ الْخَيْرَات میں درود شریفوں کا بہترین ذخیرہ جمع ہے۔ قصیدہ بردہ بھی بہت مقبول ہے۔ یوں تو ہندوستان میں ان کے بہت سے نسخے طبع ہو چکے ہیں۔ لیکن حال میں ان کا ایک نسخہ با ترجمہ نور محمد صاحب (کارخانہ تجارت کتب کٹرہ بڑیاں دہلی) نے شائع کیا ہے۔ خوش خط ہے۔ قصیدۂ بردہ کی اردو میں کئی شرحیں موجود ہیں۔ ایک شرح عطر الوردہ کے نام سے مطبع مجتبائی دہلی نے شائع کی ہے۔ خوب ہے علیٰ ہذا ایک شرح فوائد رضیہ کے نام سے نواب محاسب جنگ بہادر مولوی غلام احمد صاحب نے حیدرآباد سے شائع کی ہے۔ بہت پاکیزہ ہے۔ عربی مولود شریفوں میں شرف الانام اور اس سے بڑھ کر مولود برزنجی مقبول ہیں۔ عبارت فصیح اور سلیس از حد پر تاثیر ہے۔ حب نبوی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ یہ سب کتابیں عاشقانِ رسول ص کے حق میں آبِ حیات ہیں۔ مجموعۂ مولود کے خوش خط نسخے بمبئی میں عربی کتب فروشوں سے مل سکتے ہیں۔

ایک وقت یکایک عجب دعا دل سے نکلی وہ یہ کہ امہات المومنین اور بقیہ اہلِ بیت اطہار، خلفائے راشدین اور صحابۂ کبار، ائمۂ عظام اور اولیائے کرام یہ سب آپ کو عزیز ہیں۔ آپ کے دل میں جگہ رکھتے ہیں۔ آپ کے غلاموں کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ ان سب کی جگہ رکھے۔ کل کو کسی سے شرمندگی نہ ہو غلط فہمی اور فرقہ بندی سے امت میں جو سخت فتنہ پھیلا اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ اللہ کے فضل سے دل کو کچھ ایسی وسعت اور تسکین محسوس ہوئی کہ گویا دعا قبول ہو گئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ

بعض لوگ اپنے ربط کے موافق دعائیں پڑھتے ہیں۔ لیکن عام طور پر

فصل ۶ لوگوں کو جو دعائیں بتا دو یا د کر لیتے ہیں۔

راستہ میں دور سے مدینہ منورہ کی عمارات نظر پڑیں تو یہ دعا پڑھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ نَبِیِّکَ فَاجْعَلْہُ وِقَایَۃً لِّیْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ ط

مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (۹/۱۵)

حرم شریف میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں۔ باب جبرئیل سے داخل ہونا افضل ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَفَضْلِکَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَۃِ رَسُوْلِکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا رَزَقْتَ اَوْلِیَآءَکَ وَاغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر یہ دعا پڑھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۲۲/۳) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّۃَ وَجَاھَدْتَ فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ فَصَلَوٰتُ اللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَجَمِیْعِ خَلْقِہٖ فِیْ سَمٰوٰتِہٖ وَاَرْضِہٖ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

اس کے بعد جو دل چاہے دعا مانگے اور کہے۔

فصل ۵

یَارَسُوْلَ اللہِ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللہِ تَعَالٰی۔

روضۃ الجنۃ میں ممبر اور محراب النبی پر جا ہے تو یہ دعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہِ ط اِنَّ اللہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ط (۳/۲۴) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْمَغْفِرَۃَ بِحُرْمَۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (۹/۳)

تمام زیارات پر معلم ساتھ رہتے ہیں۔ ہر مقام کے مناسب فاتحہ پڑھاتے ہیں۔ دعا کراتے ہیں۔ باقی اوقات میں حسب دلخواہ فاتحہ پڑھیے۔ دعا مانگیے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مدینہ کی بستی | مدینہ منورہ کے عام حالات یہ ہیں کہ وہ ایک خالص مذہبی بستی ہے۔ زیادہ تر سادات و انصار آباد ہیں۔ خلق و مروت یہاں عام ہے۔ اُنس و محبت یہاں کے خمیر میں داخل ہے۔ اور کیوں نہ ہو حضور رحمۃ للعالمین کی آرام گاہ ہے۔ یوں تو مسافر نوازی عرب کا عام دستور ہے۔ لیکن اہل مدینہ اس کو جس خوشی اور خوبی سے انجام دیتے ہیں۔ انھیں کا حق ہے۔ مدینہ والوں کی محبت اور مہمان نوازی پر تو قرآن شاہد ہے

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ الخ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ۵ (۲۸/۲)

قدیم باشندوں میں ماشاء اللہ اب بھی یہی خو بو ملتی ہے۔ یہاں جو کچھ تھوڑی بہت صنعت و حرفت اور تجارت جاری ہے۔ حجاج اور زائرین کے دم سے جاری ہے۔ لیکن اول تو عقائد استطاعت۔ صحت۔ اور مہلت غرض کہ گوناگوں شرائط کی وجہ سے نسبتاً بہت کم حجاج کو مدینہ منورہ حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ جو کچھ اجتماع رہتا ہے مکہ معظمہ میں رہتا ہے۔ دوسرے بالعموم مدینہ منورہ کی حاضری بہت مختصر ہوتی ہے۔

فصل۵ تین چار روز یا زیادہ ہوئی تو ہفتہ عشرہ۔ بہت کم حجاج دو ایک ماہ حاضر رہتے ہیں۔
ایسی روا روی میں سامانِ خورونوش کے سوا حجاج مدینہ منورہ میں کیا خرید سکتے ہیں۔
بلکہ بعض تو یہ سامان بھی ساتھ رکھ لاتے ہیں۔ بالعموم حجاج کو جو کچھ خریدنا ہوتا ہے مکہ معظمہ
میں خریدتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ معظمہ کے وسیع بازار ہر قسم کے ساز و سامان سے
بھرے نظر آتے ہیں۔ اور وہاں خریداروں کا یہ ہجوم رہتا ہے کہ دکانوں پر کھڑے
ہونے کو مشکل سے جگہ ملتی ہے۔ چلنے پھرنے میں شانہ سے شانہ چھلتا ہے۔ مدینہ منورہ
کے بازاروں میں نہ یہ وسعت نہ یہ ہجوم۔ دکانات میں نہ مال کی ایسی افراط۔ نہ خرید و
فروخت کی ایسی کثرت۔ تبرک کے خیال سے بعض حجاج کچھ خرید لیں تو ان کی سعادت
ہے۔ پھر بھی مدینہ منورہ کے چھوٹے چھوٹے بازاروں میں خاصی چہل پہل رہتی ہے۔

مدینہ منورہ کا ایک تحفہ البتہ ایسا ہے جو تمام عرب میں کہیں میسر نہیں آسکتا اور جس
کی خوب گرم بازاری رہتی ہے۔ وہ تحفہ مدینہ منورہ کی کھجوریں ہیں چھوٹی بڑی زرد
سنہری۔ سرخ عنابی۔ ہلکی میٹھی۔ تیز میٹھی۔ خشک و تر۔ دکانیں کی دکانیں بھری رہتی ہیں۔
ہر قسم اپنے ذائقہ میں لاجواب۔ تاہم یہ کوئی اپنی خودستائی نہیں۔ بلکہ حدیث شریف
ہے کہ برنی کھجور بہت بہتر ہے۔ دکان دار اور خریدار سب برنی کھجور کی بہت تعریف کرتے
ہیں۔ قدر کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں برنی مقبول خاص و عام ہے۔ غرض کہ مدینہ منورہ کی
لذیذ اور نفیس کھجوریں عجب نعمت ہیں۔ مکہ معظمہ میں تو وہ تبرک بن جاتی ہیں۔ حضور رحمۃ للعلمین
کا خاص تحفہ معلوم ہوتی ہیں ؎

نخلِ بستانِ مدینہ زتو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

کھجور کے سوا یہاں انگور و انار کے بہت سے باغات تھے لیکن افسوس کہ حال کی

خانہ جنگیوں میں اکثر باغات ویران ہو گئے - اور مالکانِ باغات خستہ حال ہیں نخلستان سخت جان تھے بچ گئے - کھجور کے علاوہ مدینہ منورہ کا پانی بھی عجیب نعمت ہے - سرد - شیریں سبک - ہاضم - ایسا لطیف کہ پینے سے دل کو راحت ہو - سُبْحَانَ اللہ

فصل

مدینہ منورہ دیارِ حبیب ہونے کے علاوہ آج کل ایک مظلوم شہر ہے - یوں بھی اس سے دل کو گرویدگی ہوتی ہے - مکہ معظمہ تو بفضلہ محفوظ رہا - لیکن گزشتہ چند سال کی شورشوں میں مدینہ منورہ پر متواتر زدیں پڑتی رہیں - جان و مال لٹتے رہے - بعض محلے گولہ باری سے مسمار ہیں - بعض محلے مکینوں کی تباہی سے ویران ہیں - جو کچھ ہے حاجیوں کی چہل پہل ہے - ورنہ گلی کوچے خموش سنسان ہیں - بڑے بڑے محلات خالی پڑے ہیں - کوڑیوں کے مول سستے فروخت ہو رہے ہیں - شہر کی تو یہ صورت ہے - حرم شریف میں دیکھئے تو بزرگ صورت و بزرگ سیرت عابد و زاہد بوڑھے لوگ جن کے جوان جوان عزیز و اقربا معرکوں میں جاں بحق ہو گئے - ترکی منصب بند ہو گئے - خدمتی وظائف تخفیف ہو گئے - دل مضبوط کئے صبر اور ضبط کے ساتھ ستونوں سے کمر کو سہارا دیئے وقار کے ساتھ بیٹھے رہتے ہیں - کوئی ہمدرد ملا تو دل کی دو دو باتیں کر لیں ورنہ کسی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے - روضۂ اقدس کی حضوری کو دین و دنیا کا سرمایہ سمجھتے ہیں - ہر حال میں صابر و شاکر ہیں - گھروں میں بیوائیں اور ستم رسیدہ مائیں صبر کی داد دے رہی ہیں - راستوں میں یتیموں کی معصوم اور مایوس صورتیں دل والوں کو بے چین کر رہی ہیں - وہ پیاری پیاری صورتیں - نورانی مورتیں - پریشان حال آنکھوں میں مدنی محبت - حیا سے زبان سوال خموش - دلوں میں اخوت دینی کا جوش - حاجیوں سے پدری محبت کا بدل چاہتے ہیں - نظرِ التفات پاتے ہیں تو معصومیت سے لپٹ جاتے ہیں - دامن و آستین کو بوسہ کیا دیتے ہیں دلوں کو ہلا دیتے ہیں - بے اعتنائی پاتے ہیں - غیرت سے چپ رہ جاتے

ہیں۔ شریف ہیں نجیب ہیں۔ گداگری سے شرماتے ہیں۔ جہاں تک موقع پاتے ہیں حجاج کی خدمت بجا لاتے ہیں۔ کمریں کسے ہوئے۔ بغل میں صراحیاں۔ حرم شریف میں۔ کوچہ و بازار میں۔ مکانات میں۔ حاجیوں کو ٹھنڈا پانی پلاتے ہیں۔ پہنچاتے ہیں۔ حرم شریف کے دروازوں پر حجاج کو وضو کراتے ہیں مستورات کو زیارات کراتے ہیں۔ صلوٰۃ و سلام پڑھاتے ہیں۔ جو کچھ معاوضہ پاتے ہیں خوش ہو جاتے ہیں۔ بعض بدنصیب حاجی ان کو بھی جھڑکتے ہیں۔ ان سے بھی جھگڑتے ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ روضۂ اقدس کے روبرو کھڑے ہو ہو کر جب وہ نرم نرم آوازوں سے خاص محبت و اخلاص کے جوش میں جو صاف فیضِ نبوی معلوم ہوتا ہے صلوٰۃ و سلام پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تو خدا جانے مقبولیت کے کیسے کیسے صلے کہاں کہاں سے پاتے ہیں۔

غرض کہ مدینہ منورہ میں بیوہ یتیمٰی اور دل فگار عشاق کا ہجوم ہے۔ رحمۃ للعلمین اور بالمومنین رؤف رحیم جس کی شان ہو وہ ان کا ہمدم اور نگہبان ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی ان پر مہربان ہے۔ اس تقرب و حضوری اور اس صبر و رضا کے کیا کچھ مراتب نہ ملیں گے البتہ آج جو چاہے ان کی خدمت کرے عقبیٰ کی نعمتوں سے جنت میں گھر بھرے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تھوڑا بہت اپنے بھی پاس تھا۔ اس کے علاوہ دوست احباب نے ایک معقول رقم ساتھ کر دی تھی۔ خدا کے فضل سے حرم شریف میں اور مکان مکان کھلے اور ڈھکے خوب تقسیم ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

شاہِ دکن کی فدویانہ عقیدت | اعلیٰ حضرت حضور نظام نواب میر عثمان علی خاں بہادر آصف جاہ سابع خسرو دکن خلد اللہ ملکہٗ کو بفضلہ تعالیٰ حبِ نبوی کا جو شرف حاصل ہے مسلّم ہے اور وہ حکومت و سلطنت سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں اور بجا فرماتے ہیں ؎

فصل ۵

عثماںؓ کہ سر بلند شد از حبِّ مصطفیٰؐ
در دو جہاں بہ تاج شہی شہر یار باد

اسی نسبت کی برکت سے اعلیٰحضرت کے نعتیہ کلام میں ایک خاص پُر اثر مقبولیت محسوس ہوتی ہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔ چنانچہ دو سال ہوئے مدینۂ منوّرہ کے بہت سے غیر مستطیع شرفا کے واسطے حضور نے بکمال عقیدت معقول وظائف جاری فرمائے۔ اور حال میں حرم شریف اور روضۂ اقدس کی درستی کے واسطے تیرہ لاکھ روپیہ نذر فرمایا ہے۔ مدینۂ منورہ میں ہر کوئی حضور نظام اور ان کی حکومت کے واسطے دعا کرتا ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اعلیٰحضرت حضور نظام آصف جاہ خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کی رعایا کے قیام کے واسطے مدینہ منورہ میں تین مکان ہیں حسین بی صاحبہ مرحومہ کا مکان حسین بی کی رباط۔ اور افضل الدولہ مرحوم کی رباط۔ آخر الذکر رباط کہنہ ہے۔ یہاں کا انتظام بھی قابل اصلاح ہے حسین بی کی رباط البتہ ایک وسیع عمارت ہے۔ یوں تو پختہ ہے لیکن پھر بھی مرمّت طلب ہے۔ حیدر آباد دکن کے عام حجاج اسی میں اُترتے ہیں حسین بی کا مکان سب سے بہتر ہے۔ سہ منزلہ عمارت ہے۔ صاف ستھری۔ روشن اور ہوادار۔ محلہ صاحہ میں واقع ہے۔ حرم شریف کے باب الرحمۃ سے بالکل قریب ہے۔ سید جعفر داغستانی حسین بی کی رباط اور مکان کے داروغہ ہیں۔ بہت نیک مزاج ہیں۔ حیدر آباد کے حجاج کی دل سے خدمت کرتے ہیں۔ ان کے کاموں میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ حافظ عبد الغفور صاحب حیدر آبادی سرکار نظام کی طرف سے حرم شریف میں قرآن خوانی کے مہتمم ہیں۔ بہت

فصل ۵ محبت اور کام کے آدمی ہیں۔ حیدر آبادی حجاج کے معلّم سید ابو سعود اور سید عبید اللہ برادران ہیں۔ سرکاری طور پر مقرر ہیں۔ یہ بھی دونوں بھائی بہت شریف اور خلیق ہیں۔ معلّموں میں معزز ہیں۔ حجاج کی خوب خاطر تواضع کرتے ہیں۔ زیارات کراتے ہیں بصورت ضرورت مکانات کرایہ پر دلاتے ہیں سفر کے واسطے اونٹوں کا انتظام بھی معلّم ہی کرتے ہیں۔ حجاج بطور خود اور براہِ راست انتظام نہیں کر سکتے۔ سفر کا اجازت نامہ جو کوشان کہلاتا ہے۔ اور جس کے بغیر روانگی ممنوع ہے۔ وہ بھی معلّم ہی کی معرفت سرکار سے حاصل کیا جاتا ہے۔ غرض کہ معلّم کا توسط اختیاری نہیں بلکہ لازمی ہے۔ حجاج حسب حیثیت معلّموں کو حق الخدمت دیتے ہیں۔ مدینۂ منوّرہ کے معلّم بالعموم بہت نرم ہیں۔ کچھ تقاضا اور حجت نہیں کرتے۔ لیکن حجاج پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ سلوک کریں۔ آخر وہ کس دربار کے خادم ہیں۔ کس کے نام لیوا ہیں۔ مجنوں کو سگِ کوئے لیلےٰ عزیز تھا۔ تو حجاج بارگاہِ نبوی کے خدام کو کیوں نہ چاہیں گے۔ کیوں نہ مانیں گے۔

مدینہ والے سید ابو سعود اور سید عبید اللہ سید جعفر داغستانی اور حافظ عبد الغفور صاحب ان صاحبوں سے تو لا بد ساتھ رہا۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ بہت خوش دلی کا ساتھ رہا۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض حضرات سے ملاقات ہوئی۔ اور ان کی محبت ہمیشہ یاد رہے گی۔ معلوم ہوا عام طور بھی حجاج کے ساتھ یہ صاحبان ہمدردی کرتے ہیں۔ مثلاً مولانا ضیاء الدین صاحب قادری باب السلام کے قریب مقیم ہیں۔ ہندی مہاجر ہیں۔ صاحب دل ہیں۔ اخلاص مند ہیں۔ سید صالح العطاس روضۂ اقدس اور مسجد نبوی کے مبخر ہیں۔ اکثر اوقات حرم شریف میں حاضر رہتے ہیں۔ باب السلام کے قریب ایک حجرہ میں باہر نشست رہتی ہے۔ بقدرِ ضرورت اُردو سمجھتے بولتے ہیں۔ بہت واقف کار ہیں۔ سمجھ دار ہیں۔ ملنسار ہیں۔ باب جبرئیل پر قمر الدین ایک ہندوستانی بواب ہیں۔ یہ بھی بہت کام کے آدمی ہیں۔ سید طٰہٰ محمد حسین عثمان ایک معزز

فصل ۹

تاجر ہیں۔ باب المصری کے قریب سوق الحبابہ میں غلّہ کی دکان ہے۔ حاجی بلال دہلوی کے حیدر آبادی ایجنٹ ہیں۔ مدینہ منورہ میں انہی کی معرفت رقمیں ادا ہوتی ہیں۔ بہت خلیق ہیں۔ انہی کے ہمسایہ سیٹھ حاجی عبدالغنی ہیں۔ یہ ہندوستانی تاجر ہیں۔ حجاج سے ہمدردی کرتے ہیں۔ ان سب صاحبان سے ہم کو ہر طرح کی امداد ملی۔ اور حجاج کو مل سکتی ہے۔ اس لئے نام گنا دیئے۔ ورنہ مدینۂ منورہ تو محبت کی بستی ہے۔ شب و روز یہاں رحمت برستی ہے۔ خدا کے فضل سے کل قیام دن عید اور رات شب برات تھی حرم شریف میں چھوٹے بڑے سب سے صاحب سلامت اور ملاقات تھی۔ اچھے اچھے بزرگوں سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ حضرت خواجہ احمد بن شمس علیہ الرحمۃ عالم فاضل۔ عارف کامل۔ صاحب التصانیف جلیلہ سلسلۂ قادریہ کے نامور بزرگ تھے۔ حال ہی میں وصال ہو گیا۔ تاہم بفضلہ سلسلہ جاری ہے۔ حلقۂ شمسیہ قادریہ کے حضرات ماشاء اللہ بڑے بڑے عالم ہیں۔ عارف ہیں۔ جامع شریعت و حقیقت ہیں۔ ہمارے مخلص دوست حاجی مولوی محمد مقتدی خاں صاحب شروانی (منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ) کے بزرگوار حاجی محمد عبدالکفیل صاحب شروانی مدینہ منورہ (محلہ صاحہ) میں مقیم ہیں۔ اول ماشاء اللہ خدا جانے کتنے حجوں کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور اب آستانۂ اقدس کی حضوری سے مشرف ہیں۔ کہنے کو مہاجر ہیں مگر وہی مدنی خو بو۔ وہی خلق و محبت ہے۔ شروانی صاحب کی ملاقات بھی اخلاص پسندوں کے واسطے ایک نعمت ہے۔ حضرت حبیب محمدؒ اور حبیب احمد جمل اللیل بھی سادات حضارمہ میں دو اچھے سن رسیدہ بزرگ ہیں۔ صاحبِ نسبت ہیں۔ پہلے یہ پیش امام تھے۔ خطیب جمعہ تھے۔ اور قبۂ اہل بیتِ اطہار کے کلید بردار تھے۔ ترکوں کے عہد میں بہت معزز اور محترم تھے۔ اور جاننے والوں کی نظر میں اب بھی ویسے ہی ہیں۔ لیکن قبۂ شریف شہید ہو گیا تو ان کے بھی دل ٹوٹ گئے۔ دردِ محبت میں بھی عجب لذت ہے ان کی

فصل ۵ شگفتگی میں اک شان نظر آتی ہے۔ تاہم حکومت کی طرف سے اب بھی وظیفہ ملتا ہے۔ مولوی عبدالباقی صاحب فرنگی محلی لکھنوی نے اپنے شوق و کوشش سے محلہ صاحہ میں ایک مدرسہ نظامیہ جاری کر رکھا ہے۔ سرکار نظام سے دو سو روپیہ امداد بھی ملتی ہے۔ منصوبے تو بڑے ہیں لیکن ابھی ابتدائی حالت ہے۔ تاہم کچھ نہ کچھ مفید کام ضرور ہو رہا ہے۔ اور بھی کئی مدارس کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اتحادِ عمل کی توفیق دے۔

دو ہفتے تو خوب عیش و راحت میں بسر ہوئے۔ دل گواہی دیتا تھا ؎

اگر فردوس بر روئے زمین ست
ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

اس کے بعد رخصت کا خیال آنے لگا۔ دل ستانے لگا۔ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے بے اختیار آنسو ٹپک جاتے۔ ارادہ ہوتا تھا۔ ملتوی ہوتا تھا۔ اسی میں ہفتہ عشرہ اور گزر گیا۔ آخر وقت آ ہی گیا۔ ۲۲ ذیقعدہ کو روانگی پختہ ہوئی۔ اور احرام باندھ کر ہم بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ یا تو دل کی وہ کیفیت کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا تھا۔ یا خدا کی شان رخصت کے وقت خوشی سے بھر گیا۔ بے اختیار بھر گیا۔ حالاں کہ حجاج کے واسطے بالعموم یہی وقت خاص رقت کا ہوتا ہے۔ معلم ہم کو اَلْوَدَاعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھواتے تھے اور ہماری زبان سے الودادیا رسول اللہ نکلتا تھا۔ رخصت اور جدائی کا احساس دل سے بالکل غائب تھا۔ تکلف سے بھی نہیں آتا تھا۔ مدینہ منورہ سے مکۂ معظمہ کیا جا رہے ہیں۔ گویا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے وسیلہ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور پھر بھی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ساتھ ہے۔ کہ حقیقت دونوں کی جامع ہے۔ اب تک یہ دعا تھی۔ ع خدایا از تو خواہم مصطفےٰ را۔ اب یہ ورد شروع ہوا ع محمدؐ از تو می خواہم خدا را۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

اونٹوں کا سفر | حج کا قرب حجاج کی کثرت۔ اونٹوں کی قلت۔ تندرست اور سدھے ہوئے اونٹ نایاب تھے۔ تاہم خدا کا شکر ہے۔ ہمارے معلّم ابو سعود عبید اللہ صاحبان کی سعی سے اور ان کے دوست شیخ عبدالرحمٰن بن صالح جیسے ذی اثر مقوم کی کوشش سے اونٹ بھی اچھے ملے۔ جمّال بھی اچھے ملے۔ سلطانی راستہ سے مدینہ منوّرہ سے مکہ معظمہ تک معمولاً بارہ تیرہ روز کا سفر ہے۔ خدا کے فضل سے ہم دسویں روز مکّہ معظمہ پہنچ گئے۔ یوں تو گرمی کا موسم تھا لیکن ترشح ہوجانے کی وجہ سے راستہ میں آرام رہا۔ ہمارے تین اونٹ تھے۔ دو پر ہم اور ایک پر ہمارا سامان کل تقریباً ۱۸ گنی کرایہ ادا کرنا پڑا۔ اس زمانہ میں موٹروں کی آمد و رفت بھی شروع ہوگئی تھی۔ ۷ یا ۸ گنی فی کس یک طرفہ کرایہ مقرر تھا۔ بفضلہ اپنے پاس گنجائش بھی تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوا کہ اونٹوں پر سفر کرنا بہتر ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے سفر بہت پُر لطف رہا۔ خدا کا بڑا فضل تھا۔ شب و روز لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ پکارنے سے بڑے برکات حاصل ہوئے ملک کو کیسی قدر اطمینان اور تفصیل سے دیکھا۔ موٹر میں یہ بات کہاں نصیب ہوتی۔

امن و امان | ایک چیز جو نا قابلِ انکار اور قابلِ حیرت ہے۔ وہ امن و امان ہے۔ اس معاملہ میں سراسر قلب ماہیت نظر آتی ہے۔ خود وہ لوگ جن کو حکومت موجودہ کے ہاتھوں سخت تکلیف پہونچی اور جو حکومت کے شاکی ہیں ازرہِ حق پسندی اعتراف کرتے ہیں کہ صدیوں بعد ایسا پکا امن قائم ہوا ہے۔ ترکوں کے عہد میں بدو تو بہت خوش حال تھے لیکن حاجیوں کی جان و مال کی حفاظت قابل اطمینان نہ تھی۔ اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ترکوں نے ازراہِ عنایت احترام عربوں کو حد سے زیادہ آزادی اور نرمی دے رکھی تھی آج کل بدوؤں پر بہت سختی ہے۔ لیکن حاجی خوب مطمئن ہیں۔ قافلوں میں یا تو بدو ذرا سی بات پر حاجیوں کی جان لیتے تھے۔ یا اب حاجی ذرا ذرا سے بہانہ پر بدوؤں کو خوب ٹھوکتے ہیں۔

فصل ۵ پہلے حاجیوں کی کوئی فریاد نہ تھی۔ اب بدوؤں کی کوئی فریاد نہیں ہے۔ ترکوں نے اپنے اخلاق و عقیدت کی وجہ سے بدوؤں کے ساتھ اس قدر نرمی برتی کہ وہ خودسر ہو گئے۔ ورنہ ترک اگر سختی کرنا چاہتے تو یقیناً بدوؤں کو دو روز میں سیدھا کر دیتے۔ مگر انھوں نے حجاج کی تکلیف گوارا کی۔ بدوؤں پر سختی کرنا درست نہ سمجھا۔ نجدیوں کے زمانہ میں معاملہ برعکس ہو گیا۔ بدوؤں نے جو مزاحمت اور سرکشی کی تو نجدیوں نے بے دریغ ان کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اور ان سے ہتھیار چھین لئے۔ حتیٰ کہ بدوؤں کے دل ٹوٹ گئے ان کا زور ٹوٹ گیا۔ اور حجاج کی جان و مال بھی دست برد سے محفوظ ہو گئے۔ لیکن لوگوں کو بدوؤں کی تباہی کا بہت افسوس ہے۔ اور ایک ایسی جاں فروش قوم کی موجودگی اس ملک میں ضروری معلوم ہوتی ہے۔ کیا عجب بدوؤں کی نسل میں اعتدال پیدا ہو جائے۔ جرأت اور دلیری بھی دلوں میں موجود ہو۔ اور امن و امان کا بھی پاس رہے۔ یہ جب ممکن ہے کہ ان کو باقاعدہ فوج میں بھرتی کیا جائے۔ اور ذرائع معاش پیدا کر کے ان کو مصروف کار رکھا جائے۔ یہ سچ ہے کہ حجاز میں امن و امان کی سخت ضرورت تھی۔ اور موجودہ امن حیرت انگیز ہے۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ امن کی خاطر بدوؤں کا جس قدر خون بہا وہ بھی بہت قیمتی تھا۔ تاہم روایات مختلف ہیں۔ بعض لوگ بدوؤں کے قتل کی افواہ مبالغہ آمیز قرار دیتے ہیں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

بلدۂ طیبہ بہرحال خدا کے فضل سے بخیر و عافیت دسویں روز مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ یہاں بھی اعلیٰ حضرت حضور نظام آصف جاہ خسرو دکن خلد اللہ ملکہٗ کی رعایا کے واسطے ۲ دو رباط وقف ہیں۔ ایک باب ابراہیم کے قریب ہے۔ یہ بڑی عمارت تھی۔ کچھ سال ہوئے آتش زدگی سے ایک حصہ منہدم ہو گیا۔ دوسری رباط باب الزیاد کی طرف ہے۔ یہ بھی بہت وسیع عمارت ہے

فصل ۹

سہ منزلہ ہے۔ ان دونوں رباطوں میں حیدرآباد کے حاجیوں کو بفضلہ خوب آرام ملتا ہے۔ یہاں کے داروغہ منشی حبیب اللہ صاحب خوب اچھا انتظام کرتے ہیں۔ حضور نظام کی طرف سے حرم شریف میں آب زمزم کی سبیل ہے۔ قرآن خوانی ہوتی ہے اس کا اہتمام احمد علی خاں محمد علی خاں صاحبان کے سپرد ہے۔ دوسرے ممالک کے بھی رباط ہیں۔ خاص کر مصری رباط حرم شریف کے مقابل بہت اچھے موقع پر ہے۔ اور شاندار عمارت ہے۔ رباطوں کے علاوہ صدہا مکانات کرایہ پر ملتے ہیں۔ سب میں حجاج بھرے رہتے ہیں معلّم مکانات کا انتظام کرتے ہیں۔

مکّہ معظمہ مدینۂ منوّرہ سے کہیں بڑا شہر ہے۔ خوب خوش حال آباد ہے۔ اوّل تو یہاں ہر سال لاکھوں حجاج کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور پھر اجتماع کا سلسلہ کم و بیش چھ ماہ تک قایم رہتا ہے۔ تجارت کو خوب فروغ ہوتا ہے۔ بازاروں میں قابل دید چہل پہل رہتی ہے ہر قسم کے سامان کی افراط نظر آتی ہے۔ خاص کر کہربا کے ہار اور تسبیحیں ریشمی کپڑے شملے اور رومال۔ فرش۔ قالین ان چیزوں کی بہت خرید و فروخت ہوتی ہے۔ لوگ یہاں بھی خلیق ہیں۔ لیکن وہ مدینہ والوں کی بات نہیں۔ نہ وہ نرمی نہ وہ بے ساختہ محبت۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ تاہم یہاں حجاج کے ساتھ عام برتاؤ مروت آمیز ہے۔ اور جہاں ہر سال لاکھوں اجنبیوں کا عارضی اجتماع ہوتا ہو وہاں یہ رنگ بھی بہت غنیمت ہے۔

مدینہ منورہ میں تو ملک ملک کے مزوّر مقرر ہیں۔ لیکن مکّہ معظمہ میں معلّم ملک وار نہیں ہیں۔ اپنا اپنا انتخاب ہے۔ اختیار ہے۔ لیکن کوئی نہ کوئی معلّم مقرر کرنا ضرور ہے۔ ان کے بغیر چارہ نہیں۔ اول تو یوں بھی ان سے سب کاموں میں بہت مدد ملتی ہے۔ دوسرے ان کے واسطہ بغیر نہ اونٹ مل سکتے ہیں۔ نہ سفر کر سکتے ہیں۔ نہ جہاز پر چڑھ سکتے ہیں۔ سفر کے انتظامات میں حاجیوں کو براہ راست کوئی دخل نہیں ہے۔ سب کچھ معلموں کی معرفت

فصل ۵ انتظام ہوتا ہے۔ اور اس میں گو بہت پابندی ہے، تاہم بہت امن ہے۔ بصورت دیگر بہت زیادہ ابتری اور بدنظمی کا اندیشہ ہے۔ بہرصورت کسی نہ کسی معلم کو انتخاب کرنا لازم ہے۔ سرکار میں اس کا اندراج ہوتا ہے۔ ہر معلم اپنے اپنے حاجیوں کی حفاظت اور عافیت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ حج میں ساتھ رہتا ہے۔ مکہ معظمہ میں بہت سے معلم ہیں۔ ان کے ایجنٹ ہندوستان تک آتے ہیں۔ ہم نے تو اپنے ایک دوست کی سفارش پر عبدالغنی بشیر احمد کو اپنا وکیل مقرر کیا تھا۔ اور کم از کم ہم کو تجربہ سے یقین ہوا کہ ان سے بہتر وکیل نہیں مل سکتا۔ نہایت مستعد ہمدرد۔ خلیق اور بامروت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اپنے عزیز ہیں۔ مکہ معظمہ میں عرفات میں مزدلفہ میں۔ منا میں ہر جگہ بہت اچھا انتظام کیا۔ اور ہر طرح کا آرام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ بڑی بات یہ کہ مزاج میں قناعت ہے۔ بہت زیادہ حجاج کو اپنے ہاں نہیں بھرتے ہیں کہ سنبھالنا دشوار ہو جائے اور شکایت ذمہ آئے۔ جو حجاج ساتھ ہوتے ہیں ان کی پوری توجہ اور تن دہی سے خدمت کرتے ہیں۔ معاوضہ میں بھی سختی اور حجت نہیں کرتے۔ تاہم حق الخدمت ادا کرنا قانونی اور اخلاقی فرض ہے۔ اوّل تو ان کی فیس سرکار کی طرف سے مقرر ہوتی ہے۔ ہمارے سال فی کس ۔۔ مقرر تھی۔ اس میں سرکار کا بھی حصہ تھا۔ خدمات کے لحاظ سے یہ معاوضہ سراسر ناکافی تھا۔ جو لوگ قدر کرتے ہیں حسب استطاعت معاوضہ دیتے ہیں۔ عبدالغنی بشیر احمد حارۃ الباب میں رہتے ہیں۔ یہ محلہ مکہ معظمہ میں داخلہ کے دروازے سے قریب ہی ہے۔

ایک عجیب لطیفہ ہوا۔ حیدرآباد سے روانہ ہوتے وقت ہم نے کوئی ملازم اور باورچی ساتھ نہیں لیا۔ بظاہر پکانے کھانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ احباب کو تعجب تھا چنانچہ ہمارے مکرم دوست ہارون خاں صاحب شروانی (پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد) از رہ ہمدردی ہماری اس بے سروسامانی سے فکرمند تھے۔ خدا کے فضل سے کل سفر میں

فصل

اور ہر مقام پر کھانے کا ایسا اچھا انتظام ہوتا رہا کہ عقل حیران تھی۔ ان سہولتوں کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ چنانچہ اتنے طویل سفر کے بعد بھی حجاج ہماری صحت اور بشاشت دیکھ کر حیرت کرتے تھے۔ خدا کی قدرت ہمارے دوست شروانی صاحب بھی اپنی اہلیہ صاحبہ اور چھوٹی صاحبزادی خالدہ سلمہا کو ہمراہ لے کر اسی سال حج کرنے تشریف لے آئے ماشاء اللہ گھر کے رئیس ہیں۔ نوکر چاکر باورچی اور باورچی خانہ کا پورا اہتمام تھا۔ پہلے سے تو کوئی قرارداد نہ تھی حسنِ اتفاق سے حج میں ساتھ ہو گیا۔ گو ہمارے پاس بھی بفضلہٖ سب سامان تھا۔ اور معلّم صاحب کی طرف سے ہر قسم کا معقول انتظام تھا۔ لیکن شروانی صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ نے نہایت غیر معمولی خلوص سے اصرار کیا کہ ہم ان کے مہمان رہیں۔ عذر کی کوئی گنجائش نہ چھوڑی۔ دل شکنی کیوں کر ہم کو گوارا ہونے لگی۔ نتیجہ یہ کہ عرفات میں۔ منا میں۔ اور نیز بعد واپسی کئی روز مکہ میں روانگی کے دن تک انہی کے مہمان رہے۔ اور خوب مہمان رہے۔ محبت اور اخلاص کی مہمان داری تھی۔ اللہ تعالےٰ ان کو دین و دنیا میں جزائے خیر دے۔ آخر میں میں نے شروانی صاحب کو یاد دلایا کہ آپ ہماری بے سروسامانی سے فکر مند تھے۔ اللہ تعالےٰ نے خود آپ ہی کو بھیج کر حج کے موقع پر ایسی ضیافت کرائی کہ اس سے بہتر ہونی مشکل تھی۔ اور پہلے سے اس کا وہم و گمان تک نہ تھا۔ چوں کہ قلبی معاملات تھے، رسم و تکلف سے پاک تھے شروانی صاحب نے بھی اس حسن اتفاق کو لطیفۂ غیبی تسلیم کیا۔ اور یوں بھی خاصا لطیفہ رہا۔ ع

خدا خود میر ساماں ست ارباب توکل را

ضیافت سے بڑھ کر لطفِ صحبت تھا۔ خالدہ سلمہا کی باتیں بڑی نعمت تھیں۔ ننی بچی چھ سات سال کی عمر مگر ماشاء اللہ بڑی ہوشمند۔ تمیز داری اور محبت تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ خدا جانے کہاں سے یاد کر لیا تھا۔ اکثر اوقات نعت گنگناتی

فصل۵ رہتی۔ اور ایسے اخلاص کے لہجہ میں کہ سننے سے دل پر بے ساختہ اثر پڑتا۔ کبھی کبھی دل سے بھی نعت نکالتی تو جملے پتے کے نکلتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے حب نبوی اس کی گھٹی میں پڑی ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ چنانچہ حب نبوی ہی بچی کو کھینچ لائی۔ اس کے آنے کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ سفر کی دقتوں کے خیال سے اس کو ہمراہ لانے کا قصد نہ تھا۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ نانی دادی کے پاس رہتی۔ روانگی کا ایک دن باقی تھا۔ دوپہر کے وقت تنہائی میں یہ کچھ گنگنا رہی تھی۔ کان لگا کر سنا تو اپنے معصومانہ انداز میں یہ گا رہی تھی ؎

قافلہ سب چل دیا مجھ کو اکیلا چھوڑ کر　　دل تڑپتا رہ گیا اور ہاتھ ملتا رہ گیا

ساتھ لیا نہ کسی نے مجھے

مولا جلد بلا لو مدینے مجھے

بچی کے اس ولولے نے ماں باپ کے دل پر جادو کا اثر کیا اور چند گھنٹہ میں سفر کا سامان ہو گیا۔ سُبْحَانَ اللہ محبت کے بھی کیا کرشمے ہیں ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

مکہ معظمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اچھے بزرگ سے ملاقات کرائی۔ یہاں دل بہ یار دست بکار ہے۔ درد سے چور ہیں۔ محبت میں مخمور رہیں۔ پھر بھی دیکھنے میں بہت سنبھلے رہتے ہیں۔ شیئہ تنک تعیّن ہونے دیتے ؎

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش

می بود اندر جہاں کم ایں چنیں زیبا روش

حرم شریف سے ملا ہوا باب الزیادہ کے قریب بیت المال کا بڑا دفتر ہے۔ اسی میں یہ نائب مہتمم ہیں۔ عبد الغنی بشیر احمد معلّم کے ہمسایہ ہیں۔ محمد عمر جمال نام ہے۔ اخلاص و محبت حضرؔ

کا مقام ہے۔ کہنے کو حیدرآباد وطن ہے لیکن مدتوں دور دراز ممالک کا سفر رہا۔ اب مکۂ معظمہ میں متعین ہیں۔ حضرت کی ملاقات اخلاص پسندوں کے حق میں بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ مدت مدید تک اس نعمت کو قائم رکھے اور فیض جاری کرے۔ آمین۔

حاجی محمد بلال صاحب کے ایک عزیز حاجی محمد ہارون صاحب سے بھی ملاقات ہوئی بہت ہمدرد اور خلیق ہیں۔ ان کے ہاں فرش فروش کی تجارت ہوتی ہے۔ حاجی بلال صاحب کے بھی ایجنٹ ہیں۔ انھیں کی معرفت رقمیں ادا ہوتی ہیں۔

بفضلہ ہر سال سرکار آصفیہ کی طرف سے محکمۂ امور مذہبی کے زیر اہتمام حجاج کا ایک قافلہ حیدرآباد سے روانہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے سال بھی حیدرآباد سے قافلہ آیا تھا۔ مکہ معظمہ میں ملاقات ہوئی۔ مولوی احمد محی الدین حسینی صاحب سالار قافلہ اور حکیم بشیر احمد صاحب طبیب قافلہ مقرر تھے۔ علاوہ بریں ہمارے حضرت مولانا محمد عبد القدیر صاحب مدظلہ کے ماموں زاد بھائی میاں سید حبیب محمد صاحب قادری سلمہ اللہ تعالیٰ عرف بڑے پاشا واعظ مکہ مسجد بھی معہ اہل وعیال تشریف لائے۔ خوب عبودیت کا رنگ جما۔ تسلیم و رضا کی تعلیم ملی۔ مریدین ومعتقدین کی بھی ایک جماعت ساتھ تھی۔ گو ابھی نوجوان ہیں۔ ماشاء اللہ بہت ہر دل عزیز ہیں۔ ع سالے کہ نکوست از بہارش پیداست
فخر الدین احمد خاں صاحب (المخاطب بہ نواب فخر یار جنگ بہادر) ظہیر الدین صاحب (المخاطب بہ نواب ظہیر یار جنگ بہادر) اور محمد افضل خاں صاحب جاگیردار۔ یہ تینوں صاحبان بھی معہ اہل وعیال تشریف لائے۔ دونوں نوابوں پر ماشاء اللہ شگفتگی کا رنگ اچھا چڑھا تھا۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ دونوں اوّل مدینۂ منوّرہ حاضر ہوئے۔ پھر بیت المقدس۔ دمشق اور بغداد شریف حاضر ہوتے ہوئے بصرہ کی راہ سے حیدرآباد واپس آئے۔ صمدانی بیگ صاحب بھی اپنی ترنگ میں تھے۔ سید علی شبیر صاحب اپنی علالت

فصل ۵ سے کچھ پریشان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جلد ان کو صحت اور دل جمعی عطا کر دی۔ منظفر بیگ صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ سید چاند صاحب اور غلام محی الدین صاحب سے اول مدینہ منورہ میں ملاقات ہوتی۔ پھر واپسی میں جدہ سے وہ بھی ہمارے ساتھ رہے۔ کسی بڑے قافلہ کا انتظام بہت دشوار کام ہے۔ اس کے واسطے بہت مستعدی اور واقف کاری کی ضرورت ہے۔ گرچہ سالار قافلہ نے کوشش اور ایثار میں کوئی کمی نہیں کی۔ تاہم قافلہ کو شکایت رہی، سی مستقل تجربہ کار سالار قافلہ کا تقرر انسب ہے۔

مکہ معظمہ میں یوں تو متمدن زندگی کے متعدد شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً صفائی۔ روشنی دوا خانے۔ لیکن تعلیم کا انتظام سب سے مقدم ہے۔ مدینہ منورہ کی طرح یہاں بھی خانگی طور پر کئی مدارس جاری ہیں۔ ان میں مدرسہ صولتیہ اور مدرسہ فخریہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں ہندوستانیوں کی کوشش کا ثمرہ ہیں۔ سرکار نظام حیدر آباد دکن سے بھی دونوں کو کئی سو روپیہ ماہوار امداد ملتی ہے۔ مدرسہ صولتیہ نے اپنا مکان تعمیر کر لیا ہے البتہ مدرسہ فخریہ ابھی تک کرایہ کے مکان میں قایم ہے۔ جو کچھ بھی کام ہو رہا ہے غنیمت ہے۔ مزید امداد کی ضرورت بیان کی جاتی ہے۔ ضرورت ظاہر ہے۔ امداد میں جس قدر اضافہ ہو مدارس کو ترقی کرنے کا موقع ملے گا۔ یوں تو انتظام قابل اطمینان ہے تاہم آمدو خرچ پر کوئی باقاعدہ نگرانی رہے تو بہتر ہو۔ عام طور پر جو یہ احتمال ہوتا ہے کہ دور دراز مقامات پر کام برائے نام چلتا ہے اور امدادیں جزو معاش بن جاتی ہیں باقاعدہ نگرانی کے بعد یہ احتمال باقی نہ رہ سکے گا۔ منتظمین کو بھی دیانت کے بارہ میں سبکدوشی رہے گی۔ معلوم ہوا حکومت حجاز نظام تعلیم مرتب کر رہی ہے۔ امید کہ محکمہ تعلیمات کی طرف سے جابجا مدارس قایم ہو جائیں گے۔ غالباً خانگی مدارس بھی زیر نگرانی آجائیں گے علوم دنیوی میں تو مضائقہ نہیں لیکن مذہبی تعلیم کا کیا رنگ رہتا ہے۔ یہ مسئلہ نازک اور

فصل ۳

اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ انجام نیک کرے۔

موجودہ حکومت حجاز | حکومتِ حجاز کے متعلق حجاج میں خوب بحثیں چلتی تھیں۔ ہندوستان میں خوب قیل و قال ہو رہی ہے۔ ہر معاملہ کی طرح اس میں بھی دو فریق ہیں۔ ایک سراسر مخالف اور دوسرا سراپا موافق۔ اصلیت دونوں کے بین بین ہے۔ ہم کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہ تھی۔ تاہم لوگوں کا اصرار ہے اس لئے اپنے معلومات و خیالات مختصراً درج کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غلط بیانی سے محفوظ رکھے۔ اور نادانستہ سرزد ہو تو معاف فرمائے۔

سلطان ابن سعود اور اُن کی حکومت کے تعلقات کئی پہلو رکھتے ہیں۔ خود اپنے نجدی قبائل کے ساتھ۔ حجازیوں کے ساتھ۔ حاجیوں کے ساتھ اور دول خارجہ کے ساتھ اور ہر پہلو پر تعلقات کی نوعیت اور نزاکت جداگانہ ہے۔ اللہ تعالےٰ ان تعلقات کو خیر و خوبی سے نباہ دے۔ اور خطرناک پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ نجدی قبائل کے مذہبی عقاید ہمیشہ سے مخصوص ہیں اور اپنے رنگ میں پختہ ہیں۔ وہ اپنے کو بڑا موحد سمجھتے ہیں۔ اور بالعموم دوسرے مسلمان ان کو مشرک نظر آتے ہیں۔ عام مسلمان ان کو سخت وہابی کہتے ہیں۔ عقاید کا فیصلہ کرنا علمائے ربانی کا کام ہے۔ بظاہر الوہیت و ربوبیت اور تعظیم و تکریم میں تمیز ہونے سے یہ اختلاف پیدا ہوتے نظر آتے ہیں۔ اور افراط و تفریط کا جھگڑا معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال عقائد کا اختلاف بہت نمایاں ہے۔ حرمین شریفین تمام دنیا کے مسلمانوں کی عبادت گاہ اور زیارت گاہ ہیں۔ اور ہر سال جمہور مسلمین کا کثیر اجتماع ہوتا ہے۔ حکومت کے پہلے سال اہلِ نجد نے اپنے مخصوص عقائد کی تعمیل سب سے کرانی چاہی۔ اور اس کوشش میں خاصی بدنمائی پیدا ہوئی اور بہت کچھ بدنامی ذمہ آئی۔ عالمِ اسلام میں دور دور تک ناراضی پھیلی۔ بالآخر جلد یہ محسوس ہو گیا کہ حکومت بالجبر حجاج کو اپنے مخصوص عقائد کا پابند نہیں کر سکتی۔ اس نے

فصل ۹ فتنہ و فساد کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور شاید جمہور مسلمین کو سراسر مشرک قرار دینا بھی دل کو نہ لگا۔

نتیجہ یہ کہ دوسرے ہی سال حکومت نے اپنا طرزِ عمل بدل دیا۔ نہ وہ پہلی سخت گیری نہ درشتی۔ نہ ذرا ذرا سی بات پر روک ٹوک۔ نگرانی رکھی، انتظام رکھا۔ مگر اس قدر کہ ضروری اور مناسب تھا۔ فتحمندی کے نئے نئے جوش میں نجدی قبائل کے دلوں سے پہلے سال حد سے متجاوز ہو ہو جاتے تھے۔ غریب حاجیوں کو وہ بہت کم نظر میں لاتے تھے ان کی زبان درازی اور دست درازی کی عام شکایت تھی۔ ان کو بھی حکومت نے سمجھا یا دیا کہ حاجیوں پر ایسی سختی اچھی نہیں۔ اگر حاجیوں نے ناراض ہو کر آنا ترک کر دیا تو بڑی خرابی ہوگی۔ نتیجہ یہ کہ حاجیوں کو تو حکومت کی سخت گیری اور نجدیوں کی چیرہ دستی سے بہت امن مل گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ لیکن نجدی قبائل کے دلوں میں سلطان اور ان کی حکومت کی طرف سے تھوڑی بہت سرد مہری ضرور پیدا ہو گئی کہ یہ عام مسلمانوں سے مرعوب ہو گئے۔ اپنے عقائد میں ڈھیلے پڑ گئے۔ اور دین داری کے بجائے مصلحت بینی پر عمل کرنے لگے۔ ان کے علماء اور بھی زیادہ کھٹک گئے کہ یہی لیل و نہار ہیں تو کچھ روز بعد خدانخواستہ ان کی کمان بالکل اتر جائے گی۔ غرض کہ دلوں میں کم و بیش دغدغہ پیدا ہو گیا۔ لیکن ابھی زبان پر بات نہیں آئی۔ اور چوں کہ اپنی حکومت ہے اپنے عہدے ہیں۔ بظاہر وہ بشاش نظر آتے ہیں۔ خدا کرے نجد کے قبائل اور علما آئندہ بھی سلطان کے تابع اور مویّد رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ نادانی سے برگشتہ ہو کر خود مخالفت شروع کر دیں۔

سلطان ابن سعود کی حکومت میں امن و عدل اس درجہ قایم ہے کہ حق پسند مخالف بھی اس کو کھلے دل سے تسلیم کرتے ہیں اور اس کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن

معاش کا مسئلہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔ ترکوں کے عہد میں حجاز میں بلامبالغہ ہن برستا تھا۔ حکومت کی طرف سے داد و دہش کی کوئی حد نہ تھی۔ عراق اور شام کے محاصل حرمین شریفین کے خدام اور وابستگان کے واسطے وقف تھے۔ مزید برآں حجاج سے جو آمدنی حاصل ہوتی وہ بھی تمام و کمال حجازیوں کی جیب میں جاتی تھی۔ ترک اس کو ہاتھ بھی نہ لگاتے تھے۔ اب معاملہ برعکس ہو گیا۔ اور ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ حکومت کے واسطے خرچ لابد ہے۔ اور سلطان ابن سعود کے ذرائع آمدنی از حد مختصر۔ ناچار حجاز کی آمدنی میں سے ان کو حصہ لینا پڑا اور معقول لینا پڑا۔ اور جب وہ خود حصہ بانٹیں تو ترکوں کی سی داد و دہش کا کیا ذکر ہے۔ نتیجہ یہ کہ خدام اور وابستگان کی معاش مقابلۃً بہت گھٹ گئی۔ اور حکومت کی حصہ کشی قدرتاً ان کو بہت گراں گزری۔ مزید برآں امن و امان قایم کرنے کے واسطے کچھ سختی کرنی پڑی۔ دلوں پر رعب داب قایم کرنا پڑا۔ معاش بھی گھٹ جائے اور تکلیف کی حد تک گھٹ جائے۔ آزادی بھی چھن جائے۔ اور خوف کی حد تک چھن جائے۔ ایسی حکومت سے حجازی لوگ کیوں کر خوش اور مطمئن ہو سکتے ہیں۔ زبان خموش ہے۔ مگر دلوں میں خروش ہے۔ امن تو بہر حال ضروری ہے۔ اور چند روز میں وہ لوگ غالباً خود بھی امن پسند ہو جائیں گے۔ لیکن معاش کا سوال بہت توجہ طلب ہے۔ گو حکومت کچھ ہی معذرت کرے اور اس کی معذرت کتنی ہی درست کیوں نہ ہو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ گزشتہ دو تین سال میں معاش بہت تنگ ہو گئی۔ اور حجاج کی آمدنی میں حکومت شریک غالب بن گئی۔ وکیل، معلم، مقوم اور جمال کو ان کی خدمات کا جو معاوضہ ملتا ہے وہ سراسر ناکافی ہے۔ دیگر خدام کو بھی قلت معاش کی جو شکایت ہے حق بجانب ہے۔ کسی صورت حکومت کے محاصل میں اضافہ ہو تو اُن کے ساتھ رعایت لازم ہے۔ ورنہ عام بے چینی ضرور روز افزوں

فصل۵ ترقی کرے گی۔

حاجی لوگ امن و امان سے خوش ہیں۔ مطمئن ہیں۔ بدامنی کے فسانے ابھی ان کے دلوں میں تازہ ہیں۔ اس لئے امن کی قدر کرتے ہیں۔ شکر بھیجتے ہیں۔ لیکن بدامنی کی یاد کچھ دنوں میں دل سے محو ہو جائے گی۔ تب امن ایک معمولی حالت سمجھی جائے گی اور اس کی قدر بھی گھٹ جائے گی۔ معمولی تکالیف جواب تک کسی شمار میں نہ تھیں شکایتیں بن جائیں گی۔ مگر ہاں ایک بات یاد رہ جائے گی۔ وہ یہ کہ پہلے زمانہ میں حج کے اخراجات بہت کم تھے۔ اور بعد کو بہت زیادہ ہو گئے۔ اور اخراجات کا بڑھنا لابد ہے۔ اول تو عالمگیر گرانی۔ دوسرے حکومت کے مصارف۔ تیسرے خدام کی معاش۔ پھر کیوں کر ممکن ہے کہ اخراجات میں اضافہ نہ ہو۔ اگر حکومت نے راستے درست کئے موٹر کی سڑکیں نکالیں۔ دواخانے کھولے۔ صفائی کے محکمہ کو ترقی دی۔ حجاج کی آمد و رفت کا انتظام باقاعدہ کیا۔ امن کی خاطر فوج اور پولیس میں اضافہ کیا تو اخراجات کچھ سے کچھ ہو جائیں گے۔ امیروں کا حج ہوگا۔ غریبوں کا نہ ہوگا۔ حالاں کہ امیروں کو حج کرنے کی فرصت نہیں۔ زیادہ تر غریب لوگ حج کرنے آتے ہیں۔ خاص کر ہندوستان کا تو یہی معمول ہے۔ تاہم استطاعت بغیر حج فرض نہیں ہوتا۔ البتہ نفل کا اختیار ہے۔

ترکی، افغانستان و ایران۔ یہی تین کم و بیش خود مختار اسلامی حکومتیں ہیں۔ کوئی بھی حجاز کا ذمہ نہیں لیتی۔ اور نہ لے سکتی ہے۔ مصر و عراق یہاں کی نام نہاد اسلامی حکومتیں خود ہی الجھنوں میں پڑی ہوئی ہیں۔ شام و فلسطین پر فرانسیسی اور انگریز کھلم کھلا قبضہ جمائے ہیں۔ شمالی افریقہ کی اسلامی ریاستیں مراکش وغیرہ بھی سخت نرغہ میں ہیں۔ عبدالکریم جیسے مدبر غازی بھی اس جال میں پھنس کر رہ گئے۔ ہندوستان کے مسلمان چندہ دینے اور مشورہ دینے کے سوا کیا کر سکتے ہیں۔ حجاز میں اسلامی جمہوریہ کا قیام، یہ تجویز بلاشک

نہایت بہتر ہے۔ لیکن حسب مراد اس کا عمل پیرا ہونا بھی از حد دشوار ہے۔ مقامی دعویداروں کو دیکھئے تو ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ ترجیح دینا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارض مقدس کو خانہ جنگیوں کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔ موجودہ نجدی حکومت کی ابھی بالکل ابتدائی حالت ہے۔ گزشتہ سال اس کا آغاز بہت خوفناک نظر آتا تھا۔ لیکن امسال جس حد تک بھی بیداری اور رواداری ظاہر ہوئی وہ ضرور امید افزا ہے۔ بظاہر تو قرینہ معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کی سی داد و دہش اور شان و شوکت نہ سہی تاہم نجدی حکومت بھی کچھ تجربہ کے بعد مسلمانوں کی مرضی کے موافق کام چلا لے گی۔ لیکن مخالفین کو یہ شبہ ہے کہ رواداری چند روزہ ہے۔ قبضہ جمانے اور قابو پانے کے بعد وہی درشتی اور سخت گیری شروع ہو جائے گی جو ابتداءً ظہور میں آئی۔ نیت کا اللہ کو علم ہے۔ دلوں کا حال وہی خوب جانتا ہے۔ اور آئندہ کی بھی اسی کو خبر ہے۔

بہرحال حجاز میں سلطان ابن سعود کی حکومت قائم ہو گئی۔ اور اچھی خاصی جم گئی۔ امسال سرکار برطانیہ سے بھی ہفت سالہ رفاقت و اتحاد کا معاہدہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارض مقدس کو غیر اقوام کی سیاسی مداخلت اور معاشی تصرف سے محفوظ رکھے۔ ورنہ خدانخواستہ جو پیچیدگیاں اور خرابیاں پیدا ہوں کم ہیں۔ احتیاط لازم ہے۔ سلطان ابن سعود کو ایک سخت مدبر قوم سے پالا پڑا ہے۔ ان کو بھی اعلیٰ تدبر کی ضرورت ہے۔ رہیں اندرونی اصلاحات و ترقیات جو کچھ کریں دور اندیشی سے کریں۔ اندھی تقلید سے ملک کو محفوظ رکھیں حکومت کی ترقی کے واسطے مختلف محکمے قائم ہو رہے ہیں۔ تین بندرگاہ اور تین خاص شہر ہیں۔ جدہ۔ رابغ۔ اور ینبوع۔ مکہ معظمہ۔ طائف اور مدینہ منورہ۔ یہاں حجاج کی آمد و رفت زیادہ رہتی ہے۔ سڑکیں نکل رہی ہیں۔ درست ہو رہی ہیں تاکہ موٹر کی سواری میں سہولت ہو۔ امسال بھی جدہ۔ مکہ معظمہ۔ اور مدینہ منورہ کے درمیان موٹروں

فصل ۸

فصل ۵ کی آمد و رفت عام تھی۔ دولتمند حجاج کو آرام تھا۔

اللہ تعالیٰ حجاز میں جس کو بھی رکھے اس کو مقامات مقدسہ کے احترام و حفاظت کی توفیق دے۔ حجاج کی خدمت گزاری و راحت رسانی کی توفیق دے۔ ارضِ مقدس کو فتنہ و فساد سے محفوظ و مصئون رکھے بس یہی دعا ہے۔ یہی مدعا ہے۔ ورنہ اللہ کا ملک ہے۔ اللہ مالک ہے مختار ہے۔ ہم کیا اور ہمارے قیاسات کیا۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۱۱/۳)

المختصر۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ حاضر ہوئے حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے کہ اس سفر کا مقصد اعظم حج ہی تھا اور حج ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اگلی فصل میں اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ تاہم بفضلہ "کسی" کی یاد دل میں ہر دم تازہ ہے۔ پیام و سلام کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ کا احسان ہے۔

اِنْ نِلْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمْ
بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَۃً فِیْھَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ
مِنْ وَّجْھِہٖ شَمْسُ الضُّحٰی مِنْ خَدِّہٖ بَدْرُ الدُّجٰی
مَنْ ذَاتِہٖ نُوْرُ الْھُدٰی مِنْ کَفِّہٖ بَحْرُ الْکَرَمْ

جیسا کہ اپنے ایک دادا پیر حضرت سید شاہ کمال الدین علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔

بفضلہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔

ہستیم گرچہ دور کمالی ز آب و گل
پیوستہ جان و دل بحضورِ محمدؐ ست
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ علیٰ قدرِ حسنہٖ و جمالہٖ

فصل ششم

حجیت اللہ

باری تعالیٰ جل شانہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ اللہ کی بھی کیا شان ہے۔ اَحَدٌ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (۳/۲۵) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ (۵/۱۵)۔

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم — وز ہرچہ گفتہ ایم وشنیدیم وخواندہ ایم

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (۱۹/۷) درست۔ لَنْ تَرَانِیْ (۷/۹) بجا۔ بر اینہم۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (۱۰/۱۸) اور عجیب انداز نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط (۱۱/۱۸) کیا فضل یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط (۱۱/۱۸) سمجھ میں نہ آئے تو حجت کیوں کریں۔ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (۱۱/۱۸) پھر کیسی شانِ ظہور رہے۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (۱۴/۱) مگر کیونکر دیکھیں۔ اس کا فضل درکار ہے۔ سَنُرِیْہِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِہِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ ط (۱/۲۵) کاش کچھ بات چیت بھی ہو سکتی ہے۔ وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (۶/۲۵) بہت قرب معلوم ہوتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (۱۶/۲۶) مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ہُوَ رَابِعُہُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ہُوَ سَادِسُہُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ

فصل ۶ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ (۲۸/۲) غرض کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (۲۷/۱۷) خود بخود دل میں محبت کا ولولہ اٹھتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۳/۱۲) سبحان اللہ حب کا بھی خوب راز کھلا۔ اتباع نبوی کا کیا ثمرہ ہے۔ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ جس کی اتباع کا یہ ثمرہ ہو وہ خود اللہ تعالیٰ کا کس درجہ محبوب ہو گا۔ انصاف شرط ہے۔ ہر ہر ادا پیاری ہے اور اسقدر پیاری ہے کہ کوئی اس کی نقل اتارتا ہے تو اس پر بھی پیار آتا ہے۔ علم و عمل کے مراتب تو وہم و گمان سے بالا ہیں۔ محبت کی یہ نوبت کہ يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا ایں جاست

کون نہیں جانتا يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (۲۸/۱۵) لیکن محبت کا کیا کرشمہ ہے۔ محبوب کا بھی عالم میں شور ہے۔ چرچا ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۳۰/۱۹) صاف صاف کیوں نہ کہئے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۲۲/۴) اتباع کے تو بے شمار مدارج ہیں۔ صدیقین و شہدا۔ و صالحین لیکن ادنیٰ سے ادنیٰ کو بھی شرف غلامی نصیب ہو جائے تو صاف بشارت ہے۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۲۴/۳) مگر نبی کو دیکھئے تو یہی ورد ہے یہی تعلیم ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ۔

غرضکہ قرآن میں توحید و رسالت دونوں کی تعلیم ہے۔ ہر مرتبہ کے جدا جدا احکام ہیں۔

فص

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (۱۶/۳) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ٥ (۷/۱۱) قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (۹/۱۳) البتہ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ٥ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (۲۳)

سُبْحَانَ اللّٰہ عبدیت کا کیا علم ہے۔ کیا عمل ہے، کیا نفی ہے، کیا اثبات ہے۔ کیسی نازک بات ہے۔ اس عبدیت کے جو ثمرات ہیں وہ حد و حساب سے باہر ہیں۔ خلاصہ یہ کہ امانت سپرد ہوتی ہے۔ خلافت ملتی ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۵/۵) اور رسول کی ہر دم یہی تعلیم ہے۔ یہی تاکید ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

کلمہ شہادت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اسلام کا رکن رکین ہے۔ اور اسی کے علم و عمل سے صدیقین و شہدا و صالحین کے مراتب قرار پاتے ہیں۔ مختصر طور پر کچھ دل کے اصرار بلکہ ابرام سے بیان میں آگیا۔ حالانکہ اس کے بیان کی کوئی حد نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ سچ پوچھئے تو بیان خود قاصر ہے۔ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (۸/۳) یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ اور اسی سے بات دل میں اترتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے حبیبؐ کے صدقہ سے سب مومنین کو اس میں حصہ نصیب کرے۔ آمین۔

خلیل اللہ | حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انبیا میں ایک خاص رتبہ ہے۔ وَاتَّخَذَ

فصل ۶ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا ۝ (۱۵/۵) اور کیوں نہ ہو خود کو آگ میں پھینکا گیا تو فکر نہیں ۔ دعا تک نہیں ۔ ہتے کہ رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور اس نے خود آگ بجھائی ۔۔ قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ (۵/۱۷) خواب میں ایسا پایا تو اللہ واسطے چاند سی بیٹے کے گلے پر چھری رکھدی ۔ عذر نہیں تاویل نہیں ۔۔ اخلاص اور استقامت کی حد ہو گئی ۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (۱۵/۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادے ہیں ۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر زیادہ ہو چکی تھی ۔ اور اس وقت تک کوئی اولاد نہ تھی ۔ بالآخر دعا کی ۔ قبول ہو گئی ۔ اول حضرت اسمٰعیلؑ بعدہٗ حضرت اسحٰق تولد ہوئے ۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝ (۱۳/۱۷) دونوں صاحبزادوں کی والدہ جدا جدا تھیں ۔ اوّل بی بی ہاجرہ رضؓ کے بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ تولد ہوئے تو حضرت بی بی سائرہ رضؓ کو رشک بلکہ قلق ہوا ۔ اور ان کا رسوخ بھی زیادہ تھا ۔ گھر میں نا چاقی پیدا ہوئی تو بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیلؑ اور اُن کی والدہ حضرت بی بی ہاجرہ رضؓ کو اس جگہ پہنچا گئے جہاں بعد کو بیت اللہ بنا ۔ اور اس کے اِردگرد شہر مکہ آباد ہوا ۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی ۔ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ

فصل: مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (۱۵/۱۴) چنانچہ جب ساتھ کا پانی ختم ہوگیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر جن کی عمر صرف دو تین سال تھی تشنگی غالب ہوئی تو رو رو کر زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگے۔ ان کی والدہ حضرت بی بی ہاجرہ رضؓ بیتاب ہو کر پانی کی تلاش میں قریب کی دو پہاڑیوں صفا اور مروہ پر اُدھر سے اُدھر۔ اور اُدھر سے اِدھر گھبرائی پھرتی تھیں۔ آتے جاتے راستہ میں دوڑتی تھیں۔ اللہ تعالےٰ کو ان کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ اور حکم ہوا۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (۳/۲) چنانچہ آج تک حاجی صفا اور مروہ پر اسی طرح سات مرتبہ آتے جاتے ہیں۔ راستہ میں دوڑ لگاتے ہیں۔ اس کو سعی کہتے ہیں۔ حضرت بی بی ہاجرہ رضؓ کو پہلے سے اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ تھا۔ چنانچہ ٹھہرتے وقت فرمایا تھا فَاِنَّهٗ لَنْ يُّضِيْعَنَا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنی قدرت سے حضرت اسمٰعیلؑ کے قریب اُسی آن ایک چشمہ جاری کردیا۔ حضرت بی بی ہاجرہ رضؓ نے مایوسی میں آکر دیکھا تو باغ باغ ہوگئیں۔ اور صاحبزادہ کو فرمایا زَمْ زَمْ۔ ٹھہر ٹھہر چشمہ کے اردگرد مٹی کی روک بنادی۔ پانی بقدر ضرورت محفوظ ہوگیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تکلیف رفع ہوئی۔ یہی چشمہ بعد کو کنواں بن گیا۔ اور اب تک بیرِ زمزم کے نام سے حرم شریف میں مطاف کے کنارے موجود ہے ہر سال لاکھوں حاجی آبِ زمزم پیتے ہیں۔ تبرکاً ساتھ لے جاتے ہیں۔ سال بھر مکہ میں اس کا پانی خرچ ہوتا ہے لیکن کبھی پانی میں کمی نہیں آتی۔ برسوں رکھنے پر بھی یہ پانی کبھی خراب نہیں ہوتا۔ جالا نہیں پڑتا۔ دودھ کا سا خاص ذائقہ ہے۔ مقوی ہے اور ہر طرح مفید صحت ہے۔

جب حضرت اسمٰعیلؑ ماشاء اللہ بڑے ہوئے۔ پروان چڑھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے صاحبزادے کو اللہ کی

فصل ۶ راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ نبی کا خواب بھی چونکہ ایک قسم کی وحی ہوتی ہی اس لئے مرضئی الہی کی تکمیل پر آمادہ ہو گئے۔ دل میں شیطان نے طرح طرح کے وسوسے ڈالنے چاہے۔ حضرت بی بی ہاجرہؓ کو ورغلایا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ڈرایا۔ لیکن سب ثابت قدم رہے۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کی غرض سے حضرت اسمٰعیلؑ کو لے کر آبادی سے باہر چلے تو راستہ میں قریب قریب تین جگہ شیطان نظر آیا حضرت نے ہر جگہ اُس پر کنکریاں ماریں۔ چنانچہ آج تک حاجی اُن تینوں مقام پر کنکریاں مارتے ہیں۔ اس کو رمی جمار کہتے ہیں۔ بالآخر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (۲۳/۷) حضرت اسمٰعیلؑ نے جواب میں فرمایا۔ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (۲۳/۷) چنانچہ جب باپ بیٹے دونوں راضی کے مقام پر خوب جم گئے۔ چھری گلے پر رکھ دی۔ اور قریب تھا کہ ہاتھ چلے۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۝ (۲۳/۷) اللہ جل شانہ کی رحمت جوش میں آئی تو حضرت اسمٰعیلؑ کے بدلے ایک دنبہ کی قربانی قبول کر لی گئی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی بہت مقبولیت بڑھی۔ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (۲۳/۷) سبحان اللہ کیا ایمان ہے۔ کیا آزمایش ہے۔ کیا استقامت ہے۔ کیا اجر ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بھی بچ گئے اور قربانی بھی قبول ہو گئی۔ چنانچہ اس رحمت کی خوشی میں اور اسی قربانی کی اتباع میں آج تک حاجی منا میں قربانیاں کرتے ہیں۔

فصل ۶

بیت اللہ شریف کی تاریخ و تبریک قرآنِ کریم احادیث شریف اور مذہبی تواریخ میں بالتفصیل مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ بیت اللہ شریف حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ اور اپنے ہی ہاتھوں سے بنایا۔ کوئی غیر نبی شریک کار نہ تھا۔ سبحان اللہ کیسے معمار تھے۔ جو عابد و معبود و عبادت اور عبادت خانہ کے روابط و رموز سے خوب آگاہ تھے۔ جن کا علم، علم نبوی تھا۔ جو توحید کے فدائی تھے۔ عبودیت کے پتلے تھے۔ ہر قسم کے شرک سے پاک تھے۔ سرتاپا اخلاص تھے۔ اور تعمیر کرتے ہوئے اُنھوں نے دل کھول کر اپنے عبادت خانہ کی مقبولیت اور اپنے خاندان کی ہدایت کے واسطے دعائیں مانگیں۔ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۱۵/۱) اور اسی موقع پر بطور پیشینگوئی یہ بھی دونوں نے مل کر دعا فرمائی کہ گویا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیلؑ کے خاندان میں تشریف لائیں۔ اور بیت اللہ شریف میں عبادت فرمائیں۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (۱۵/۱) کیا مبارک وقت تھا۔ کیسی مبارک دعا تھی۔ کیسے دعا کرنے والے تھے۔ اور کیسا دعا کا قبول کرنے والا ہے۔ سُبْحَانَ اللہ۔ عبادت خانہ کیا بنا خالصاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے دنیا میں سب سے پہلا مقبول اور متبرک گھر تیار ہوا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌ

فصل ۶ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (۴/۱) هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ سبحان اللہ کیا شان ہے۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ سبحان اللہ کیا برکات ہیں۔ اور عجب کیا ہے۔ حضور خاتم النبیین رحمۃ للعلمین بالمؤمنین رؤف رحیم کے استقبال کی تیاریاں ہیں۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم۔

بہرحال عبادت خانہ تو فوراً مقبول ہوگیا۔ اور ما شاء اللہ خوب مقبول ہوا۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (۱۵/۱) چنانچہ اعلان عام کردیا گیا۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (۱/۱۷) اور حکم ہوگیا وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۱۱/۱۷) مومنین کی طرف سے بھی صدا بلند ہونے لگی۔ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لبیک۔ لبیک لا شریک لک لبیک۔ جب یہ صورت پیدا ہوئی تو حضرت ابراہیمؑ نے لامحالہ دعا مانگی کہ ان کے قیام کی برکت سے جو شہر مکہ کچھ آباد ہو چلا تھا۔ اور آئندہ خوب آباد ہونے کی اُمید تھی۔ اس میں امن و خوشحالی رہے۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (۱۵/۱) مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ کی تخصیص کچھ بیجا نہ تھی۔ لیکن حضور رحمۃ للعلمین تشریف فرما ہونے والے تھے۔ اس لئے اس دنیا کی حد تک کفار کو بھی شریک تمتع کرلیا گیا۔ کفار کی عاقبت البتہ خراب ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ

فصل

کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ (پ ۱) رہی دوسری دعا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ وہ بھی قبول ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت اسحٰقؑ کی نسل بنی اسرائیل میں بہت سے بڑے بڑے انبیا آئے۔ لیکن سب یکے بعد دیگرے حضور خاتم النبیینؐ کی خبر لائے۔ تمام کتب سماوی میں پیشین گوئی درج ہوتی رہی۔ قول و قرار ہوتے رہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ (پ ۳) ہر اُمت ہمیشہ منتظر رہی لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو دعا کے مطابق حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل بنی اسمٰعیل میں تشریف لائے۔ بنی اسرائیل کو اس شرف سے محروم رہنے کا اس قدر قلق ہوا اور بنی اسمٰعیل پر اس درجہ رشک و حسد ہوا کہ اپنی کتابوں میں تحریف کر ڈالی اور جان بوجھ کر انکار کر بیٹھے۔ مخالفت پر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (پ ۲) حضور خاتم النبیینؐ کی تشریف آوری اس درجہ یقینی تھی کہ پہلے ہی سے حضرت کا واسطہ دے دے کر اللہ تعالیٰ سے اپنے بڑے بڑے کام نکالتے تھے۔ وقت پر انکار کر بیٹھے۔ مستوجب لعنت ہوئے۔ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

فصل ۶

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ○ (۱/۱۱) ان لوگوں کو یہ بھی خوف تھا کہ کہیں بنی اسمٰعیل کو فروغ ہو کر ہمارا زور نہ ٹوٹ جائے۔ دنیوی لالچ سے انکار پر اڑ بیٹھے۔ بدعہدی کا انجام دیکھیں گے۔ مزہ چکھیں گے۔ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ (۱۶/۳) منکرین پر کیا عتاب ہے۔ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ نہ اللہ ان سے بات کرے گا۔ نہ ان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھے گا۔ اور نہ ان کے گناہ دھلیں گے۔ سخت عذاب کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ جب عتاب کی یہ حالت ہے تو مؤمنین کے ساتھ آخرت میں اس کے برعکس التفات کی کیا شان ہوگی۔ انشاء اللہ بطفیل سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بہر حال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چونکہ سرتاپا علم کی تجلی ہے۔ معلم بن کر آئے تعلیم دینے آئے۔ اول آیات اللہ کی تلاوت پھر نفوس کا تزکیہ۔ پھر کتاب کی تعلیم، پھر حکمت کی تعلیم اور ایسی باتوں کی تعلیم جو کسی کو پہلے معلوم نہ تھیں كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ (۲/۲)۔

بہر حال یہودی اور نصرانی دونوں حسد سے بگڑ بیٹھے اور بزعم خود حضرت ابراہیم علیہ السلام

فصل ۶

کے پیرو ہونے کا دعوے کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ مَا كَانَ إِبْرٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا ط وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ○ (۳/۵۱) گویا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ملّت ابراہیمی کے وارث ہیں۔

اب رہے منکرین سو اُن کا حال یہ ہے کہ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَّجَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ○ أُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ○ لا خٰلِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ○ لا إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (۳/۱۷)

عبادت میں کوئی خاص مقام یا اس کا رخ ملحوظ رکھنے کے متعلق قرآن کریم میں صاف فرمایا وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○ (۲/۱۴) مزید صراحت فرما دی لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيِّينَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ج وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوا ج وَالصّٰبِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ط أُولٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولٰئِكَ

فصل ۶ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (۲/۲) یہ تو اُصول کی بات ہے۔ لیکن سنت اور معمول یہ ہے
کہ ہر قوم کا قبلہ ایک خاص مقام یا اُس کا رُخ مقرر ہے۔ تاہم اس صورت میں
بھی اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ اور ہونی چاہئے۔ وَلِكُلٍّ
وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ
بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (۲/۲) چنانچہ
مکہ معظمہ میں حضور انور صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسلم یوں تو نماز بیت اللہ شریف
کی طرف پڑھتے لیکن ایسے موقع سے کہ بیت المقدس کا رخ بھی ٹھیک رہے۔ مدینۂ
منورہ تشریف لے گئے تو چند ماہ بیت المقدس کی طرف نماز ہوتی رہی عارفین
کے نزدیک اول مقام ابراہیمی کی سیر تھی پھر انبیاء بنی اسرائیل کے مقامات کی
سیر ہوئی۔ پھر سب سے فارغ ہو کر مقام محمدی کی سیر کی نوبت آئی تو کعبۂ ابراہیمی
کو دوامی تخصیص کا شرف حاصل ہوا۔ اور تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم اور حضرت
اسمٰعیل علیهم السلام کی یہی دعا بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی چنانچہ
جب اس کے ظہور کا وقت آیا تو خود حضور انور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے دل
میں تقاضا شروع ہوا کہ کعبۂ ابراہیمی مسلمانوں کا قبلہ مقرر ہو جائے۔ حتیٰ کہ حضور
وحی کے انتظار میں اکثر آسمان کی طرف نظر اُٹھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب
کی یہ ادا بہت ہی پسند آئی کہ اس کو خود ہی ظاہر کر دیا۔ حضرت کی خوشی پوری
ہوئی اور پوری ہونی تھی کتب سماوی میں پیشین گوئی پہلے سے موجود تھی کہ حضور
خاتم النبیین امام القبلتین ہوں گے۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ص فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

لِیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ٥ فصل ۶

(۱/۲) لیکن جو لوگ عبادت میں کسی خاص رخ کو اٹل سمجھتے تھے۔ اُنھوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں کہ قبلہ کیوں تبدیل ہوا اور کس طرح تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب صاف تھا کہ رخ کا لحاظ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اللہ جو رخ چاہے مقرر کر دے۔ اور اسی رخ پر صراط مستقیم کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

(۱/۲) تحویل قبلہ سے اول تو پیشین گوئی پوری ہونی تھی کہ خاتم النبیین ذو قبلتین ہونگے۔ اور ذو قبلتین کیوں نہ ہوں کہ ملت ابراہیم کے وارث ہیں۔ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل سب کے سرخیل ہیں۔ چنانچہ شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے قبلتین کی رعایت ملحوظ رکھی۔ اور دونوں کو مشرف کیا۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ٥ (۱/۱۵) دوسرے تحویل قبلہ سے یہ اُصول خوب واضح ہو گیا کہ عبادت میں اصل مقصود محض توجہ الی اللہ ہے۔ لیکن چونکہ یہ عالم عالم کون ہے اللہ تعالیٰ بعض مقامات اور جہات کو معرفت اور ہدایت کی تجلیات کے واسطے مخصوص فرما دیتا ہے۔ رہی تخصیص کی وجہ سو بظاہر تو انبیا علیہم السلام کی نسبت وجہ تخصیص معلوم ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی عبادت خانے خود تعمیر کرتے ہیں۔ ان میں عبادت کرتے ہیں۔ مقبولیت کی دعا مانگتے ہیں۔ لیکن وہ خود وحی کے تابع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں اپنی طرف سے کب دخل دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ واسعٌ علیم ہے۔ عزیز الحکیم ہے۔ کوئی

فصل ۶ کیا قیاس لڑائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو خدا جانے کیا کیا حکمت کھلے اور حکمت میں خیر ہی خیر ہے۔ یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ (۳/۵) مومنین کا فرض یہ ہے کہ نبی کی اتباع کریں کہ وہ ہدایت کا مظہر ہے۔ جو رخ وہ اختیار کرے اُسی رخ پر رہیں۔ وسوسوں میں نہ پڑیں۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ ؕ وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَةً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (۱/۱۷) مقام اور رخ تو ایک ضمنی مرتبہ ہے۔ عبادت کا اصل مقصد وہی توجہ الی اللہ ہے۔ چنانچہ خود حضرت ابراہیمؑ جنہوں نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا اور اس کے قبلہ بننے کی دعا فرمائی۔ عبادت میں اپنا مسلک محض توجہ الی اللہ رکھتے ہیں۔ اور وہ نہ رکھیں تو پھر کون رکھے گا۔ سبحان اللہ۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (۱۵/۷)

بہرحال حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی دعا پوری ہوئی کتب سماوی کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پوری ہوئی۔ حکم ہوگیا۔ وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (۲/۱)۔

بیت اللہ شریف کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ

مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ (۴/۱) وہ بھی اس درجہ مقبول ہوا کہ صاف حکم آ گیا۔ وَاتَّخِذُوْا فصل ع
مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی (۱/۱۵) کعبہ میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں۔ بالخصوص
مقام ابراہیم۔ اور اسی کو نماز کی جگہ مقرر کر لو گویا وہاں کی نماز خاص طور پر مقبول
ہے۔ مقام ابراہیم ایک پتھر ہے۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ کا نقش قدم بھی نمایاں ہے
مدتوں یہ کعبہ کی دیوار سے ملا رکھا رہا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کو وہاں سے ہٹا کر مطاف کے ایک کنارہ رکھوا دیا۔ بعد کو وہاں ایک مستحکم اور
خوشنما قبہ بنا کر اس کو محفوظ کر دیا گیا۔ چنانچہ وہ متبرک پتھر مطاف کے کنارہ اسی قبہ
میں اب تک رکھا ہوا ہے۔ خوب آراستہ کیا گیا ہے۔ خاص خاص اوقات میں
زیارت بھی ہوتی ہے۔ بالعموم لوگ اسی قبہ کے روبرو نماز نفل وغیرہ پڑھتے ہیں
ورنہ یوں حرم شریف میں ہر جگہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور پڑھتے ہیں۔ رخ بہر صورت
کعبۃ اللہ کی طرف رکھتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا شان ہے ع

ہمہ سوئے تو بود و ہمہ روسوئے تو بود

صفا اور مروہ شَعَائِرِاللہِ قرار پائے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ
اللّٰہِ ج (۲/۳) حتیٰ کہ جو اونٹ قربانی کے واسطے مخصوص کیا جائے وہ بھی شعائر
اللہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰھَا لَکُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (۱۷/۱۲)
اور مِنْ شَعَآئِرِ اللہ سے صاف واضح ہے کہ ان پر حصر نہیں۔ اور بھی شعائر
اللہ ہیں۔ یوں تو سب خدا کی مخلوق برابر ہے۔ لیکن وہ بھی کیا نسبت ہو گی کہ مقامات
وحیوانات کو شعائر اللہ بنا دے۔ پھر شعائر اللہ کی بابت کیا حکم ہے یٰٓاَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ (۶/۵) اور ان کی تعظیم کے کیا ثمرات ہیں۔
وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ○ (۱۱/۱۷) شعائر اللہ کی

فصل ۳ تعظیم کرنے سے تطہیر قلب جیسی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اور راز صرف اسی قدر ہے کہ وہاں کوئی خاص نسبت الٰہیہ ثابت ہے۔ ورنہ وہ شے بذاتِ خود مخلوق محض ہے۔ بے حقیقت ہے۔ نسبت کا راز بہت دقیق ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے واضح کر دے تاکہ حفظ مراتب کی فہم و تمیز حاصل ہو۔ ورنہ ایک طرف انکار ہے تو دوسری طرف بھی شرک تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ افراط و تفریط سے بچائے۔ صراط مستقیم پر چلائے۔ منزل مقصود تک پہنچائے۔ اور یہ بشارت صادق آئے۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ (۶/۲۲) بطفیل نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلم۔

حجر اسود بھی کعبۃ اللہ میں ایک متبرک پتھر ہے۔ وہ بھی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے زمانہ سے متبرک چلا آتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بوسہ دیتے تھے اس سے بڑھ کر اور تبریک کیا ہوگی۔ لیکن اسلام نے تبرک اور تعبد میں زمین اور آسمان کا فرق رکھا ہے۔ دیگر مذاہب میں یہ دونوں اعتبار مخلوط ہو گئے۔ اور گمراہی پھیلی۔ چنانچہ اس فرق کو مشتہر کرنے کی غرض سے ایک مرتبہ حجاج کے روبرو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کرکے صاف فرما دیا۔ انی اعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم یقبلك ما قبلتك (بخاری شریف)۔ بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ نہ کسی کو ضرر پہنچا سکتا ہے نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ سبحان اللہ کیا توحید ہے۔ کیا اتباع ہے۔ کیا تعبد ہے۔ کیا تبرک ہے۔

بیت اللہ | بیت اللہ شریف کی سرگزشت جو قرآن سے معلوم ہوئی اُس سے واضح ہوتا ہے

کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اصل دین ہے۔ انبیاء و مرسلین دین کے معلم ہیں۔ اور گو وہ بذاتِ خود سراسر مخلوق ہیں۔ عبد ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ازحد مقرب ہیں۔ مقبول ہیں۔ ان کی دعائیں مقبول ہیں۔ انکے کام مقبول ہیں انکے اشارے مقبول ہیں۔ ان کی اتباع مقبول ہے۔ ان کی تعظیم و توقیر واجب ہے۔ ان کا احترام لازم ہے۔ اور چونکہ سب کچھ مرضئ الٰہی کے مطابق اور سراسر تحت امر ہے توحید کے تابع ہے۔ شرک سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم قرآنی عطا فرمائے جو افراط و تفریط سے مبرا ہے اور صراط مستقیم کا رہنما ہے کہ وہی طریق اسلام ہے۔

اللھم ارزقنا بحرمت نبیك محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

غرض کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیھم السلام نے مل کر بیت اللہ شریف تعمیر کیا۔ ایک مستطیل احاطہ تھا دیواریں بلند تھیں مگر اوپر کوئی چھت نہ تھی۔ شرقی دیوار میں زمین کی سطح پر دروازہ کھلا ہوا تھا۔ مگر نہ چوکھٹ تھی نہ کواڑ تھے۔ کل عمارت نہایت سادہ تھی۔ بعد کو وقتاً فوقتاً عمارت کی مرمت درستی۔ بلکہ تجدید ہوتی رہی۔ اسلامی تواریخ میں پوری تفصیل موجود ہے۔ مختصر یہ کہ بمرور ایام عمارت کہنہ ہو ہو گئی تو بنی جرہم۔ عمالقہ اور قصیؔ بن کلاب نے صدیوں کے فصل سے یکے بعد دیگرے اسی قدیم بنیاد پر نئی عمارت کھڑی کر دی۔ چوتھی مرتبہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قبل بعثت جب کہ سن شریف ۳۵ سال کے قریب تھا۔ اہل قریش نے بیت اللہ شریف کو از سر نو تعمیر کیا۔ چنانچہ حجر اسود جماتے وقت قبائل میں تکرار ہونے لگی کہ اس کو اٹھانے اور جمانے کا شرف کس کا حق ہے۔ بالآخر حضور انورؐ کے مشورہ سے حجر اسود کو ایک چادر میں رکھ کر سب قبیلوں کے سرداروں نے ایک ساتھ اٹھالیا اور خود حضور انورؐ نے

فصل ۱۰ اس کو دستِ مبارک سے قدیم موقع پر دیوار میں نصب کر دیا۔ اہل قریش نے یہ جدت دکھائی کہ بیت اللہ شریف پر چھت ڈالی۔ اور اسی قدیم جگہ شرقی دیوار میں سطح زمین سے قد آدم بلندی پر دروازہ قائم کرکے اس میں چوکھٹ کواڑ لگا دئے۔ شاید منشا یہ ہو کہ ان کی اجازت بغیر کوئی اندر نہ جا سکے۔ حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں مکہ کے قدیم بندرگاہ شعیبہ پر ایک پرانا رومی جہاز آ نکلا تھا اس کو خرید لیا اور اُسی کی لکڑی سے سب کام نکلا۔ سب سے بڑھ کر تبدیلی یہ کی کہ طول میں جانبِ شمال عمارت چھ سات ہات کم کر دی۔ اور شمالی دیوار نئی بنیاد پر اُٹھائی۔ شاید عمارت کے سامان خاص کر لکڑی میں کمی پڑ گئی جس کی وجہ سے یہ اختصار کرنا پڑا۔ بیت اللہ شریف کا جو علاقہ شمالی جانب عمارت سے چھوٹ گیا اس کو ایک نیم بیضوی چہار دیواری میں لے لیا۔ یہ محدود رقبہ حطیم کہلانے لگا۔ عام طور پر کل حطیم کو داخل بیت اللہ سمجھتے ہیں۔ لیکن بعض محققین کا قول ہے کہ شمالی دیوار سے متصل چھ سات ہات عریض علاقہ تو بیت اللہ کا ہے اور حطیم کا باقی رقبہ زائد ہے۔ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ یہاں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بکریوں کا گھر بنا ہوا تھا۔ مگر اس کی کچھ سند نہیں ہے

بعد فتح مکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ بیت اللہ شریف پورا بنیاد ابراہیمی پر از سرِ نو تعمیر ہو تو بہتر ہے۔ یعنی شمالی دیوار بھی قدیم بنیاد پر تعمیر ہو۔ بیت اللہ شریف کا جو رقبہ حطیم میں شامل ہے وہ عمارت میں آ جائے۔ علاوہ بریں ایک کے بجائے دو دروازے شرقاً غرباً آمنے سامنے لگائے جائیں تاکہ حجاج کو اندر جانے آنے میں سہولت رہے۔ مگر شاید اہل قریش کو اپنی عمارت کا انہدام گراں گزرتا اس خیال سے کوئی رد و بدل نہیں کیا گیا۔ لیکن
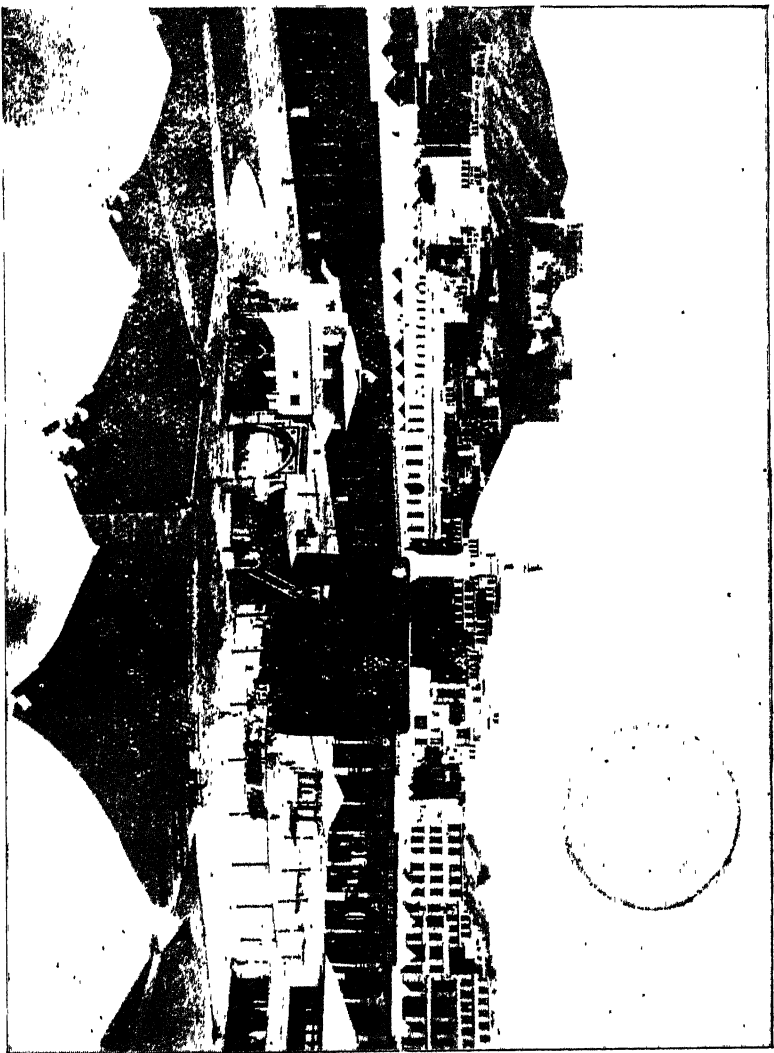
حرم شریف کے جنوبی و غربی دالان ، وسط صحن میں بیت اللہ شریف ، دالانوں کے عقب میں

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ باتفاق حرمین ۶۴ھ ہجری میں امیر المومنین منتخب ہوئے تو انہوں نے قریش کی عمارت گرا کر بیت اللہ شریف کو از سر نو تعمیر کرایا اور کل بنیاد ابراہیمی پر تعمیر کرایا۔ علیٰ ہذا سطح زمین کے قریب شرقاً غرباً آمنے سامنے دو دروازے لگا دئے گویا حضور انورؐ کی خوشی اُن کے ہاتھوں پوری ہو گئی لیکن چند ہی سال بعد عبداللہ بن زبیرؓ خانہ جنگیوں میں شہید ہوئے اور حجاج مکہ کا والی مقرر ہوا تو اُس نے شاید اس ضد میں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا نام تعمیر کعبہ کے ساتھ یادگار نہ ہو جائے شمالی دیوار گرا کر پھر اہلِ قریش کی بنیاد پر تعمیر کی اور بیت اللہ شریف کا شمالی علاقہ پھر حطیم میں شامل کر دیا۔ علیٰ ہذا غربی دروازہ بھی بند کر دیا۔ اور شرقی دروازہ کو بھی حسبِ سابق زمین سے کئی ہاتھ بلند نصب کیا۔ گویا اہلِ قریش کی عمارت کا نمونہ پھر قائم کر دیا گیا۔ گیارھویں صدی ہجری میں یہ عمارت بھی سیلاب سے بہت خستہ ہو گئی۔ تو سلطان مراد خاں علیہ الرحمۃ نے ۱۰۴۰ھ ہجری میں خاص اہتمام سے بیت اللہ شریف کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ اور وہی عمارت اب تک موجود ہے۔ اس میں بھی شمالی دیوار اہلِ قریش کی بنیاد پر ہے۔ بنیادِ ابراہیمی پر نہیں ہے۔ لہٰذا بیت اللہ شریف کا کچھ علاقہ حطیم میں شامل ہے۔ البتہ قدیم بنیاد پر حطیم کے ارد گرد سنگ مرمر کی چار دیواری بنی ہوئی ہے۔ اور بیت اللہ شریف کی شمالی دیوار سے متصل حطیم میں آنے جانے کے واسطے شرقاً غرباً راستے کھلے ہوئے ہیں۔

بیت اللہ شریف کی موجودہ عمارت مربع ہے۔ حطیم کی چار دیواری جانب شمال بیضوی ہے۔ شرقی دیوار میں سطح فرش سے تقریباً ۶ فٹ کی بلندی پر دروازہ لگا ہوا ہے۔ خوب مضبوط اور کشادہ ہے۔ چوکھٹ اور کواڑوں پر نقرئی طلائی کام ہے۔ دروازہ پر نہایت قیمتی اور خوشنما پردہ پڑا رہتا ہے۔ اسمائے حسنیٰ اور

فصل ۶ آیاتِ قرآنی کا رچوبی لکھی ہوئی ہیں۔ اوقات معینہ میں لکڑی کا زینہ لگتا ہے تو بیت اللہ شریف میں داخل ہوتے ہیں۔ اندر بھی عمارت خوب آراستہ ہے۔ وسط میں تین نہایت قیمتی ستون عود خالص کے کھڑے ہیں۔ دروازہ کے مقابل غربی دیوار میں ایک محراب بنی ہوئی ہے فتح مکہ کے دن بیت اللہ شریف میں داخل ہوکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ دوگانہ شکر ادا فرمایا تھا۔ اب بھی لوگ وہاں نفل پڑھتے ہیں۔ شرقی شمالی کونہ میں زینہ کا ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ یہ باب التوبہ کہلاتا ہے۔ وہاں بھی لوگ دعا مانگتے ہیں۔

قدیم سے بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھانے کا دستور ہے۔ مدت سے خدیو مصر کو یہ شرف حاصل تھا۔ ہر سال خاص اہتمام سے غلافِ شریف مصر میں تیار ہوتا تھا۔ اور لاجواب تیار ہوتا تھا۔ سیاہ ریشم کا نہایت مضبوط کپڑا اور اُس پر بے شمار کلمہ شریف نہایت قرینہ سے بُناوٹ میں خوشخط بُنے ہوئے چوٹی پر چاروں طرف آیاتِ قرآنی کا رچوبی لکھی ہوئیں۔ جن کو دیکھ کر آنکھوں میں نور پڑھ کر دل میں سرور آئے۔ نادر صنعت تھی۔ لیکن حال میں کچھ ناچاقی ہوگئی۔ مصر سے غلاف آنا بند ہوگیا۔ چنانچہ ہمارے سال ۱۳۴۵ھ میں خود سلطان ابنِ سعود نے اپنی طرف سے سیاہ باتات کا ایک سادہ غلاف چڑھایا۔ البتہ چوٹی پر کچھ آیاتِ کا رچوبی لکھوادیں۔ تاہم سلطان کوشش کر رہے ہیں کہ آئندہ سے وہ بھی مصر کا سا خوش وضع غلاف تیار کرائیں۔ اللہ تعالےٰ سعی مشکور کرے۔

بیت اللہ شریف کی کنجی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل اسلام حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہتی تھی۔ فتح مکہ کے بعد بھی وہ کنجی اُنھیں کو عطا ہوئی۔ اور اب تک ماشاء اللہ اُنھیں کے خاندان میں چلی آتی ہے۔

کلید بردار بنو شیبہ کہلاتے ہیں۔ بیت اللہ شریف کے تبرکات مثلاً غلاف شریف وغیرہ بھی انھیں کے پاس رہتے ہیں۔

بیت اللہ شریف کے چار کونے ہیں۔ جانبِ حطیم شمال مشرقی اور شمال مغربی کونے علی الترتیب رکن عراقی اور رکن شامی کہلاتے ہیں۔ چونکہ شمالی دیوار اہل قریش کی بنیاد پر ہے۔ بنیاد ابراہیمی پر نہیں ہے۔ اس لئے یہ دونوں رکن بھی اپنی قدیم جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔ جنوب مغربی کونہ رکن یمانی مشہور ہے۔ اور جنوبِ مشرقی کونہ پر فرش سے تخمیناً ۵ فٹ بلند حجرِ اسود نصب ہے۔ گول سا پتھر ہے۔ اندر سے خالی ہے۔ منہ پر چاندی کا مضبوط گول حلقہ چڑھا ہوا ہے۔ تخمیناً ایک فٹ قطر ہے۔ اس کونہ کو رکنِ اسود کہتے ہیں۔ رکن یمانی اور رکن اسود یہ دونوں اپنی قدیم جگہ پر قائم ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ شرقی دیوار میں ۷ فٹ کی بلندی پر بیت اللہ شریف کا دروازہ لگا ہوا ہے۔ حجرِ اسود اور دروازہ کے درمیان دیوار کا حصہ ملتزم کہلاتا ہے تخمیناً دس بارہ فٹ طویل ہے۔ ملتزم سے آگے بڑھئے تو دروازہ کی دوسری جانب قریب ہی دیوار کے نیچے ایک چھوٹا سا سنگ مرمر کا حوض بنا ہوا ہے اس کو حضرہ یا معجن کہتے ہیں۔ اس کی متعلق مختلف روایات ہیں۔ مثلاً یہ کہ تعمیر کعبہ کے موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں مٹی کا گارہ بنایا تھا۔ یا وہ پتھر جو مقام ابراہیم کہلاتا ہے۔ اول یہاں رکھا رہتا تھا۔ بہر حال اصلیت جو کچھ بھی ہو یہ مقام بھی نمایاں ہے۔ بیت اللہ شریف کی چھت پر شمالی منڈیر میں ایک طلائی پرنالہ لگا ہوا ہے۔ اس کو میزابِ رحمت کہتے ہیں۔ اس سے بارش کا پانی حطیم میں گرتا ہے۔ اور جس مقام پر گرتا ہے وہاں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر شریف بتائی جاتی ہے۔ بطور علامت فرش

فصل ۶ محراب بنی ہوئی ہے۔ خاص طور پر لوگ وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ در اصل بیت اللہ شریف کا علاقہ ہے۔ یہاں قبر کا کوئی قرینہ نہیں معلوم ہوتا۔ تاہم مقام قبولیت ہے۔ یہاں نماز پڑھنا بیت اللہ شریف کے اندر شمار ہوتا ہے۔

بیت اللہ شریف کے چاروں طرف جس میں حطیم بھی شامل ہے چوڑا گول راستہ سا بنا ہوا ہے جو حرم شریف کے باقی تمام صحن سے کسی قدر پست ہے۔ اس میں صاف ہموار پتھر بچھا ہوا ہے۔ چاروں طرف تخمیناً چھ انچ اونچی کنارہ بندی ہے۔ اور کنارہ کنارہ قرینہ سے خوش وضع سبک ستون کھڑے ہوئے ہیں۔ ان پر شب کو روشنی ہوتی ہے۔ اسی دائرہ میں حاجی بیت اللہ شریف کے چاروں طرف گھومتے ہیں طواف کرتے ہیں۔ اس کو مطاف کہتے ہیں۔ یہ حرم شریف کا قدیم صحن ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہی برقرار رہا۔ البتہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے قرب جوار کے مکانات خرید خرید کر حرم میں داخل کئے۔ اس کے بعد سے وقتاً فوقتاً مزید توسیع ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ عمارت کی موجودہ شان نمودار ہوئی۔ مطاف کے کنارہ پر جانب شرق پتھر کی نہایت نفیس اور خوشنما محراب کھڑی ہے۔ جو محراب النبی کہلاتی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم اسی راستہ سے تشریف لاتے تھے۔ محراب کے قریب جانب شمال ایک ممبر بنا ہوا ہے۔ جس پر خطبہ پڑھتے ہیں۔ بہت خوشنما ہے۔ کافی بلند ہے۔ محراب کی جنوبی سمت میں قریب ہی ایک چھوٹا سا مگر خوبصورت قبہ ہے۔ جس کے اندر مقام ابراھیم کا پتھر رکھا ہوا ہے۔ اندر باہر سے قبہ خوب آراستہ ہے۔ مستحکم ہے۔ خاص خاص اوقات میں قبہ کھلتا ہے تو مقام ابراہیم کی زیارت ہوتی ہے۔ یہاں بھی نماز کی بڑی کثرت رہتی ہے۔ حکم ہے

فصلٌ

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (۱۵/۱) یہاں سے چند قدم پر بیرِ زمزم ہے۔ اس کو ایک کمرہ کے اندر لے لیا ہے۔ پانی کھینچتے وقت کمرہ میں سخت ہجوم ہو جاتا ہے۔ مطاف سے باہر صحن میں بیت اللہ شریف کے ہر چہار طرف چاروں ائمہ کا ایک ایک مصلیٰ ہے۔ جانب شرق چاہ زمزم کے قریب شافعی۔ جانبِ غرب مالکی۔ سمت جنوب حنبلی اور حطیم کے مقابل کے جانبِ شمال حنفی مصلیٰ قائم ہے۔ چھوٹے چھوٹے کمرے یا سائبان بنے ہوئے ہیں۔

بیت اللہ شریف تو تقریبًا وسط میں ہے اس کے گرداگرد مطاف کا دائرہ ہے۔ اس کے بعد چاروں طرف نہایت وسیع اور کشادہ صحن ہے۔ صحن کے کناروں پر تہرے چوہرے والان چلے گئے ہیں۔ ڈاٹ کی چوڑی چھتیں۔ کشادہ محرابیں۔ بلند ستون۔ دالانوں کی قطاریں عجب منظر دکھاتی ہیں۔ اندر پختہ فرش ہے۔ دالانوں کی پشت پر بہت سے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ حرم شریف کی طرف بھی ان میں دریچے دروازے لگے ہوئے ہیں۔ خدام اور عابد زاہد لوگ ان میں رہتے ہیں۔ ان حجروں کے درمیان میں جابجا دالانوں کی پشت پر حرم شریف کے تقریبًا بیس دروازے ہیں۔ بعض ان میں بہت شاندار ہیں مثلاً باب ابراہیم۔ جہاں کہیں سے حرم شریف میں داخل ہونا چاہیں قریب ہی کوئی نہ کوئی دروازہ مل جاتا ہے۔ بڑے بڑے دروازوں سے حرم شریف کے صحن میں حد مطاف تک تقریبًا سات آٹھ پختہ روشیں بنی ہوئی ہیں لیکن ان میں یہ صفت رکھی ہے کہ کوئی کسی روش پر حرم شریف سے باہر جائے تو بیت اللہ شریف کی طرف پشت نہیں ہوتی۔ سب کے زاویے ہٹے ہوئے ہیں۔ البتہ جو روش کہ محراب النبی کو آتی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ ہر روش تخمینًا ۵ فٹ چوڑی ہے۔ باقی تمام صحن تمام مگر مسطح ہے۔ باریک اور گول سنگریزے بچھے ہوئے ہیں لیکن معلوم ہوا کہ

فصل ۶ پختہ فرش کے مقابل یہ سنگ ریزے دھوپ میں کم گرم ہوتے ہیں۔ اور جلد ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ البتہ مطاف کے فرش میں یہ خوبی ہے کہ وہ بھی گرمی کم قبول کرتا ہے حرم شریف کے چاروں گوشوں پر چار بلند مینار ہیں۔ تین درمیان میں ہیں۔ کل سات ہیں۔ موجودہ عمارت بیشتر سلطان سلیم علیہ الرحمۃ کی دینداری واولوالعزمی کی یادگار ہے۔

حرم شریف میں اندرونی سطح اردگرد کی بیرونی سطح سے تخمیناً نو دس فٹ پست ہے۔ ہر دروازہ میں اندر کی طرف زینہ بنا ہوا ہے۔ اس کے ذریعہ سے حرم شریف میں آمد و رفت ہوتی ہے۔ علی ہذا ہر سڑک پر یا تو دروازوں کی کرسی دو ایک سیڑھی بلند رکھی ہے۔ یا دروازوں کے سامنے چند قدم چھوڑ کر پتھر کی چھوٹی حدیں بنا دی ہیں۔ تاکہ بارش میں سڑکوں کا سیلابی پانی حرم کے اندر نہ جا سکے۔ حرم شریف کے اندر بارش کا پانی مطاف میں جمع ہوتا ہے۔ اس کی سطح صحن سے بھی نیچی ہے مطاف میں زمین دوز نالیاں بنی ہوئی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے پانی دور جاکر نکلتا ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بارہا سیلاب نے آکر بیت اللہ شریف کو گھیر لیا۔ اس زمانہ میں جو دروازہ بلند نصب کیا۔ اس کی ایک یہ مصلحت بھی خیال میں آتی ہے کہ سیلاب بیت اللہ شریف کے اندر داخل نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

حرم شریف کے قریب ہی جانب شرق صفا اور مروہ واقع ہیں۔ آبادی میں آجانے کی وجہ سے اب صرف ان کے مقامات یادگار ہیں۔ پہاڑیاں غائب ہیں۔ درمیانی فصل میں ایک پُررونق بازار ہے۔ دو طرفہ دکانات ہیں۔ بہرحال حاجی اسی مقام پر سعی کرتے ہیں۔ بازار میں سات چکر لگاتے ہیں اور دوڑتے ہیں۔ قابلِ دید چہل پہل ہوتی ہے۔ یہ سعی حضرت بی بی ہاجرہ کی دوا دوش کی یادگار

ہی کہ وہ حضرت اسمٰعیلؑ کے واسطے ادھر اُدھر پانی تلاش کرتی پھرتی تھیں حتیٰ کہ حضرت فصل ۶
کے قدموں میں آبِ زمزم کا چشمہ جاری ہوگیا۔ سبحان اللہ قبولین کی ہرادا مقبول
ہی۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (۳/۲)

دیگر مقامات مقدسہ | بیت اللہ۔ حرم شریف۔ صفا اور مروہ۔ ان مقامات کی مختصر کیفیت
اوپر درج ہوئی۔ ذیل میں باقی ان تمام مقامات کی تفصیل درج کرتے ہیں جن سے حج
میں سابقہ پڑتا ہے۔ جغرافیہ سمجھانے کے بعد حج کے اصطلاحاتِ حج کے مسائل اور
طریق بیان کریں گے۔ اس ترتیب سے اُمید ہے کہ تمام امور بخوبی حجاج کے ذہن
نشیں ہوجائیں گے۔ حج میں مکہ معظمہ سے میدانِ عرفات تک آمدورفت رہتی ہی
اور اس میان میں بعض دیگر مقامات پر بھی قیام ہوتا ہے۔ ہر قیام کی ضرورت اور
مصروفیت آیندہ بیان ہوگی۔ یہاں صرف مقامات بتانے مقصود ہیں۔ مکہ معظمہ
سے نکلتے ہی پہلا مقام محصب ہی۔ یہ ایک احاطہ سا ہے اور وہاں ایک مسجد
بھی ہے۔ اور آگے بڑھئے تو تقریباً ۲ میل پر منا آتا ہے۔ یہاں کشادہ میدان ہیں
وسیع احاطے ہیں اور بہت سے بلند مکانات ہیں۔ تمام سال میں صرف ایک ہفتہ
حج کے موقعہ پر یہاں آبادی ہوتی ہے۔ لاکھوں حجاج کا قیام ہوتا ہے۔ باقی کل
وقت دیکھئے تو یہ مقام سنسان پڑا رہتا ہے۔ ایک وسیع مسجد ہے جس کو مسجد خیف
یا مسجد آدم کہتے ہیں۔ تقریباً ایک ایک فرلانگ کے فصل پر تین مقامات ہیں جہاں
چھوٹے چھوٹے ستون سے کھڑے ہیں۔ ان کو جمار کہتے ہیں۔ مکہ سے جاتے
ہوئے منا میں تینوں یکے بعد دیگرے راہ میں آتے ہیں۔ پہلے کو جمرۃ الکبریٰ
یا جمرۃ العقبہ کہتے ہیں۔ دوسرے کو جمرۃ الوسطیٰ اور آخری تیسرے
کو جمرۃ الصغریٰ یا جمرۃ الاولیٰ کہتے ہیں۔ منا وہ مقام ہے جہاں حضرت

فصل ۶ ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے واسطے لائے تھے۔
چنانچہ وہ مقام جہاں ذبح کرنے کی تیاری ہوئی تھی قریب ہی ایک پہاڑی پر
بتایا جاتا ہے۔ جمار وہ تین مقام ہیں جہاں شیطان نظر پڑا۔ اور بہکانے لگا۔
چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اس پر کنکریاں ماریں اور آج تک جمروں پر حاجی
کنکریاں مارتے ہیں۔ منا سے دو میل آگے مزدلفہ ہے جس کو مشعر
الحرام بھی کہتے ہیں۔ یہاں ایک مسجد ہے وہ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔
منا اور مزدلفہ کے درمیانی راستہ میں ایک میدان پڑتا ہے جو وادی
محسر یا بطن محسر کہلاتا ہے۔ یہ وہی میدان ہے جہاں اصحابِ فیل پر
غضبِ الٰہی نازل ہوا تھا۔ یہاں سے پیدل اور سوار سب جلد جلد گزرتے ہیں۔
مزدلفہ سے تین یا ۴ میل آگے خاص میدانِ عرفات ہے۔ جہاں عرفہ یعنی ۹ ر
ذی الحجہ کو تمام حاجی جمع ہوتے ہیں۔ اس میدان کے تین طرف بلند پہاڑوں کا
سلسلہ ہے۔ میدان میں ایک طرف کو چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ جو جبلِ رحمت
کہلاتی ہے۔ اسی پر کھڑے ہو کر خطیب حج کا خطبہ پڑھتا ہے۔ اس میدان کی ابتدائی
حد پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے جو مسجد نمرہ یا مسجد ابراہیم یا
مسجد عرفہ کہلاتی ہے۔ اس کے مغربی جانب متصل ہی ایک چھوٹا سا
میدان ہے جو بطن عرفہ کہلاتا ہے یہ عرفات کی حدود سے خارج ہے اور
۹ ر ذی الحجہ کو یہاں کا قیام عرفات کا قیام نہیں شمار ہوتا۔ احتیاط لازم ہے۔ منا سے
عرفات کو راستہ جاتے ہیں۔ اور یہ راستہ طریق ضب کہلاتا ہے۔ ضب
دراصل مسجد خیف کے قریب ایک پہاڑ ہے۔ چونکہ یہ راستہ ادھر ہی سے گزرتا
ہے اس لئے اسی نام سے موسوم ہے۔ عرفات سے لوٹتے وقت مزدلفہ

ہوتے ہوئے منا آتے ہیں۔ یہ دوسرا راستہ ہے جو عرفات اور مزدلفہ کے درمیان دو بلند پہاڑوں کے بیچ سے گزرتا ہے۔ اس کو طریق مازمین کہتے ہیں۔ جانے آنے کے واسطے یہی دو راستے مسنون ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید کی اہلیہ زبیدہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا نے اپنے اہتمام سے مکہ معظمہ کے نواح میں ایک نہر تیار کرائی تھی جو آج تک موجود ہے۔ اور نہر زبیدہ مشہور ہے۔ کل نہر پختہ ہے زمین دوز ہے۔ اس کی انجینیری قابل دید ہے۔ حنین کی طرف سے آتی ہے۔ عرفات۔ منا اور مکہ معظمہ تینوں جگہ بافراط پانی پہنچاتی ہے۔ البتہ کبھی اٹ جاتی ہے۔ تو پانی کی قلت ہو جاتی ہے۔ پھر صاف کرائی جاتی ہے۔ وقتاً فوقتاً اس کے زمین دوز عمارت کی مرمت ہوتی رہتی ہے۔ ان مقامات میں کنوؤں کی بہت کمی ہے۔ اسی نہر سے کام چلتا ہے۔ اور انتظام اچھا ہے تو بخوبی کام چلتا ہے۔ صدیوں سے ہر سال لاکھوں حجاج سیراب ہوتے ہیں۔ اس خیر جاریہ سے زبیدہ خاتون کو کس قدر ثواب حاصل ہوگا۔ قیاس کرنا مشکل ہے۔ خدا جانے کتنے بندے اس نیک بی بی کے حق میں دعاء خیر کرتے ہیں۔ چنانچہ آج بھی بغداد شریف میں عام و خاص زبیدہ خاتون کے مزار پر خوشی خوشی جاتے ہیں۔ اخلاص و محبت سے فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حرم شریف سے مراد تو وہی عمارت ہے جو بیت اللہ کے اردگرد بنی ہوئی ہے جس کی تفصیل اوپر درج ہو چکی ہے لیکن حرم کا مفہوم زیادہ وسیع ہے۔ مکہ معظمہ کے چاروں جانب کچھ کچھ میل کے فصل پر حدود کے ستون بنے ہوئے ہیں۔ ان کے اندر کا کل علاقہ حرم مانا جاتا ہے۔ یہ ستون گویا حدود حرم ہیں علی ہذا

فصل۴ مکہ معظمہ کے چاروں طرف کئی کئی منزل کے فصل پر چند مقامات معین ہیں۔ جو میقات کہلاتے ہیں۔ مختلف ممالک سے جو حجاج آتے ہیں۔ اپنے اپنے مقررہ میقات سے احرام باندھتے ہیں۔ مثلاً جو لوگ ہندوستان اور یمن سے جاتے ہیں اُن کا میقات یلملم ہے۔ اہل نجد کا قرن منازل ہے۔ اہل عراق کا ذات عرق ہے۔ اہل شام اور اہلِ مصر کا میقات جحفہ ہے اور اہلِ مدینہ کا ذوالحلیفہ۔ حرم اور میقات کے درمیان کا کل علاقہ اصطلاحاً حِل کہلاتا ہے۔ علیٰ ہذا میقات کے باہر باہر کل عالم آفاق شمار ہوتا ہے۔ حرم کے حدود میں رہنے والے اہلِ حرم ہیں۔ حِل یعنی میقات اور حرم کے درمیان میں رہنے والے میقاتی ہیں۔ اور آفاق یعنی میقات کے باہر سے آنے والے آفاقی کہلاتے ہیں۔ ہر مقام اور رہر طبقہ کے واسطے احکام اور مسائل جدا جدا ہیں۔ آیندہ تفصیل پیش ہوگی۔

چند شرعی اصطلاحات ادائے حج کے دوران میں شرعی طور پر جن جن مقامات سے سابقہ پڑتا ہے اُن کا مختصر جغرافیہ اوپر درج ہوا۔ اسی سلسلہ میں چند شرعی اصطلاحات بھی سمجھ لینا ضروری ہیں۔ تاکہ آیندہ مسائل کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

اشہرِ حج شوال ذیقعدہ لغایتہ دہم ذی الحجہ۔ یہ دو ماہ دس روز حج کا زمانہ شمار ہوتا ہے۔ اسی زمانہ میں حج کا احرام باندھتے ہیں۔ حج کے سب کام پورے کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ دہم ذی الحجہ کو فریضۂ حج سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ البتہ سنن کا سلسلہ بعد کو بھی چلتا رہتا ہے۔ اشہرِ حج کے علاوہ دوسرے زمانہ میں حج کا کوئی کام انجام نہیں دے سکتے حتیٰ کہ حج کا احرام باندھنا بھی مکروہِ تحریمی مانا جاتا ہے۔ البتہ عمرہ کے واسطے کوئی زمانہ مخصوص نہیں ہے۔ مسائل کی مزید تفصیل آیندہ پیش ہوگی۔

احرام سے مراد وہ لباس ہے جو حجاج کو میقات سے پہننا لازم ہے۔ فصل ۲
مردوں کے واسطے ایک تہ بند ایک چادر سنت ہے۔ لیکن ان میں کوئی سلائی
نہ ہو۔ سوئی نہ لگی ہو۔ جوڑے عوض کا کپڑا لیا۔ ایک ٹکڑے کی چادر بنائی اور
ایک کا تہ بند بنا لیا۔ سفید رنگ افضل ہے۔ جوتہ پہن سکتے ہیں۔ البتہ ٹخنے کھلے
رہنے ضرور ہیں۔ ہتیار لگانے اور کمر سے پیٹی باندھنے کی بھی اجازت ہے۔ جو شخص
احرام باندھ لیتا ہے اصطلاحاً محرم کہلاتا ہے۔

تلبیہ۔ احرام باندھتے وقت اور کل دورانِ حج میں جو کلمات بکثرت پڑھتے
ہیں اور بلند آواز سے پڑھتے ہیں وہ یہ ہیں۔ انہی کو اصطلاحاً تلبیہ کہتے ہیں۔
لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ۔ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ۔ اِنَّ
الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔

تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر سے مراد سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہے یہ کلمات بھی پڑھنے میں زیادہ
آتے ہیں۔

شوط۔ جب حرم شریف میں پہنچتے ہیں تو مطاف میں حجر اسود کے روبرو کھڑے
ہوتے ہیں کچھ دعائیں پڑھتے ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔ پھر جانب شمال رخ کر کے
چلتے ہیں۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی شرقی دیوار بائیں ہاتھ پڑ جاتی ہے۔ ملتزم
اور بیت اللہ شریف کے دروازہ سے گزرتے ہوئے حطیم کے گرد گھومتے ہوئے
رکن یمانی پر ہوتے ہوئے پھر حجرِ اسود پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس ایک دور کو اصطلاحاً
شوط کہتے ہیں۔

طواف۔ سات شوط مل کر ایک طواف شمار ہوتے ہیں۔ طواف کی پانچ

فصل ۶ قسم ہیں۔ طوافِ نفل - طوافِ عمرہ - طوافِ قدوم - طوافِ زیارت یا طوافِ افاضہ - طوافِ سدر یا طواف الوداع - ہر ایک کی تشریح آئندہ پیش ہوگی۔

استلام۔ طواف کرتے ہوئے ہر شوط میں سنت ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے - بوجہ ازدحام بوسہ نہ دے سکے تو دونوں ہاتھوں سے یا صرف ایک ہاتھ سے اور بہتر ہے کہ سیدھے ہاتھ سے حجرِ اسود کو چھو کر اپنے ہاتھوں یا ہاتھ کو بوسہ دے لے - یہ بھی نہ ہو سکے تو دور سے حجر اسود چھونے کا اشارہ ہاتھوں سے کرلے اور ہاتھوں کو بوسہ دے لے یہ حجر اسود کا استلام کہلاتا ہے - علیٰ ہذا رکن یمانی کا بھی استلام کرتے ہیں۔ لیکن اس کو بوسہ نہیں دیتے۔ دونوں ہاتھوں سے یا سیدھے ہاتھ سے صرف چھو لیتے ہیں - اسی قدر مستحب ہے۔ رکن عراقی اور رکن شامی بحالتِ موجودہ چونکہ بنیاد ابراہیمی پر نہیں ہیں بلکہ اہلِ قریش کی بنیاد پر ہیں اس لئے ان کا استلام بھی نہیں کرتے۔

سعی۔ طواف سے فارغ ہو کر بعض صورتوں میں سعی کرتے ہیں۔ اس کا طریق یہ ہے کہ صفا سے مروہ جاتے ہیں۔ مروہ سے صفا آتے ہیں گویا یہ دو شوط ہوئے اسی طرح سات شوط کرتے ہیں۔ چونکہ صفا سے شروع کرتے ہیں ساتواں شوط مروہ پر ختم ہوتا ہے۔ دونوں مقامات میں تقریباً دو فرلانگ کا فصل ہے۔ دعائیں پڑھتے ہوئے اوسط چال چلتے ہیں۔ لیکن تھوڑے فصل پر دو علامات بنے ہوئے ہیں جو میلین کہلاتے ہیں۔ ان کے درمیان آتے جاتے دوڑتے ہیں۔ یا کم از کم رفتار تیز کر دیتے ہیں۔ معذور لوگ سواری پر یا شبری میں بیٹھ کر کاندھوں پر بھی سعی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں - یہ کل راستہ خوب آباد بازار ہے - حج کے زمانہ میں یہاں شب و روز عجیب سماں رہتا ہے۔

فصل ۳ اضطباع۔ معمولاً تو احرام کی چادر اس طرح اوڑھتے ہیں کہ سر کھلا رہتا ہے۔ اور دونوں شانے ڈھکے رہتے ہیں۔ لیکن جس طواف کے بعد سعی کرنی ہوتی ہے اُس طواف میں چادر کو دہنی بغل کے نیچے لاکر بائیں مونڈھے پر اس طرح ڈال لیتے ہیں کہ دہنا شانہ کھلا رہتا ہے اور چادر کے دونوں کونے بائیں شانہ کو ڈھک لیتے ہیں۔ اس طرح احرام اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہیں۔

رَمَل۔ جس طواف کے بعد سعی کرنی مقصود ہو اس میں سنت ہے کہ طواف کرتے وقت پہلے تین شوط میں شانے ہلاتا ہوا۔ اکڑتا ہوا۔ قدم اونچے اُٹھاتا ہوا کسی قدر دوڑتا ہوا۔ گویا زور دکھاتا ہوا چلے۔ اسی کو رمل کہتے ہیں۔

یوم الترویہ سے مراد ۸ ذی الحجہ ہے۔ اس تاریخ کی شب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل ؑ کی قربانی کا خواب دیکھا تھا۔ اسی تاریخ کو حاجی مکہ معظمہ سے حج کے واسطے جانب عرفات روانہ ہوتے ہیں۔

عَرفہ سے مراد ۹ ذی الحجہ ہے۔ اس تاریخ کو تمام حاجی میدانِ عرفات میں آ کر جمع ہوتے ہیں۔ اور حج کا سب سے بڑا رکن پورا ہوتا ہے۔

وقوف عرفات سے بھی یہی مراد ہے کہ ۹ ذی الحجہ کو حاجی میدانِ عرفات میں پہنچ کر جمع ہوتے ہیں۔ اسی روز بعد مغرب وہاں سے مزدلفہ کو روانہ ہو جاتے ہیں۔ مزید تفصیل آئندہ پیش ہوگی۔

وقوفِ مزدلفہ۔ ۹ ذی الحجہ کی شام کو عرفات سے روانہ ہو کر حجاج ۱۰ ذی الحجہ کی شب کو مزدلفہ میں قیام کرتے ہیں اور صبح کو منا پہنچ جاتے ہیں۔

وقوفِ منا۔ اول عرفات جاتے ہوئے ۹ ذی الحجہ کی شب کو حجاج

فصل منا میں ٹھہرتے ہیں۔ ۹ ر ذی الحجہ کا دن عرفات میں بسر ہوتا ہے۔ ۱۰ ر ذی الحجہ کی شب کو مزدلفہ میں قیام رہتا ہے۔ پھر ۱۰ ر ذی الحجہ کی صبح سے ۱۲ یا ۱۳ ر ذی الحجہ کی شام تک منا میں قیام کرتے ہیں۔

ایام تشریق۔ ۹ ر ذی الحجہ لغایتہ ۱۳ ر ذی الحجہ یہ ۵ روز ایام تشریق کہلاتے ہیں۔ اس دوران میں ہر نماز فرض کے بعد کم از کم ایک مرتبہ تکبیر کہنا ضرور ہے۔ یہ سلسلہ ۹ ر ذی الحجہ کو صبح کی نماز سے شروع ہوتا ہے اور ۱۳ ر ذی الحجہ کو عصر کی نماز کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

تکبیر تشریق سے مراد وہی تکبیر ہے جو ہر نماز فرض کے بعد ایام تشریق میں کہنا ضرور ہے۔

جمع تقدیم سے مراد یہ ہے کہ بتاریخ ۹ ر ذی الحجہ میدانِ عرفات میں حاجی جمع ہوتے ہیں تو بعد زوال مسجد نمرہ میں جا کر امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ظہر کے وقت اکٹھا پڑھتے ہیں۔ اِن دو نمازوں کے درمیان اور نیز ان کے بعد کچھ نہیں پڑھتے۔ حتیٰ کہ سنتِ ظہر بھی ترک کر دیتے ہیں۔ البتہ تکبیر تشریق ضرور پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن جو حاجی مسجد نمرہ نہ جائیں اور اپنے قیام گاہ پر نماز پڑھیں وہ حسبِ معمول ظہر اور عصر کی نماز اپنے اپنے وقت پر علیحدہ پڑھتے ہیں۔ جمع نہیں کر سکتے۔

جمع تاخیر۔ ۹ ر ذی الحجہ کو بعد غروب آفتاب حجاج جلد جلد عرفات سے مزدلفہ کو روانہ ہوتے ہیں تو اس وقت مغرب کی نماز نہیں پڑھتے۔ نہ پڑھنی چاہیے۔ بلکہ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشا کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت سے یکے بعد دیگرے عشا کے وقت پڑھتے ہیں۔ خواہ مسجد میں امام کے پیچھے پڑھیں خواہ تنہا یا جماعت سے اپنے

مقام پر پڑھیں۔ نماز مغرب کے واسطے نیت ادا باندھتے ہیں۔ نیت قضا نہیں باندھتے۔ دونوں نمازوں کے بیچ میں وہی تکبیر تشریق کے سوا کچھ نہیں پڑھ سکتے۔ مغرب اور عشا کی سنتیں اور وتر علی الترتیب بعد کو پڑھ لیتے ہیں۔ ان نمازوں کو ملا کر پڑھنا اصطلاحاً جمع تاخیر کہلاتا ہے۔ فصل

وقت مکروہ سے مراد وہ اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ عین طلوع آفتاب یا عین غروب آفتاب کے وقت۔ عین زوالِ آفتاب کے وقت اور نماز عصر و مغرب کے درمیان۔ ان اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ طواف کی اجازت ہے۔

ایام نحر۔ ۱۰ ذی الحجہ لغایۃ ۱۲ ذی الحجہ ان تین دن قربانی ہوتی رہتی ہے۔ ان ہی کو ایام نحر کہتے ہیں۔

رمی جمار۔ ۹ ذی الحجہ کی شام کو عرفات سے چل کر مزدلفہ آتے ہیں وہاں شب بسر کرتے ہیں۔ صبح کو بتاریخ ۱۰ ذی الحجہ منا پہنچ جاتے ہیں۔ اور یہاں ۱۲ یا ۱۳ ذی الحجہ تک قیام کرتے ہیں۔ ایک خاص مشغلہ یہ ہے کہ ہر روز جمار کو جا جا کر کنکریاں مارتے ہیں۔ اسی کو رمی جمار کہتے ہیں۔ طریق یہ ہے کہ ۱۰ ذی الحجہ کو صرف جمرۃ العقبہ کو سات کنکریاں مارتے ہیں۔ باقی دو یا تین دن جمرۃ الاولے۔ جمرۃ الوسطیٰ۔ اور جمرۃ العقبہ۔ اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے تینوں جمار کو ہر روز سات سات کنکریاں مارتے ہیں۔ پہلے دن طلوع آفتاب سے دوپہر تک وقت مسنون ہے۔ زوال سے غروب آفتاب تک مستحب۔ بعد غروب مکروہ۔ باقی دنوں میں رمی کا وقت زوال سے غروب آفتاب تک ہے۔ قبل زوال جائز نہیں ہے۔ اور بعد غروب مکروہ ہے۔ رمی کرتے وقت جمار سے کم از کم ۵ ہاتھ کے فاصلہ پر

فصل ۲ کھڑا ہو۔ ایک ایک کرکے سات کنکریاں جمار پر تاک کر مارے۔ ہر مرتبہ مارنے وقت کہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَلٰی طَاعَۃِ الرَّحْمٰنِ وَرَغْمِ الشَّیْطَانِ اور چاہے تو ساتھ ساتھ یہ دعا بھی پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔ رمی کے واسطے کنکریاں مزدلفہ سے چن کر ساتھ لاتے ہیں۔

ذبح ۔ ۱۰ ذی الحجہ کو بعد رمی جمرۃ العقبہ حجاج منا میں قربانی کرتے ہیں ذبح سے یہی قربانی مراد ہے یہ قارن اور متمتع پر واجب ہے۔ اس لئے اس کو دمِ قران اور دمِ تمتع بھی کہتے ہیں۔ مفرد پر واجب نہیں ہے۔ مستحب ہے۔ مزید تفصیل اور مسائل آئندہ بیان ہونگے۔

اضحیہ سے مراد وہ قربانی ہے جو عام طور اہلِ استطاعت عید الضحیٰ کے موقع پر ایامِ نحر میں کرتے ہیں وہ دمِ قران اور دمِ تمتع سے بالکل جداگانہ ہے۔

حلق یا قصر ۔ ۱۰ ذی الحجہ کو منا میں رمی اور ذبح سے فارغ ہو کر تیسرا کام حلق ہے۔ یعنی سر منڈانا یا قصر یعنی کم از کم ایک ایک پورے انگشت کے برابر کل بال کٹوا دینا۔ مردوں کو حلق افضل ہے۔ لیکن عورتوں کو حرام ہے۔ قصر کرتی ہیں۔ کم از کم چوتھائی سر کا حلق یا قصر ضرور ہے۔ علیٰ ہذا عمرہ میں بھی حلق یا قصر کرنا پڑتا ہے۔ مسائل کے بیان میں صرف لفظ حلق استعمال ہوتا ہے لیکن اس کے مفہوم میں قصر بھی داخل ہے۔

حلال ۔ احرام باندھنے کے بعد بہت سے امور ممنوع ہو جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل آئندہ مسائل کے تحت میں بیان ہوگی۔ حلق یا قصر کے بعد احرام ختم ہو جاتا ہے تو معمولی لباس پہن لیتے ہیں۔ اور ممنوعات بھی رفع ہو جاتے ہیں۔ حج اور عمرہ میں حلال ہونے کے مسائل مختلف ہیں تفصیل آئندہ پیش ہوگی۔

فصل ۶

احصار سے مراد یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد کوئی لاعلاج معذوری
پیش آجائے۔ اور عمرہ یا حج ادا نہ ہو سکے ایسے معذور محرم کو اصطلاحاً محصر کہتے ہیں
بحالتِ حصار محرم حلال ہونے کے واسطے جو دم دیتا ہے وہ دم حصار کہلاتا ہے۔

جنایات۔ حج وعمرہ میں مسائلِ شرعیہ کے لحاظ سے اگر کوئی غلطی یا کوتاہی
ہو جائے تو ایسی خرابی کو اصطلاحاً جنایت کہتے ہیں۔

کفارہ۔ کسی جنایت کی وجہ سے جو کچھ بطور خیرات دینا پڑے وہ کفارہ کہلاتا ہے۔
اس کی دو قسم ہیں۔ دم اور صدقہ۔

دم۔ صرف دو کفاروں میں سالم اونٹ یا سالم گائے ذبح کرنی پڑتی ہے۔
بعض میں صرف ایک بکرا یا بھیڑ ذبح کرتے ہیں۔ اس ذبح کو دم یا دمِ جنایت کہتے ہیں۔
دم قران اور دم تمتع جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ دمِ جنایت سے بالکل مختلف ہیں۔
وہ بطور خود واجب ہیں۔ اور دم جنایت محض کفارہ ہے جنایت کا۔ اگر جنایت نہ ہو تو یہ
دم بھی نہ ہوگا۔ دمِ حصار بھی ایک قسم کا دمِ جنایت ہے۔ مزید تفصیل آیندہ پیش
ہو گی۔

صدقہ۔ بہت سے معمولی جنایات میں صرف صدقہ دینا پڑتا ہے۔ یعنی نصف صاع
گیہوں یا ایک صاع جو۔ اور چھوٹے جنایات میں صدقہ کا تعین کر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک مٹھی
گیہوں۔ جنایات و کفارہ جات کی ضروری تفصیل آیندہ مسائل کے تحت میں بیان
ہو گی۔

حج کے مقامات کا جغرافیہ اور حج کے مشاغل کی شرعی اصطلاحات اوپر درج
ہو چکی ہیں۔ ذیل میں حج کے مسائل اور حج کا طریق پیش کرتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں دو عبادتیں خاص ہیں۔ ایک حج دوسرا عمرہ۔ حج فرض ہے

فصل ۶ اور عمرہ سنتِ موکدہ ہے۔ اول عمرہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مختصر ہے۔ عمرہ سے مراد زیارت بیت اللہ شریف ہے۔ اور اس کا خاص طریق ہے جو آیندہ بیان ہوگا۔ سال کے بارہوں مہینے جب چاہیں اور جتنی مرتبہ چاہیں عمرہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ماہِ رمضان میں عمرہ کرنے کی حدیث شریف میں بڑی فضیلت ہے۔ جس نے رمضان میں عمرہ کیا اس کو اتنا ثواب ملا گویا خود حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے ساتھ حج کیا۔ نویں دسویں اور گیارہویں ذی الحجہ کو عمرہ کرنا البتہ مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ کوئی وقوف عرفات سے محروم رہے اور اس کا حج فوت ہو جائے تو وہ ان تاریخوں میں بھی عمرہ کرے تو مضائقہ نہیں۔ عمرہ کرنے سے وہ حلال ہو جائے گا۔ جو لوگ کہ حدود حرم میں رہتے ہیں۔ یا اشہر حج سے پہلے آکر وہاں مقیم ہیں۔ یا جو لوگ کہ میقات کے اندر رہتے ہیں۔ ان سب کے واسطے اشہر حج میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ لیکن وہ اگر اس سال حج کرنا نہ چاہیں تو پھر اس زمانہ میں عمرہ کر سکتے ہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ عمرہ بھی گویا ایک چھوٹا حج ہے۔ عمرہ کرنے والا اصطلاحاً معتمر کہلاتا ہے۔

اب حج کو لیجئے کہ اس میں کس قدر تفصیل درکار ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں کلمہ شہادت۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج۔ ہر مسلمان پر حج فرض ہے۔ بشرطیکہ وہ آزاد ہو۔ تندرست ہو عاقل ہو۔ بالغ ہو۔ اور مستطیع ہو۔ یعنی اتنی مالی حیثیت رکھتا ہو کہ سفر خرچ برداشت کرے۔ اور کنبہ کے واسطے بھی بقدر ضرورت نان نفقہ چھوڑ جائے۔ مالی حیثیت کے علاوہ مال حلال کمائی کا ہونا ضرور ہے۔ حرام کمائی کے مال سے حج قبول نہیں ہوتا۔ اگر مشتبہ ہے تو کسی سے مالِ حلال قرض لے لے۔ اور بعد حج اس قرض کو ادا کرے۔ حج کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ سفر کے راستے امن و امان کے ساتھ کھلے ہوں اگر جنگ یا بدامنی کی وجہ سے راستے بند ہوں تو معذوری ہے۔ اگر کوئی شخص علالت

فصل۶ یا ضعف بدن کی وجہ سے معذور ہو اور یہ معذوری ہنگامی نہیں بلکہ مستقل ہو تو وہ اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر حج کرا سکتا ہے۔ اس کو حجِ عن الغیر کہتے ہیں۔ لیکن اس حج کے مسائل دقیق اور نازک ہیں۔ ضروری تفصیل آئندہ پیش ہو گی۔

حج فرض ہو جانے کے بعد جلد از جلد اس کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے تساہل اور تاخیر کرنا سخت غلطی ہے۔ افسوس ہے کہ لوگ جن پر حج صریحاً فرض ہو چکا ہو۔ اس معاملہ میں بہت غفلت کرتے ہیں۔ بہت سے تو حج کا خیال تک دل میں نہیں لاتے اور بہت سے لیت و لعل کرتے رہتے ہیں۔ کہ فلاں کام سے فارغ ہو کر جائیں گے۔ فلاں سال جائیں گے۔ حتیٰ کہ کبھی جانا نصیب نہیں ہوتا۔ عام طور سے حج کو لوگ بڑھاپے پر اُٹھا رکھتے ہیں۔ گویا وہ ایک غیر ضروری سا کام ہے۔ بیکاری کے زمانہ میں کریں گے۔ جوانی میں کون جائے کس کو فرصت ہے۔ اول تو بڑھاپے کا کس کو یقین ہے۔ دوسرے نہ صرف سفر بلکہ کل احکامِ حج اچھی صحت اور طاقت چاہتے ہیں۔ بیمار اور کم زور لوگ ان کو پورا کرنے سے عاجز ہیں۔ تیسرے تاخیر خود شرعاً گناہ ہے۔ حتیٰ کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جو شخص حج فرض ہو جانے کے بعد تاخیر کرے وہ فاسق ہے۔ مردود الشہادۃ ہے۔ اس سے بڑھ کر قابلِ لحاظ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کو حج کرنا ہو جلد کر لے۔ اگر کوئی فرض ہو جانے کے بعد نہ کرے اور بن کئے مر جائے تو (خدانخواستہ) خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ استغفر اللہ۔ کیسی سخت تنبیہ ہے۔ اس پر بھی کیسی غفلت ہے۔ لیکن بعض اللہ کے بندے حجِ فرض ادا کرنے کے علاوہ کئی کئی حج نفل ادا کرتے ہیں۔ ایک

فصل ۶ حج فرض ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر حج کئے جائیں وہ نفل شمار ہوتے ہیں۔

آداب سفر | فصل اول میں بعنوان عزم سفر روانگی کے آداب بیان ہو چکے ہیں۔ سفر کے آداب یہ ہیں کہ لڑائی جھگڑے۔ اور غصّے سے بچے۔ صبر ضبط اور تحمل سے کام لے۔ اس سفر میں نفس کی بڑی آزمائش ہے۔ قدم قدم پر اس کو اشتعال کے موقعے ملتے ہیں۔ اگر دب گیا تو انشاءاللہ ہمیشہ کے واسطے دب گیا۔ اتنا مضمحل ہو جائے گا کہ پھر کبھی سر نہ اُٹھائے گا۔ اور اگر اس راستہ میں بھی نہ دبا تو پھر ہمیشہ کے واسطے شیر ہو جائے گا۔ خدانخواستہ کبھی نہ دبے گا۔ حج میں حجّت تمام ہو جاتی ہے۔ یہ خَشْيَةُ اللهِ کا مقام ہے۔ حج کے بیان میں اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (۲) اللہ تعالیٰ سعی مشکور فرمائے۔ انجام بخیر کرے۔ جو لوگ اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔ اُن پر بڑا فضل رہتا ہے۔ ہزار آزمائشیں آئیں۔ بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ (۲)۔

اقسام حج | حج کی تین قسم ہیں۔ ایک افراد۔ دوسرا تمتع۔ تیسرا قِران۔ افراد سے مراد یہ ہے کہ صرف حج کرنا مقصود ہو اس سال اشہرِ حج میں عمرہ کرنا مقصود نہو۔ ایسے حج کو افراد اور حاجی کو مفرد کہتے ہیں۔ تمتع یہ ہے کہ ایک ہی سال اشہرِ حج میں اول عمرہ کرے اور حلال ہو جائے۔ پھر دوسرے احرام سے حج کرے ایسے حج کو تمتع اور حاجی کو متمتع کہتے ہیں۔ قران یہ ہے کہ ایک ہی سال اشہر حج میں اول عمرہ کرے

فصل

لیکن حلال نہ ہو بلکہ وہی احرام بحال رکھے اور اسی احرام سے حج کرے۔ ایسے حج کو
قران اور حاجی کو قارن کہتے ہیں۔ جیسا اوپر ذکر آ چکا ہے۔ جو لوگ حدود حرم میں رہتے
ہیں یا اشہر حج سے پہلے آ کر وہاں مقیم ہیں اور نیز جو لوگ میقات کے اندر رہتے
ہیں ان سب کے واسطے اشہر حج میں عمرہ کرنا حج کے ساتھ مکروہ ہے۔ اس لئے
یہ لوگ حج کو افراد کے طریق پر ادا کرتے ہیں۔ رہے آفاقی لوگ جو میقات کے باہر
سے حج کرنے آتے ہیں ان کو اشہر حج میں حج کے ساتھ عمرہ کرنا جائز ہے۔ اور بطور خود
عمرہ سنت مؤکدہ ہے۔ لہذا ان کو اختیار ہے۔ خواہ حج بطریق تمتع ادا کریں خواہ
بطریق قران۔ لیکن حنفیوں کے نزدیک تمتع سے قران افضل ہے۔ اور وجہ ظاہر ہے
قران میں عمرہ اور حج ایک ہی احرام سے ادا کیا جاتا ہے کل وقت نفس مقید رہتا
ہے تمتع میں عمرہ کے بعد احرام ختم ہو جاتا ہے۔ حلال ہو کر نفس کو ذرا راحت مل جاتی
ہے۔ حج کے وقت پھر دوسرا احرام باندھتا ہے۔ قران میں ریاضت زیادہ ہے۔
اس لئے فضیلت بھی زیادہ ہے۔ افراد میں صرف حج ہے۔ عمرہ نہیں ہے اس لئے وہ
تمتع سے بھی کمتر مانا جاتا ہے۔

غرض کہ حج کی تین قسمیں ہیں۔ افراد۔ تمتع اور قران۔ ہر حج کے بعض مسائل
مشترک ہیں اور بعض مختلف، ذیل میں بقدر گنجائش صراحت کرتے ہیں۔ حج میں تین
کام فرض ہیں۔ ایک احرام باندھنا۔ دوسرا وقوف عرفات۔ تیسرا طواف زیارت
جس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ اگر ان میں خدانخواستہ کوئی ایک رکن ترک
ہو جائے تو حج ساقط ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا چھ کام واجب ہیں۔ (۱) سعی۔ (۲) وقوف
مزدلفہ (۳) رمی جمار (۴) حلق یا قصر (۵) ذبح قارن۔ اور متمتع کے واسطے اور
(۶) طواف صدر۔ جس کو طواف الوداع بھی کہتے ہیں۔ آفاقی کے واسطے البتہ مفرد کے حق میں

فصل۲ ذبح مستحب ہے۔ علیٰ ہذا اہلِ حرم اور میقاتی کے حق میں طوافِ صدر مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ کسی واجب کے ترک ہو جانے سے حج باطل تو نہیں ہوتا لیکن فاسد ضرور ہو جاتا ہے۔ اور بطور کفارہ دم یعنی قربانی لازم ہو جاتی ہے۔ باقی کام سنت ہیں یا مستحب۔ وہ اپنے اپنے موقع پر بیان ہوں گے۔ سنت کے ترک سے حج کسی قدر ناقص ہو جاتا ہے اور بطور کفارہ کچھ صدقہ دینا لازم ہوتا ہے۔ کفاروں کی ضروری تفصیل جنایات کے تحت میں آئندہ پیش ہوگی۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ عمرہ بھی ایک چھوٹا حج ہے۔ اور سنت مؤکدہ ہے۔ سو عمرہ میں احرام فرض ہے طواف کے پہلے چار شوط بھی فرض ہیں۔ باقی تین واجب ہیں۔ علیٰ ہذا سعی اور حلق بھی واجب ہے۔ باقی کام سنت اور مستحبات ہیں۔ مزید تفصیل ذیل میں پیش ہوگی۔

احرام | اول حج اور عمرہ کے اولین رکن احرام کو لیجئے۔ اگر کوئی آفاقی مکہ معظمہ کو جائے خواہ حج خواہ عمرہ خواہ سیر و سیاحت خواہ کاروبار کی غرض سے۔ اس پر فرض ہے کہ احرام باندھ کر جائے۔ احرام باندھے بغیر مکہ معظمہ جانا آفاقی کے واسطے بہرصورت حرام ہے۔ احرام خواہ میقات سے باندھے خواہ کسی ایسے مقام سے جو راستہ پر میقات کی سیدھ میں ہو۔ میقات سے کچھ پہلے احرام باندھ لے تو اور بھی اولیٰ ہے۔ جو لوگ سیر و سیاحت یا کاروبار کی غرض سے جائیں وہ بھی احرام باندھتے وقت عمرہ ہی کی نیت کرتے ہیں۔ اور حرم شریف حاضر ہو کر عمرہ بجالاتے عمرہ ادا کرنے کے بعد حلال ہو جاتے ہیں۔ حجاج میں بھی جن کو تمتع کرنا مقصود ہو وہ عمرہ کے بعد حلال ہو جاتے ہیں۔ حج کے واسطے مکہ سے پھر دوسرا احرام باندھتے ہیں۔ البتہ جو قِران کرتے ہیں وہ عمرہ کے بعد بھی احرام میں رہتے ہیں۔ اور حج پورا کر کے

فصل ۶

حلال ہوتے ہیں۔ جو لوگ میقاتی ہیں۔ وہ حج اور عمرہ کے واسطے اپنے اپنے مقام سے احرام باندھتے ہیں۔ لیکن اگر دوسرے اغراض کے واسطے مکہ معظمہ جاتا ہو تو بغیر احرام کے جاسکتے ہیں۔ جو لوگ اہلِ حرم ہیں۔ یعنی حدودِ حرم کے اندر رہتے ہیں وہ حج کا احرام مکہ معظمہ سے باندھ کر عرفات کو جاتے ہیں۔ البتہ عمرہ کا احرام حدودِ حرم کے باہر سے باندھ کر حرم شریف کو آتے ہیں۔ ایک مقام ہے تنعیم۔ مکہ معظمہ سے ۵ یا ۶ میل حدودِ حرم کے باہر واقع ہے۔ وہاں پر مسجد ہے کنواں ہے۔ بالعموم اہلِ حرم اور وہ لوگ جو حدودِ حرم میں داخل ہو کر کئی عمرے کرنے چاہیں۔ وہاں سے احرام باندھ باندھ کر آتے ہیں۔ اور عمرے کرتے ہیں۔ چنانچہ حجاج حج سے فارغ ہو کر اس طرح کئی کئی عمرے کر لیتے ہیں۔

طریق احرام کا یہ ہے کہ اول اصلاح بنوائے پھر غسل یا کم از کم وضو کرے۔ پھر لباس اتار کر احرام کا تہہ بند باندھے اور چادر اوڑھے۔ تہہ بند ٹخنوں سے اونچا رہے۔ اور چادر شانوں کو ڈھک لے۔ مگر سر کھلا رہے۔ احرام باندھتے وقت چاہیے تو بدن کو عطر ملے۔ اور احرام کو بھی عطر لگائے بشرطیکہ اس پر کوئی دھبہ نہ آنے پائے۔ پھر سنت ہے کہ وقتِ غیر مکروہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ رکعتِ اول میں الحمد کے بعد سورۂ کافرون اور رکعت دوم میں سورۂ اخلاص پڑھے یا جو سورہ پڑھنا چاہے پڑھ لے۔ بعد سلام کے احرام کی نیت باندھے۔ اگر عمرہ یا بطریق تمتع حج کرنا مقصود ہے تو کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ ۔ اگر حج مقصود ہے خواہ بطریق افراد یا بطریق تمتع تو کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔ اور اگر قران مقصود ہے تو کہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ

فَيَسِّرْهُمَا لِي وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّي۔ نیت کرتے ہی آواز سے کہے۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ۔ اب باقاعدہ احرام بندھ گیا۔ اس کے بعد اکثر اوقات آواز سے تلبیہ کہتا رہے۔ کبھی کبھی درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا مانگتا رہے۔ ایک دعا یہ بھی ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا۔ واقعی حج قبول ہو جائے تو بڑی بات ہے۔ ع

لِلّٰهِ الْحَمْد ٹھکانے لگی محنت میری

احرام حج اور عمرہ کا پہلا فرض ہے۔ احرام باندھنے کے بعد بہت سی باتوں کی احتیاط لازم ہے۔ ورنہ غلطی کا کفارہ دینا پڑتا ہے۔ مثلاً بیوی ساتھ ہو تو ملاعبت اور مباشرت سے احتراز کرے۔ بال نہ مونڈے۔ نہ ترشے نہ اکھاڑے۔ ایک بال بھی اکھاڑے تو کفارہ ذمہ آئیگا۔ البتہ بے خبری میں خود بخود کوئی بال اکھڑ جائے تو معذوری ہے۔ ناخن نہ ترشے۔ خوشبو نہ لگائے نہ سونگھے۔ کسی حالت میں بھی منھ اور سر کو نہ ڈھکے۔ بلکہ ان کو کپڑا چھونے تک نہ دے۔ البتہ سوتے وقت تکیہ پر سر اور رخسار رکھ سکتے ہیں۔ مگر تکیہ چہرہ پہ یا پیشانی تکیہ پر نہیں رکھ سکتے۔ سر پر کپڑوں کی گٹھری رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں۔ خیمے اور کجاوہ کے نیچے سایہ میں بیٹھنا بھی جائز ہے۔ چھاتہ بھی لگا سکتے ہیں۔ غسل کرنے کی بھی اجازت ہے۔ مگر مستحب ہے کہ صفائی کے خیال سے جسم مل مل کر میل نہ اتارے۔ سادہ طور پر پانی بہالے۔ احرام کے زمانہ میں تہ بند اور چادر بھی بدل سکتے ہیں۔ مگر اس میں بھی خواہ مخواہ صفائی مقصود نہ ہونی چاہیئے۔ احرام کا اصلی مقصد عشاق کی صورت بنانا ہے۔ صورت سے سیرت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ تہ بند اور چادر تو معمول ہے۔ لیکن بہ حالت مجبوری سلے کپڑے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ بے قاعدہ طور پر استعمال کیئے جائیں۔ مثلاً کرتہ بطور تہ بند کے

باندھ لیا جائے یا جیفہ بطور چادر کے اوڑھ لیا جائے۔ بہر حال عشاق کی دیوانگی کے کچھ آثار نمودار ہونے ضرور ہیں۔ شکار کرنا تو بڑی بات ہے۔ چیونٹی، کیڑے تک کو نہ ستائے کھٹمل اور جوئیں تک نہ مارے۔ حرم میں گھاس اور پتے تک نہ توڑے۔ لڑائی جھگڑے کا تو ذکر کیا۔ لوگوں کے ساتھ بھی رہے تو اس طرح کہ باہمہ اور بے ہمہ۔ بس اپنے حال میں مست اور دیوانہ رہے۔ دل میں درد ہو۔ لب پر آہ ہو۔ تلبیہ ہو۔ تحمید ہو۔ تہلیل ہو۔ تکبیر ہو۔ غرض کہ اللہ ہی اللہ ہو۔ قرآن کریم میں حج کے احکام پڑھو۔ بار بار یہی تاکید ہے۔ وَاذْكُرُوا اللهَ۔ فَاذْكُرُوا اللهَ۔ حتی کہ فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ط (۹/۲) ؂

حضوری گر ہمی خواہی از و غائب مشو حافظ

متی ما تلق من تھوی دع الدنیا و اھملھا

آداب داخلہ و طواف وغیرہ

مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے آداب یہ ہیں کہ حدود حرم میں پہنچکر ہو سکے تو پیدل چلے تلبیہ اور استغفار کی کثرت کرے۔ غسل کرلے تو سنت ہے۔ صبح کے وقت باب المعلٰی کی راہ سے مکہ میں داخل ہونا مستحب ہے۔ وقت داخلہ چاہیے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَإِنَّكَ قُلْتَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وَبَشَرِيْ وَعَظْمِيْ عَلَى النَّارِ۔ وَقِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ الْحِسَابِ۔ مکہ معظمہ پہنچ کر اپنی قیام گاہ پر اترے۔ آرام کرے۔ بعدہ غسل یا وضو کرکے حرم شریف کو جائے۔

حرم شریف میں اول مرتبہ باب السلام سے داخل ہونا مستحب ہے۔ قیام گاہ سے تلبیہ کہتا ہوا چلے جب داخل ہو تو کوئی دعائے داخلہ پڑھے مثلاً بسم اللہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ۔ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا (۹/۱۵)

فصل حرم شریف میں داخل ہونے کے بعد بیت اللہ پر نظر پڑے تو فوراً تین مرتبہ کہے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد اس کے بعد کوئی دعا مانگے۔ دعاء ماثورہ یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ دَارَكَ دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اس کے بعد کہے اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَعْظِيْمًا وَتَشْرِيْفًا وَتَكْرِيْمًا وَمَهَابَةً وَبِرًّا وَزِدْ مَنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَعْظِيْمًا وَتَشْرِيْفًا وَتَكْرِيْمًا وَمَهَابَةً وَبِرًّا ؕ اس کے بعد جو دعا چاہے پڑھے یہ وقت مقبولیت ہے۔

محراب کے نیچے سے گزر کر مطاف میں داخل ہو کہ یہی راستہ مسنون ہے۔ مطاف میں پہونچ کر طواف شروع کرے۔ البتہ اگر نماز جماعت یا وتر یا سنتِ موکدہ فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پہلے اس سے فراغت حاصل کرلے پھر طواف میں مشغول ہو۔ طواف کا طریق اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ اسے غور سے سمجھ لینا چاہیئے۔ نیت طواف فرض ہے خواہ دل میں کرے خواہ یوں کہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ طَوَافَ بَيْتِكَ الْحَرَامِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ ہر شوط کے شروع میں حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ پھر حجر اسود کو استلام کرے۔ ہر شوط میں رکن یمانی کو بھی استلام کرے۔ استلام کا طریق اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ہر شوط میں خوب دعائیں پڑھے جو دعائیں چاہے پڑھے

فصل. اختیار ہے۔ رُکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (۲/۹) طواف میں یہ دعا بھی پڑھتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔ یہ بھی پڑھتے ہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر کی بھی کثرت کرتے ہیں البتہ طواف میں تلبیہ نہیں کہتے۔ ساتویں شوط کے ختم پر حجر اسود کا آٹھواں استلام کرتے ہیں اور یہ استلام سنتِ موکدہ ہے۔

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو اول ملتزم سے لپٹ کر دعا کرے کہ یہ مقام قبولیت ہے۔ جو دل چاہے دعا مانگے۔ یہ دعا بھی پڑھتے ہیں۔ اَلسَّائِلُ بِبَابِكَ یَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَمَغْفِرَتِكَ بِحُرْمَةِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اس کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھے۔ یہ دوگانہ طواف ہر قسم کے طواف کے بعد واجب ہے۔ اور خلف مقام ابراہیم پڑھنا مستحب ہے کہ مصلی اور بیت اللہ کے درمیان مقام ابراہیم رہے۔ یہ سب سے افضل موقع ہے۔ یہاں جگہ نہ ملے تو پھر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے پڑھے۔ یا حطیم میں کسی جگہ پڑھے وہاں بھی جگہ نہ ملے تو مسجد حرام میں کسی جگہ بھی پڑھ لے۔ مگر بیت اللہ شریف کے جس قدر قریب ہو بہتر ہے۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد۔ سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے۔ بعد نماز جو دعا چاہے مانگے کہ وقت قبولیت ہے۔

دعاء آدم علیہ السلام مستحب ہے۔ وہ یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ۔ طواف تو ہر وقت جائز ہے۔ خواہ وقت مکروہ ہو۔ مگر جیسا کہ نماز کا قاعدہ ہے یہ دوگانہ طواف وقت مکروہ میں نہیں پڑھ سکتے۔ بلکہ اس کے گزرنے تک صبر کرنا لازم ہے۔

فصل لہذا مسئلہ یہ ہے کہ دوگانہ کو طواف سے متصل پڑھنا چاہیئے۔ تاخیر مکروہ ہے۔ البتہ وقت مکروہ آجائے تو معذوری ہے۔ اس کے گزرنے تک تاخیر جائز ہے۔ مثلاً بعد عصر طواف کیا تو فوراً دوگانہ طواف نہیں پڑھنا چاہیئے بلکہ مغرب کے فرض پڑھ کر اوّل دوگانہ طواف ادا کرے۔ پھر مغرب کی سنت اور نفل پڑھے۔ دوگانہ طواف پڑھ کر مستحب ہے کہ چاہِ زمزم پر جاکر آبِ زمزم پیئے۔ ایک ایک گھونٹ رُک کر پیئے۔ پیتے وقت بیت اللہ شریف کو دیکھتا جائے۔ جو دل چاہے دعا کرے یہ بھی وقت قبولیت ہے۔ یہ دعا بھی پڑھتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ عِلۡمًا نَافِعًا وَّرِزۡقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنۡ كُلِّ دَآءٍ وَّسَقَمٍ بِرَحۡمَتِكَ یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ۔ زمزم پی کر طواف مع اپنے لوازم کے مکمل ہوگیا۔

طواف محض کا طریق اوپر بیان ہوا۔ طواف کی دوسری شکل طواف مع السعی ہے۔ یعنی یہ کہ طواف کے بعد سعی کرنا بھی مقصود ہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ طواف کے پہلے تین شوط میں رمل کرے۔ اور ساتوں شوط میں اضطباع رکھے۔ یہ دونوں سنت ہیں۔ طواف پورا کرکے البتہ اضطباع موقوف کردے۔ اور دوگانہ طواف حسبِ معمول دونوں مونڈھے ڈھانک کر پڑھے۔ آبِ زمزم پی کر طواف سے فارغ ہو تو پھر جاکر حجرِ اسود کا نواں استلام کرے۔ اور استلام کی جو دعائیں اوپر درج ہوچکی ہیں پڑھے۔ پھر حرم سے نکل کر صفا کو جائے۔ بابُ الصفا سے نکلنا سنت ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے۔ اِس کا طریق اوپر بیان ہوچکا ہے۔ غور سے سمجھ لینا چاہیئے۔ سعی کی نیت یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ اَنۡ اَسۡعٰی مَا بَیۡنَ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَۃِ سَبۡعَۃَ اَشۡوَاطٍ لِّلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ یَا رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

ہر مرتبہ جب صفا اور مروہ پر کھڑا ہو تو کہے اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (پ ۲) پھر دعا کے واسطے ہاتھ اٹھا کر کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ لَہُ الۡمُلۡكُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ یُحۡیِیۡ وَیُمِیۡتُ بِیَدِہِ الۡخَیۡرُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

نصرٗ وَحْدَہٗ وَ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ
یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ ھُوَحَیٌّ دَائِمٌ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ
شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اس کے بعد جو چاہے
دعا مانگے۔ دعا ماثورہ یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَ
اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادِ۔ وَاِنِّیْ اَسْئَلُکَ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ
اَنْ لَا تَنْزِعَہٗ مِنِّیْ حَتّٰی تَتَوَفَّانِیْ وَ اَنَا مُسْلِمٌ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ
اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ سعی کے دوران میں یعنی صفا اور مروہ کو آتے جاتے
ہر شوط میں جو دعائیں چاہے پڑھے۔ یہ موقع قبولیت کا ہے۔ یہ مختصر دعا بھی پڑھتے ہیں۔
رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمْ۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ سعی کے سات
شوط ہیں۔ پہلا شوط صفا سے شروع ہوتا ہے اور ساتواں مروہ پر ختم ہو جاتا ہے۔ سعی سے فارغ
ہو کر پھر حرم شریف واپس آئے اور مطاف کے کنارے دو رکعت نماز نفل دوگانہ سعی پڑھے
اور دعا مانگے الحمد للہ سعی سے بھی فراغت ہو گئی۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ طواف کی کئی قسم ہیں۔ طوافِ نفل۔ طوافِ عمرہ۔ طواف قدوم
طوافِ زیارت اور طواف صدر ان میں قسم اوّل عام ہے۔ فرصت کے اوقات میں جب
چاہیں طواف نفل کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ اپنے علاوہ دوسروں کے واسطے بھی طواف
نفل کر سکتے ہیں۔ مثلاً احباب و اعزا کے واسطے کرتے ہیں۔ باقی چار قسمیں مخصوص ہیں
مثلاً جو عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور نیز جو متمتع یا قارن ہو وہ اوّل آتے ہی طوافِ عمرہ
کرتے ہیں۔ عمرہ میں یہ طواف واجب بلکہ فرض ہے۔ عمرہ والے اور نیز متمتع بعد طواف عمرہ
حلق یا قصر کر کے حلال ہو جاتے ہیں۔ البتہ قارن حلق یا قصر نہیں کرتے اور حلال نہیں ہوتے۔

نصل ان کا وہی احرام حج تک برقرار رہتا ہے۔ قارن طواف عمرہ کے بعد ہی طوافِ قدوم کرتے ہیں۔ مفرد بھی جو آفاقی ہوتے ہیں۔ آتے ہی طوافِ قدوم کرتے ہیں۔ سنت ہے۔ البتہ جو مفرد اہلِ حرم ہوں یا میقاتی ہوں اُن کو طوافِ قدوم کی ضرورت نہیں۔ علیٰ ہذا متمتع کو بھی طواف قدوم کی ضرورت نہیں۔ وقوف عرفات کے بعد ۱۰ ذی الحجہ سے طواف زیارت بلا استثنا تمام حجاج کے واسطے فرض ہے۔ ایام نحر اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ اور ۱۰ ذی الحجہ کو افضل ہے۔ حج کے واسطے مکہ معظمہ سے روانہ ہوتے وقت طواف صدر آفاقی حجاج پر واجب ہے۔ اہلِ حرم اور میقاتی حجاج کے واسطے مستحب ہے۔

اوپر طواف کی دو شکلیں اور پانچ قسمیں بیان ہوئیں۔ ان کا باہمی ربط یوں ہے کہ طواف نفل طواف محض کے طور پر کیا جاتا ہے۔ طواف عمرہ طواف مع السعی کے طور پر کیا جاتا ہے۔ طواف قدوم کو خواہ طوافِ محض خواہ طواف مع السعی کے طور پر کرسکتے ہیں۔ لیکن مفرد کے واسطے طواف محض کے طور پر اور قارن کے واسطے طواف مع السعی کے طور پر طواف قدوم کرنا افضل ہے۔ علیٰ ہذا طواف زیارت کو بھی طوافِ محض اور طواف مع السعی ہر دو طور سے کرسکتے ہیں۔ لیکن قارن اگر طواف قدوم میں سعی کر چکا ہو تو وہ طوافِ زیارت کو طوافِ محض کے طور پر کریگا۔ علیٰ ہذا مفرد نے اگر طواف قدوم کے ساتھ سعی نہ کی ہو تو وہ طوافِ زیارت میں سعی کریگا۔ لیکن طواف زیارت میں سعی بھی کی جائے تو اس طواف میں صرف رمل ہے۔ اضطباع نہیں ہے۔ یہ خصوصیت قابل یادداشت ہے کہ طواف صدر کو طواف محض کے طور پر کرتے ہیں۔ البتہ آب زمزم پی کر ملتزم پر آتے ہیں ملتزم سے لپٹ کر اور غلافِ کعبہ پکڑ کر خشوع اور خضوع کے ساتھ جو دعا مانگنی ہو مانگتے ہیں اور رخصت ہوتے وقت حجر اسود کا آخری نوال استلام کر کے بادلِ محزون بیت اللہ شریف دیکھتے ہوئے اُلٹے پاؤں حرم شریف سے نکل آتے ہیں۔

فصرء

طواف کی تفصیل اوپر بیان ہوئی حجاج طوافِ عمرہ اور طوافِ قدوم سے ۸ ذی الحجہ تک فارغ ہو جاتے ہیں ۸ ذی الحجہ کو مکہ سے عرفات کی طرف روانہ ہوتے ہیں اِس کی مفصل کیفیت ذیل میں پیش ہوگی۔ وقوف عرفات سے فارغ ہو کر ۱۰ ذی الحجہ سے طوافِ زیارت شروع ہو جاتا ہے۔ اور مکہ معظمہ سے رخصت ہوتے وقت طوافِ صدر کیا جاتا ہے۔ طوافِ نفل کا کوئی وقت مخصوص نہیں۔ جب موقع ملے کرتا رہے۔ علیٰ ہذا جن کو عمرہ کرنا مقصود ہو وہ بھی ہمیشہ طوافِ عمرہ کر سکتے ہیں۔ عمرہ کی مختصر تفصیل اوپر درج ہو چکی ہے۔

اجتماع عرفات | ساتویں ذی الحجہ کو حرم شریف میں باضابطہ اعلان ہو جاتا ہے کہ پرسوں ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں حجاج کا اجتماع ہوگا۔ اگلے روز یوم ترویہ ۸ ذی الحجہ کو حجاج مکہ سے روانہ ہوتے ہیں اور منیٰ میں آ کر قیام کرتے ہیں ظہر عصر مغرب عشا اور صبح۔ شب کا قیام اور پانچ نمازیں منیٰ میں سنت ہیں بہت سے لوگ اس سنت کی پوری پابندی نہیں کرتے۔ منیٰ میں صرف ایک آدھ گھنٹہ قیام کرتے ہیں۔ ایک آدھ نماز پڑھ لیتے ہیں بعض ناواقف اتنا بھی نہیں کرتے منیٰ سے یونہی گزر جاتے ہیں سنت کے مطابق ۹ ذی الحجہ کی صبح کو منیٰ سے روانہ ہو کر طریق ضب سے گزرتے ہوئے عرفات کو جاتے ہیں دوپہر تک پہنچ جاتے ہیں عرفات پہاڑوں کے درمیان بہت وسیع میدان ہے۔ جہاں چاہے قیام کرے۔ البتہ مسجد نمرہ سے متصل جانب غرب ایک میدان بطن عرنہ ہے۔ وہ عرفات میں داخل نہیں ہے۔ اس میں ہرگز قیام نہ کریں ورنہ خدانخواستہ وقوف عرفات سے محروم رہیں گے اور حج باطل ہو جائیگا۔ جبل رحمت کے قریب قیام کرنا سب سے افضل ہے عرفات میں جہاں تک ممکن ہو تلبیہ، تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر اور درود کی کثرت رکھے خوب دل بھر کے دعائیں مانگے۔ کہ یہ دن عبادت کے واسطے سب سے افضل ہے۔ ایک لمحہ ضائع نہ ہونے دے۔ وقوفِ عرفات میں کل وقت اللہ کی یاد کے واسطے وقف کر دے۔ خوب یاد کرے۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۰ (۱۲/۲۸) یہاں پہونچنے تک نفس میں خوشکستگی پیدا ہو جانی چاہیئے کہ اللہ کا ذکر سنتے سنتے دل لرزنے لگے۔ تکلیف و راحت کا فرق دل سے نکل جائے۔ صبر میں لذت ملنے لگے۔ نماز میں دل لگے اور باوجود بےسروسامانی فیاضی کا ولولہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سورہ حج میں خوشخبری دیتا ہے۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ

فصل وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ (١٢/١٧)

اذکار وادعیہ میں کوئی تخصیص نہیں حسب دل خواہ پڑھے۔ چاہیے تو یہ پڑھے کہ مسنون ہے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ
الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ادعیہ ماثورہ یہ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ
نُوْرًا وَّفِيْ عَصَبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ لَحْمِيْ نُوْرًا وَّفِيْ دَمِيْ نُوْرًا وَّفِيْ شَعْرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَشَرِيْ
نُوْرًا وَّفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِيْ نُوْرًا۔
دوسری دعا۔ اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ (١١/١٦) وَاَعُوْذُبِكَ
مِنْ شَرِّ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ۔ تیسری دعا۔
اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ بِالْهُدٰى وَنَقِّنِيْ بِالتَّقْوٰى وَاغْفِرْ لِيْ فِي الْاٰخِرَةِ
وَالْاُوْلٰى۔ اور بھی بہت سے ذکر ہیں۔ دعائیں ہیں۔ جو دل کو لگیں پڑھے۔ سہ پہر کو مسجد نمرہ
جائے اور امام کے ساتھ جمع تقدیم کے طور پر نماز ظہر و عصر یکے بعد دیگرے ایک ساتھ
پڑھے۔ اگر مسجد نہ جائے تو اپنی قیام گاہ پر دونوں نمازیں جدا جدا اُن کے اوقات پر
پڑھے۔ جمع تقدیم نہ کرے اس کی تشریح اوپر بھی آچکی ہے جبل رحمت پر جو امام خطبہ پڑھتا ہے
ہوسکے تو قریب جا کر سُنے۔ ورنہ لازم نہیں ہے۔ اور نہ ہر کسی کے واسطے جانا ممکن ہے۔
البتہ غروب آفتاب تک عرفات میں قیام رکھنا واجب ہے۔ اگر قبل غروب آفتاب عرفات کے
حدود سے نکل کر پھر واپس آجائے تو مضائقہ نہیں۔ اگر واپس نہ آئے تو قاعدہ کے
مطابق دم واجب ہوگا۔ یعنی یہ کہ بعد کو بطور کفارہ قربانی کرے۔ بعض حجاج بوجہ عجلت
عرفات آتے ہوئے سنت ترک کر دیتے ہیں۔ منا میں شب کو نہیں ٹھہرتے یا برائے نام
ٹھہرتے ہیں۔ راست عرفات چلے جاتے ہیں۔ بعض بوجہ ناواقفیت واپسی کے وقت
وقوف عرفات میں کوتاہی کرتے ہیں۔ قبل غروب آفتاب چل دیتے ہیں اور بعض کے

فصل ۶ مسائل ہی مختلف ہیں۔ بہر حال جس کا بھی جو مسلک ہو تحقیق اور اطمینان سے ارکان حج ادا کرنے چاہئیں غفلت سے حج کو باطل۔ فاسد۔ یا ناقص نہ کرنا چاہیئے۔

بعد غروب آفتاب اُسی روز ۹ ذی الحجہ کو عرفات سے چل کر مزدلفہ آ جائے۔ واپسی کا دوسرا راستہ مسنون ہے۔ جو طریق مازمین کہلاتا ہے۔ دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ قریب پہنچ کر مزدلفہ میں پا پیادہ داخل ہونا مستحب ہے۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشا کی نماز خواہ امام کے ساتھ مسجد میں خواہ اپنی قیام گاہ پر تنہا یا جماعت کے ساتھ جمع تاخیر کے طریق پر ادا کرے۔ اس کی تفصیل اوپر درج ہو چکی ہے۔ شب کو مزدلفہ میں قیام کرنا سنت ہے۔ یہ شب بعض کے نزدیک شب قدر کے مساوی ہے۔ شب بیداری کی بڑی فضیلت ہے۔ یہاں تلبیہ۔ تسبیح۔ تحمید۔ تہلیل کی خوب کثرت کرے۔ ذکر اذکار استغفار اور درود میں مصروف رہے جو جو دعائیں چاہے مانگے۔ عرفات سے لوٹ کر یہاں ٹھہرنے اور عبادت کرنے کی خاص تاکید ہے۔ فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ عِندَ ٱلْمَشْعَرِ ٱلْحَرَامِ (۹/۲) تمام مزدلفہ مَشْعَرِ الْحَرَامِ میں داخل ہے۔ اور ایک مسجد بھی وہاں اس نام سے مخصوص ہے۔ چاہے تو اس مسجد میں قیام اور شب بیداری کرے۔ مزدلفہ میں ایک کام یہ بھی ہے کہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں جمع کر کے ساتھ رکھ لے۔ منا میں رمی جمار کے وقت یہی کام آتی ہیں۔

۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو مزدلفہ سے چل کر منا آ جاتے ہیں اور یہاں ۱۲ یا ۱۳ ذی الحجہ تک قیام کرتے ہیں۔ پہلے دن بہت مصروفیت رہتی ہے۔ اول جمرۃ العقبہ پر رمی کرنا پھر قربانی کرنا۔ قربانی قارن اور متمتع کے اوپر واجب ہے اور مفرد کے حق میں مستحب ہے فی کس ایک بھیڑ یا دنبہ۔ البتہ سات آدمیوں کے واسطے ایک اونٹ کافی ہے۔ قربانی کی نیت یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ تَقَبَّلْ مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ قربانی سے فارغ ہو کر حلق

فصل یا قصر کرنا۔ پھر اس کے بعد حاجی حلال ہو جاتا ہے یعنی احرام ختم ہو جاتا ہے۔ احرام کے ممنوعات ختم ہو جاتے ہیں۔ چاہے تو غسل کر کے معمولی لباس پہن لے۔ البتہ ابھی احرام کی ایک رکاوٹ باقی رہتی ہے وہ یہ کہ بیوی کی صحبت جائز نہیں ہوتی۔ جتنی کہ اسی روز یا دوسرے روز مکہ معظمہ جا کر طواف زیارت کر آئے۔ طواف زیارت کے بعد یہ ممانعت بھی رفع ہو جاتی ہے بلکہ سچ پوچھئے تو حج پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد صرف چند سنن اور ایک آدھ واجب کی تکمیل رہ جاتی ہے۔ طواف زیارت کے واسطے خواہ اسی روز ۱۰ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ جائے یا دوسرے روز بہر صورت منا واپس آنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ یہاں ۱۲ یا ۱۳ ذی الحجہ تک قیام رہتا ہے۔ ۱۱۔ ۱۲۔ اور ۱۳ ذی الحجہ کو صرف یہ کام رہتا ہے کہ زوال آفتاب کے بعد اور غروب آفتاب سے قبل کسی وقت جا کر جمرۃ الاولےٰ۔ جمرۃ الوسطےٰ اور جمرۃ العقبہ پر یکے بعد دیگرے رمی کر آئے۔ رمی کا مفصل طریق اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی شرعی کام نہیں۔ آرام کرے عبادت کرے۔ چاہے تو ہر صبح اونٹ پر سوار ہو کر مکہ معظمہ ہو آیا کرے۔ اختیار ہے آمد و رفت کے واسطے سواری بکثرت ملتی ہے۔ ارزاں ملتی ہے۔ ۱۲ ذی الحجہ تک قیام ضروری ہے۔ ۱۳ ذی الحجہ کا قیام اختیاری ہے۔ اس کے بعد سب حجاج مکہ معظمہ واپس آجاتے ہیں۔ واپسی کے وقت محصب میں ٹھہرنا اور دعا کرنا سنت ہے۔ مگر کمال سنت یہ ہے کہ ظہر۔ عصر۔ مغرب اور عشا محصب میں پڑھے۔ پھر ذرا لیٹ کر آرام لے اور پھر مکہ میں داخل ہو۔

۸ ذی الحجہ لغایۃ ۱۳ ذی الحجہ۔ چھ روز کا یہ سفر بھی عجیب و غریب ہوتا ہے۔ تجربہ کے بغیر قیاس میں آنا دشوار ہے۔ جہاں دو ڈھائی لاکھ حجاج اور ہزارہا اونٹوں کا عارضی اجتماع ہو وہاں کیا ہجوم ہو گا۔ انتظام کس قدر دشوار ہو گا۔ آمد و رفت میں کس قدر مشکل سے راستہ

فصل ۲

ملتا ہوگا۔ کتنا وسیع کیمپ لگتا ہوگا۔ اور وہ بھی گھنٹوں میں لگتا۔ منٹوں میں اکھڑتا۔ رست و خیز کا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ عرفات میں۔ مزدلفہ میں اور جاتے وقت منا میں چند چند گھنٹہ کا قیام ہے۔ البتہ واپسی پر منا میں تین چار روز قیام ہوتا ہے۔ سو منا میں ایک شہر آباد ہو جاتا ہے۔ اسی دن کے واسطے لوگوں نے وہاں مکان بنا رکھے ہیں۔ خوب دل بھر کرایہ وصول ہوتا ہے۔ معلموں کی معرفت پہلے سے معاملہ ہو جاتا ہے۔ باقی احاطوں میں اور کھلے میدان میں خیمے لگتے ہیں۔ شغدفوں کی لانبی لانبی قطاریں جمتی ہیں۔ ان ہی میں حجاج رہتے ہیں۔ عجیب رونق اور عجب چہل پہل ہوتی ہے۔ خواہ منا ہو۔ مزدلفہ ہو۔ یا عرفات ہو۔ اپنے مقام سے بھٹکنا یا ساتھیوں سے چھوٹنا غضب ہے۔ بہت سے بچھڑے ہوئے حیران و پریشان پھرتے رہتے ہیں۔ اور کچھ پتہ نہیں ملتا۔ احتیاط لازم ہے۔ کھانے کا سامان حجاج ساتھ لاتے ہیں۔ ان مقامات پر بھی دکانات لگتی ہیں۔ سامان بقدر ضرورت مل جاتا ہے۔ اور موقع کے لحاظ سے گرانی بھی کچھ زیادہ نہیں رہتی۔ بڑا سوال پانی کا ہے۔ کنوئیں تو برائے نام ہیں۔ نہر زبیدہ سے پانی ملتا ہے۔ لوگ خود بھی بھر لاتے ہیں۔ زیادہ تر فروخت ہوتا ہے پہلے سے صفائی نہیں کرائی گئی۔ امسال عرفات میں پانی بہت میلا اور گدلا ملا۔ مجبوری کی دوسری بات ہے۔ ورنہ کسی طرح قابل استعمال نہ تھا۔ اس پر بھی فی کنستر فی مشک ایک بلکہ دو روپیہ کے حساب سے فروخت ہو رہا تھا۔ مزدلفہ میں بھی یہی حال تھا۔ البتہ واپسی پر منا میں اچھا ملا۔ قیمت تو یہاں بھی وہی تھی مگر پانی صاف تھا۔ شیریں تھا۔ اول تو غالباً عرفات کے کثیف پانی کا اثر تھا۔ دوسرے منا میں ۱۰ ذی الحجہ کو ہوا بھی سخت گرم چلی۔ اس روز قربانیاں بھی زیادہ ہوئیں۔ اور یہاں کا گوشت تاثیر میں بہت گرم ہے۔ خدا جانے کیا اسباب تھے کہ اس روز منا میں سہ پہر کو بہت سے حاجی جاں بحق ہو گئے۔ کم از کم ۵ ہزار تخمینہ کیا جاتا ہے دوسرے اور تیسرے روز بھی اوسط ہزار ہزار کے اندر رہا۔ گو مجمع ڈھائی لاکھ کے

فصل ۶ قریب تھا۔ تاہم ان اموات سے جابجا کیمپوں میں ہیبت اور سراسیمگی پھیل گئی۔ بہت سے
لوگ اُسی روز شب کو یا اگلے روز مکہ معظمہ چلے آئے۔ منا میں نہ ٹھہر سکے۔ یہاں سے
جا جا کر رمی جمار کر آتے تھے۔ اتنے بڑے مجمع میں خاص کر جب کہ بہت سن رسیدہ اور ضعیف
بلکہ مریض لوگ بھی شریک ہوں۔ کچھ اموات تو بہر صورت ہونا ضرور تھا لیکن چند گھنٹہ میں ایک خاص
تعداد اچانک یہاں بحق ہو گئی۔ اس نے وحشت پھیلا دی۔ منا میں ایک یہ بھی بدانتظامی تھی
کہ قربانی کا کوئی مقام معین نہ تھا۔ لوگوں نے جابجا راستوں میں ادھر اُدھر قربانیاں کر کے
چھوڑ دی تھیں اور وہ پڑی سڑتی رہیں۔ آب و ہوا خراب کرتی رہیں آخر تک اُٹھنے کی نوبت
نہیں آئی۔ غالباً آئندہ سے حسب سابق ذبح مخصوص ہو جائے گا۔ امسال یہ غنیمت تھا کہ جمرات
پر سواری لانے کی اجازت نہ تھی۔ گزشتہ سال عام حجاج کو رمی کرتے وقت سعودیوں کے
اونٹوں سے بہت تکلیف پہنچی تھی۔ امسال وہ کیفیت بہت کم تھی۔ ابتدائی تجربہ ہے۔ ایک آدھ
سال معذرت قبول ہو سکتی ہے۔ حکومت حجاز کو لازم ہے کہ عرفات اور منا میں انتظام
درست کرے۔ ورنہ سخت شکایت پیدا ہوگی اور بددلی پھیلے گی۔ خاص کر پانی کا انتظام
سب سے مقدم ہے۔

مراجعت از عرفات منا سے واپس آ کر مکہ معظمہ میں جتنے روز قیام رہے اس دوران میں
اختیار ہے۔ خواہ طواف نفل کرتا رہے خواہ حل سے احرام باندھ باندھ کر آئے اور
عمرہ کرے۔ مکہ معظمہ سے ۵ یا ۶ میل تنعیم ایک مقام ہے۔ وہاں نماز کے لئے پختہ مسجد ہے۔
غسل اور وضو کے لئے کنواں ہے۔ بالعموم حجاج عمرہ کے واسطے وہاں سے احرام
باندھ آتے ہیں۔ حرم شریف میں خاص کر مقام ابراہیم پر حطیم کے اندر بالخصوص میزاب
رحمت کے نیچے جس قدر نماز پڑھ سکے پڑھے۔ اجابت دعا کے واسطے متعدد اوقات
و مقامات مخصوص ہیں۔ ہر موقع پر دعا کرے۔ ان مواقع کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) داخلہ حرم شریف

کے وقت جب کہ بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑے۔ (۲) حجرِ اسود کے قریب (۳) طواف کی حالت میں۔ (۴) ملتزم پر خاص کر آدھی رات کے وقت۔ (۵) مقام ابراہیم پر خاص کر صبح کے وقت۔ (۶) میزاب رحمت کے نیچے خاص کر صبح کے وقت (۷) زمزم پر خاص کر مغرب کے وقت۔ (۸) سعی کی حالت میں۔ (۹) صفا اور مروہ پر خاص کر عصر کے وقت۔ (۱۰) عرفات میں خاص کر غروب آفتاب کے وقت۔ (۱۱) مزدلفہ میں خاص کر طلوع آفتاب کے وقت۔ فصل

(۱۲) منا میں جمار پر خاص کر طلوع آفتاب کے وقت۔

(۱۳) بیت اللہ شریف کے اندر خاص کر عصر کے وقت واضح ہو کہ ہفتہ میں ایک آدھ روز اوقات معینہ میں بیت اللہ شریف میں داخلی ہوتی ہے۔ مگر حجاج کا ازدحام رہتا ہے اس زمانہ میں داخل ہونا بلا مبالغہ جان پر کھیلنا ہے۔ صرف طاقتور اور مضبوط لوگ ہمت کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں جو لوگ شوال یا اوائل ذیقعدہ میں پہنچ جاتے ہیں یا حج کے بعد ایک آدھ مہینہ قیام کرتے ہیں۔ البتہ ان کو اطمینان سے بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ دروازہ کے سامنے غربی دیوار میں محراب ہے۔ وہاں نفل نماز پڑھتے ہیں۔ سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر میں پہنچ گئے۔ اس سے زیادہ قبولیت کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نصیب کرے۔ داخلہ کے وقت چاہیں تو یہ دعا پڑھیں مسنون ہے۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ (۹/۱۵) لیکن جو لوگ داخلی سے محروم رہیں وہ دل شکستہ نہ ہوں حطیم میں شمالی دیوار سے ملا ہوا چھ سات ہاتھ عریض علاقہ دراصل بیت اللہ شریف میں داخل ہے۔ اور وہاں ہر کوئی آسانی سے جا سکتا ہے۔ اور جاتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے۔ ذکر اذکار کرتا ہے۔ کوئی دشواری نہیں ہے۔

فصل ۷

موقع موقع پر بہت سی ادعیہ ماثورہ اوپر درج ہو چکی ہیں۔ ان کے علاوہ قرآن میں حدیث میں اور اولیاء اللہ کے وظائف میں بہت سی دعائیں موجود ہیں حسب ذوق اور حسب حال یاد کرلیں۔ کوئی تخصیص نہیں ہے۔ چند مزید ادعیہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥ (۳/۸)

(۲) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ٥ (۹/۳)

(۳)۔ رَبَّنَا إِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥ (۱/۳)

(۴)۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (۱۱/۴)

(۵) حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (۱۵/۱۱)۔

(۶)۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ٥ (۵/۱۳)

(۷)۔ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ٥ (۱۵/۱۶)

(۸)۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ٥ (۶/۱۷)

(۹)۔ رَبِّ اِنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (۸/۲۷)

(۱۰)۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ٥ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ

اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ٥ (ترمذی)

فصل ۲

(۱۱) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا کَامِلًا وَّیَقِیْنًا صَادِقًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاکِرًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا حَلَالًا طَیِّبًا وَّتَوْبَۃً نَّصُوْحًا ٥

(۱۲)۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۱۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاتِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥

حصن الحصین مؤلفہ شیخ الاسلام شمس الدین ابوالخیر محمد عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ دعاؤں کا بہترین ذخیرہ ہے۔ اس میں تمام مسنون اور ماثورہ دعائیں جمع کردی ہیں۔ مولانا شاہ محمد معصوم نقشبندی مجددی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے حصن حصین کا خلاصہ مع ترجمہ و فوائد کھف المتین کے نام سے ۱۳۱۴ھ میں مرتب فرمایا اور وہ نہایت خوبی کے ساتھ ۱۳۱۸ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا۔ دعاؤں کا اس سے بہتر انتخاب اور مجموعہ ملنا مشکل ہے۔ اہل ایمان کے واسطے بڑی نعمت ہے۔ علیٰ ہذا مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم دہلوی نے تمام دعائیں اور دعاؤں کے احکام و لوازم سب کو قرآن کریم سے اخذ کرکے نہایت خوبی سے یکجا مرتب کردیا ہے۔ اور ساتھ ہی اُردو ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ اس مجموعہ کا نام ادعیہ قرآن ہے۔ بہت مقبول ہے۔ مولوی بشیر الدین صاحب (بتاسہ گلی۔ دہلی) کے ہاں

فصل ۔ مل سکتا ہے۔

مسائل مستورات | عورتیں بھی مردوں کی طرح حج کے سب مراحل طے کرتی ہیں۔ مگر چند مسائل میں فرق ہے۔ احرام کی حالت میں عورتیں سر نہیں کھولتیں بلکہ چہرہ ڈھکنا اجنبی کے سامنے واجب ہے۔ ورنہ یوں بھی مستحب ہے۔ البتہ چہرہ کو کپڑا لگنا بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس لئے منہ پر سادہ نقاب نہیں ڈالتیں بلکہ کھجور کے پنکھے پر کپڑا چڑھا کر چہرہ کے اوپر لگا لیتی ہیں اور بعض کے نزدیک یہ احتیاط چنداں ضروری نہیں ہے۔ مگر بہر صورت اولیٰ ضرور ہے احرام میں عورتیں سلے کپڑے پہنتی ہیں۔ رنگین کپڑے پہن سکتی ہیں۔ لیکن اگر زعفران یا کسم میں رنگے ہوئے ہوں تو دھو کر پہننا چاہیئے۔ زیور پہن سکتی ہیں۔ دستانے اور موزے پہن سکتی ہیں۔ مگر ترک اولیٰ ہے۔ تلبیہ بلند آواز سے نہیں کہہ سکتیں آہستہ آہستہ کہنا چاہیئے کہ خود ہی سنیں۔ طواف میں رمل اور اصطباغ نہیں کر سکتیں۔ مردوں سے بدن چھونا ممنوع ہے۔ احتیاط لازم ہے۔ ازدہام کی صورت میں دور ہی سے حجر اسود کو استلام کریں۔ قریب جانے کی کوشش نہ کریں۔ دوگانہ طواف بھی کہیں ایک طرف پڑھ لیں۔ ہجوم ہو تو مقام ابراہیم پر نہ پڑھیں۔ سعی میں حتی الوسع مردوں سے الگ رہیں۔ ہجوم کے وقت صفا اور مروہ پر نہ چڑھیں۔ سعی کریں تو میلین کے درمیان بھی اپنی چال چلیں۔ مردوں کی طرح نہ دوڑیں۔ حلق ہرگز نہ کریں بلکہ قصر کر لیں۔

حیض کی حالت میں حج کے سب کام ہو سکتے ہیں۔ مگر طواف نہیں ہو سکتا سعی نہیں ہو سکتی۔ پاک ہونے تک انتظار کرنا لازم ہے۔ اس تاخیر میں شرعاً کوئی جنایت نہیں ہے کوئی کفارہ نہیں ہے۔ البتہ پاک ہونے کے بعد تاخیر کرے تو جنایت عائد ہو جائے گی۔ اگر حیض کی حالت ہے اور روانگی کی جلدی ہے تو عورتوں کو طواف صدر معاف ہے۔ تاہم پاک ہو کر طواف کر کے مکہ سے رخصت ہونا اولیٰ ہے۔ نفاس کے بھی وہی

فصل ۲

مسائل ہیں جو حیض کے بیان ہوئے ہیں۔

جنایات | جنایت۔ کفارہ۔ دم۔ صدقہ ان اصلاحات کی تشریح اوپر درج ہو چکی ہے۔ واضح ہو کہ جان بوجھ کر جنایت کرنا اور یہ سمجھنا کہ مضائقہ نہیں کفارہ دیدیں گے سخت گناہ ہے جنایت عمد کا کفارہ دینے سے گناہ معاف نہیں ہو سکتا اور ایسا حج مبرور نہیں ہوتا البتہ کسی مجبوری یا لاعلمی یا غفلت سے جنایت ہو جائے تو کفارہ سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ گو کفارہ فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ تاہم حتی الوسع جلد ادا کرنا اولیٰ ہے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ حج یا عمرہ میں خدانخواستہ کوئی فرض ترک ہو جائے تو حج ساقط ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر کوئی واجب ترک ہو جائے تو حج باطل نہیں ہوتا فاسد ہو جاتا ہے۔ اور بطور کفارہ دم لینا لازم ہے۔ بعض سنن کے ترک سے بھی حج ناقص ہو جاتا ہے اور بطور کفارہ صدقہ دینا پڑتا ہے۔ یوں تو جنایت کے مسائل بہت تفصیل رکھتے ہیں۔ ذیل میں خاص خاص مسائل اختصار سے درج کرتے ہیں۔

احرام | اول احرام کو لیجئے۔ اگر کوئی آفاقی حرم جانا چاہے اور احرام باندھے بغیر میقات سے آگے بڑھ جائے اس پر دم واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر واپس آکر میقات سے احرام باندھے تو دم ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر واپس نہ آیا بلکہ اندرون میقات کہیں سے احرام باندھا تو دم واجب رہا۔ اگر کسی آفاقی کو حرم تک جانا مقصود نہ ہو بلکہ وہ کسی ضرورت سے صرف حل تک جانا چاہے تو اس کو میقات پر احرام باندھنا ضرور نہیں بغیر احرام حل میں داخل ہو سکتا ہے۔ مثلاً کوئی بمبئی سے صرف جدہ تک جائے تو بدوں احرام جانا جائز ہے۔ وہاں رہنے کے بعد وہ بھی میقاتیوں کے حکم میں آجائے گا۔ مثلاً اگر کسی ضرورت سے مکہ معظمہ کو جائے تو بغیر احرام جانا اس کو درست ہو گا۔ اور اگر حج کرنا چاہے تو میقاتیوں کی طرح وہ بھی حل میں احرام باندھ لے گا۔

فصل ۶ اس کو میقات پر جانا ضرور نہیں۔ احرام میں عورتوں کو سلا کپڑا جائز ہے۔ اور مرد بھی بحالتِ مجبوری سلا کپڑا استعمال کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اس کو بے قاعدہ طور پر استعمال کریں لیکن اگر مرد سلا ہوا کپڑا باقاعدہ طور سے پہنیں تو جنایت عاید ہوگی۔ تمام دن یا تمام رات اس سے زیادہ پہننے کا کفارہ دم ہے۔ اس سے کم عرصہ ہو تو صدقہ دے۔ اور اگر ایک گھنٹہ سے بھی کم ہو تو یکمشت گندم صدقہ دینا کافی ہے۔ علی ہذا عورتوں کو سر اور چہرہ ڈھکنے کی اجازت ہے لیکن مرد سر یا چہرہ نہیں ڈھک سکتے اگر ڈھکیں تو اس کے کفارہ کا بھی وہی قاعدہ ہے جو سلا کپڑا پہننے کا اوپر بیان ہوا۔ کم از کم چوتھائی سر یا چہرہ ڈھکنا بھی سارا سر یا چہرہ ڈھکنے کے برابر ہے۔ اس مسئلہ میں خواب اور بیداری مساوی ہے۔ بال مونڈنے اور تراشنے بھی جنایت میں داخل ہیں۔ کم از کم چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی تک دم واجب ہے۔ اس سے کم کے واسطے صدقہ واجب ہے۔ باقی سب اعضا میں پورے عضو کے مونڈنے سے دم واجب ہوتا ہے۔ اگر پورا نہ ہو گرچہ اکثر ہی ہو تو صدقہ واجب ہوگا۔ کسی وقت دو تین بال اکھاڑے تو فی بال یک مشت گندم صدقہ دے۔ تین بال سے زیادہ ہوں تو پورا صدقہ واجب ہوگا۔ ناخن تراشنے کی بھی ممانعت ہے۔ اگر کم از کم ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے بھی کل پانچ ناخن ایک مجلس میں تراشے تو دم واجب ہوگا۔ اگر کسی ہاتھ پیر یا چاروں ہاتھ پیر کے زیادہ سے زیادہ چار چار ناخن تراشے پورے پانچ نہ تراشے تو فی ناخن ایک صدقہ دینا واجب ہوگا۔ حالت احرام میں جاندار مخلوق کو بھی مارنے کی ممانعت ہے۔ حتیٰ کہ جوئیں بھی مارے یا پکڑ کر پھینک دے یا کپڑا دھوپ یا گرم پانی میں ڈالے کہ جوئیں مر جائیں تو تین جوں تک کفارہ یک مشت گندم ہے۔ اور تین سے زیادہ کے واسطے صدقہ واجب ہے۔ البتہ جملہ زہریلے اور موذی جانور اور نیز وحشی جانور جو حملہ آور ہوں اور بغیر قتل مدافعت ممکن نہ ہو ان

فصل۱

سب کو مار ڈالنے میں مضائقہ نہیں۔ اجازت ہے۔

متمتع کا احرام معتمر کی طرح بعد عمرہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور بعد کو وہ مفرد کی طرح حج کا احرام باندھتا ہے۔ لیکن قارن شروع سے دو احرام میں رہتا ہے۔ ایک عمرہ کا اور دوسرا حج کا۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد بھی متمتع کی طرح قارن کا احرام ختم نہیں ہوتا بلکہ قایم رہتا ہے۔ حتیٰ کہ حج کا احرام ۱۰ ذی الحجہ کو حلق کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ محرم حلال ہو جاتا ہے۔ البتہ طواف زیارت تک بیوی کے حق میں حلال نہیں ہو سکتا۔ طواف زیارت کے بعد بیوی کی مباشرت بھی جائز ہو جاتی ہے۔ اس صراحت کا منشا یہ تھا کہ جنایات احرام میں معتمر متمتع اور مفرد کو صرف ایک کفارہ دینا پڑتا ہے۔ لیکن قارن چوں کہ دو احرام میں رہتا ہے اس کو جنایات احرام کا کفارہ بھی دو چند دینا پڑتا ہے۔ البتہ احرام کے علاوہ باقی جنایات میں وہ بھی سب کی طرح ایک ہی کفارہ دیتا ہے۔ اور بغیر احرام میقات سے تجاوز کرنے کا بھی سب کے واسطے یکساں ایک دم واجب ہے۔ قارن پر دو دم واجب نہیں ہوتے۔

حدود حرم کے اندر درخت پودے۔ گھاس پات۔ یہ سب اکھاڑنے اور کاٹنے کی عام طور سے ممانعت ہے۔ صرف خاص صورتوں میں خاص شرائط کے ساتھ اجازت ہے۔ البتہ خیمہ لگانے۔ چولھا کھودنے یا چلنے پھرنے میں گھاس پودے اکھڑیں یا ٹوٹیں تو مضائقہ نہیں۔

احرام اور حرم کے چند ضروری جنایات بیان ہوئے۔ اب طواف کو لیجئے۔ طوافِ عمرہ۔ طواف قدوم۔ طواف زیارت اور طوافِ صدر۔ بحالت حیض ونفاس یا بحالت جنابت کرے تو دم واجب ہوتا ہے۔ طواف زیارت کا دم اس صورت میں سالم گائے یا اونٹ ہے۔ اور باقی تین طواف کا دم بھیڑ یا دنبہ ہے۔ لیکن طواف عمرہ اور طواف زیارت اگر صرف بے وضو کرے تو بھی بھیڑ یا دنبہ کا دم واجب ہوگا۔ البتہ اگر

فصل ۶ طواف قدوم یا طواف صدر بے وضو کرے تو صدقہ دینا کافی ہے۔ جو طواف حیض و نفاس یا جنابت کی حالت میں کیا جائے۔ اعادہ اس کا واجب ہے۔ اور جو بے وضو کیا جائے اعادہ اس کا مستحب ہے۔ اگر اعادہ کر لیا جائے تو جنابت رفع ہو کر کفارہ ساقط ہو جائیگا دم یا صدقہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ طواف زیارت کو ایام نحر میں ادا کرنا واجب ہے بصورت تاخیر دم واجب ہوگا۔ یہ طواف فرض ہے۔ اس کے بغیر حج باطل ہے۔ یہ طواف مدت العمر کبھی ساقط نہیں ہوتا۔ یوں تو ۱۰ ذی الحجہ کو حلق کے بعد محرم حلال ہو جاتا ہے۔ لیکن جب تک طواف زیارت نہ کرے بیوی کے حق میں حلال نہیں ہوتا۔ اگر قبل طواف زیارت بیوی کے ساتھ مباشرت کرے تو ہر مرتبہ مفرد اور متمتع ایک دم دے اور قارن دو دو دم دے۔ اور ایسی جرأت کرنا بجائے خود بھی گناہ ہے۔

جیسا کہ اوپر وقوف عرفات کے سلسلہ میں ذکر آ چکا ہے۔ اگر کوئی عرفات سے قبل غروب آفتاب نکل آئے خواہ عذر کچھ ہی کیوں نہ ہو دم واجب ہوگا۔ البتہ قبل غروب ہی واپس آ جائے تو دم ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر واپس نہ آئے یا بعد غروب واپس آئے تو دم واجب رہے گا۔ علیٰ ہذا عرفات کی واپسی میں مزدلفہ پر تھوڑا بہت قیام واجب ہے۔ اگر قیام بالکل ترک کر دے تو دم واجب ہوگا۔ منیٰ میں رمی جمار واجب ہے اگر کوئی رمی ترک ہو جائے یا کئی رمی ترک ہو جائیں یا اکثر کنکریاں کسی ایک رمی یا کئی رمی میں کم رہیں تو دم واجب ہوگا۔ اگر رمی میں منجملہ سات کے صرف دو تین کنکریاں کم رہ جائیں تو ہر کنکری کے بدلے صدقہ دینا واجب ہے۔ حلق یا قصر بھی واجب ہے۔ البتہ عورت صرف قصر کرے۔ حلق حرام ہے۔ اگر حج یا عمرہ میں حرم سے باہر حلق یا قصر کرے تو دم دے اور نیز حج میں ایام نحر کے بعد حلق یا قصر کرے تو بھی دم دے۔ اگر حج میں حلق یا قصر سے پہلے بی بی سے مباشرت کرے تو سالم گائے یا اونٹ دم دے۔ ذبح کرنا قارن اور متمتع پر

فصل۶

واجب ہے۔ البتہ مفرد کے واسطے واجب نہیں صرف مستحب ہے۔ ایام نحر میں ذبح کرنا چاہیئے۔ اگر پہلے کرے گا تو معتبر نہ ہوگا۔ اور اگر ایام نحر کے بعد کرے گا تو معتبر ہوگا۔ لیکن دم تاخیر واجب ہوگا۔ گرچہ منا کی تخصیص نہیں۔ تاہم حرم کے اندر ذبح کرنا چاہیئے۔ حرم سے باہر معتبر نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ دسویں ذی الحجہ کو حج کے چار نسک ادا ہوتے ہیں اول رمی۔ پھر ذبح۔ پھر حلق اور پھر طواف زیارت کہ وہ اس روز افضل ہے۔ چاروں نسک میں طواف زیارت سب سے مؤخر کرنا سنت ہے۔ لیکن سب سے پہلے یا درمیان میں کرے تو بھی جائز ہے۔ البتہ مکروہ ضرور ہے۔ رہے باقی تین نسک یعنی رمی۔ ذبح اور حلق۔ سو قارن اور متمتع کو مندرجہ بالا ترتیب واجب ہے۔ اور مفرد کو صرف رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے کیوں کہ ذبح اس پر واجب نہیں ہے۔ پس اگر اس ترتیب میں تقدیم تاخیر کی جائے تو دم جنایت واجب ہوگا اس لئے ترتیب ملحوظ رکھنا واجب ہے۔

جو حجاج مسافر ہیں خواہ وہ غنی ہوں دم قران اور دم تمتع کے سوا ان پر کوئی قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن جو بسبب اقامتِ مکہ مسافر نہ رہے ہوں بلکہ مقیم بن گئے ہوں اور غنی بھی ہوں تو ان پر عام اہل استطاعت کی طرح اضحیہ بھی واجب ہے۔

حصار | اگر کوئی شخص احرام باندھنے کے بعد کسی لاعلاج مجبوری مثلاً شدت مرض وغیرہ کی وجہ سے معذور ہو جائے تو اس معذوری کو حِصَار اور اس محرم کو محصر کہتے ہیں۔ اگر یہ محصر متمتع یا مفرد یا معتمر ہے تو ایک دم یا قیمت دم کی دے کر کسی کو بھیجے کہ وہ شخص حرم میں جا کر ذبح کرے۔ ذبح کے بعد محرم حلال ہو جاتا ہے۔ اگر محصر قارن ہے تو دو دم یا دو کی قیمت بھیج کر اسی طرح ذبح کرائے۔ اور حلال ہو جائے۔ اس ذبح کو دم حصار کہتے ہیں۔ اگر ذبح حرم کے بجائے غلطی سے حل میں ہو جائے یا ذبح سے قبل محرم غلطی سے حلال ہو جائے تو دم جنایت واجب ہوگا۔

فصل جو محصر اس طرح حرم میں ذبح کرا کر حلال ہو لیتا ہے۔ اس کے ذمہ عمرہ یا حج جس کا احرام باندھا تھا خواہ حج نفل ہی کیوں نہ ہو قضا واجب رہتا ہے۔ اگر مکہ پہنچ کر اس طرح محصر ہو جائے اور وقوف عرفات سے عاجز ہو تو اس کا حج بہر صورت فوت ہو گیا۔ آئندہ سال قضا واجب ہے۔ اب اگر وہ مفرد ہے تو طواف سعی اور حلق کر کے حلال ہو جائے اگر قارن ہے تو اول عمرہ کر کے پھر مزید طواف سعی اور حلق کر کے حلال ہو جائے اگر متمتع ہے تو صرف عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔ اور اگر وقوف عرفات کے بعد محصر ہو کہ طواف زیارت سے معذور ہو تو ۱۰ ذی الحجہ کو منا میں ذبح اور حلق کر کے حلال ہو جائے۔ البتہ بیوی کے حق میں حلال نہ ہو گا جب تک طواف زیارت نہ کرے۔ اور یہ طواف یوں بھی فرض ہے۔ جب تک ادا نہ ہو حج کامل نہیں ہوتا گو یا اس کے بغیر حج ساقط ہے لیکن طواف زیارت کا کوئی وقت محدود نہیں ہے۔ البتہ ایام نحر کے بعد کرنے میں ایک دم واجب ہو جاتا ہے۔ جب ہو سکے طواف زیارت کر کے اپنا حج پورا کرے۔ طواف زیارت میں نیابت نہیں ہوتی جب بن پڑے خود کرنا فرض ہے۔ البتہ اگر وقوف عرفات کے بعد ہی مر جائے اور وصیت کر جائے کہ میرا حج پورا کر دیجیو تو ایک اونٹ یا گائے ذبح کرنا واجب ہے حج پورا ہو جائے گا۔ اور اگر سچ پوچھئے تو اللہ تعالیٰ بڑا ذرہ نواز ہے۔ جب حاجی حج کی نیت سے گھر سے نکلتا ہے اس کا حج شروع ہو جاتا ہے۔ اگر کسی نوبت پر مر جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا بعید ہے کہ اس کی نیت کو عمل کے بدلے قبول کرے۔ اور اس کا حج ادا ہو جائے۔ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم

حج بدل | حج کی عام شکل تو یہ ہے کہ خود جا کر ادا کرے۔ چنانچہ اس کے احکام و مسائل اوپر بیان ہوئے۔ لیکن بعض صورتوں میں دوسرے کے ذریعہ سے بھی حج ادا کر سکتے ہیں اس کو حج عن الغیر یا حج بدل کہتے ہیں۔ اس کے مسائل بھی خاص ہیں۔ ذیل میں

فصل

مناسک حج سے ضروری اقتباس پیش کرتے ہیں۔

(۱) عمرہ اور حج نیابتہً بھی ہوسکتا ہے۔ کہ کوئی کسی کی طرف سے ادا کردے۔ سو عمرہ میں اور حج نفل میں تو نیابت کے واسطے کوئی شرط نہیں جو کوئی جس کی طرف سے جب چاہے ادا کردے۔ البتہ ادا کرنے والے میں اہلیت ضروری ہے کہ مسلمان بالغ اور عاقل ہو۔ مناسک اچھی طرح ادا کرسکے۔ البتہ حج فرض کے واسطے چند شرائط ہیں۔ ان کی تکمیل کے بغیر حج فرض نیابت سے ادا نہیں ہوسکتا وہ درج ذیل ہیں۔

(۲) جو شخص دوسرے کے ذریعہ سے نیابتہً اپنا حج کرائے۔ اول خود اس پر حج فرض ہوچکا ہو۔ اور وہ فرض ہونے کے بعد جانے سے معذور ہوجائے۔ اور تا مرگ معذور رہی رہے۔ پس اگر کسی نے حج فرض ہونے سے قبل کسی کے ذریعہ سے کرایا۔ اور بعد کو حج فرض ہوا تو یہ فرض اس کے ذمہ رہے گا۔ اور پہلا حج نفل شمار ہوگا۔ علیٰ ہذا اگر فرض ہونے کے بعد معذور ہونے سے قبل حج کرا دیا اور پھر معذور ہوا تو حج فرض ادا نہیں ہوا۔ پہلا حج نفل شمار ہوگا اور حج فرض پھر کرانا واجب ہے۔ جس عذر کے سبب معذور ہوکر حج کرایا اگر وہ عذر ایسا ہے کہ اس کے رفع ہوجانے کی توقع ہوسکتی ہے۔ مثلاً شدید مرض اور حج کرانے کے بعد وہ عذر رفع ہوجائے تو حج فرض اس کے ذمہ رہے گا۔ خود ادا کرنا واجب ہے۔ جو حج دوران علالت میں کرایا وہ نفل شمار ہوگا۔ اور اگر ایسا عذر تھا کہ بظاہر اس کے رفع ہونے کی کوئی توقع نہیں ہوسکتی۔ مثلاً کوڑھی اور حج کرانے کے بعد قدرت الٰہی سے وہ عذر رفع ہوجائے تو حج فرض ادا ہوگیا۔ اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳) جو کوئی شخص معذور ہو اور اپنا حج نیابتہً کرانا چاہے تو وہ دوسرے شخص کو حج کے واسطے مامور کرے۔ اور اس کو بقدر ضرورت سفر خرچ دے

فصل اور وہ شخص اس کی طرف سے اور اس کے خرچ سے حج ادا کرے۔ اور اگر کسی نے مرتے وقت حج ادا کرانے کی وصیت کی تو اس کے وارث یا وصی اس طرح دوسرے کو مامور کرکے اور سفرخرچ دے کر حج کرا دیں۔ پس اگر کوئی شخص کسی زندہ معذور کی طرف سے بدون امر کے بطور خود حج کردے تو اس زندہ کا حج فرض ادا نہ ہوگا۔ وہ حج اس کے حق میں نفل شمار ہوگا۔ اور مردہ بھی اگر وصیت کر مرا ہے تو بغیر امر وارث یا امر وصی کے مردے کا حج فرض ادا نہ ہوگا۔ البتہ اگر مردہ نے وصیت نہ کی اور اس کے وارث نے شرعاً خود اس کی طرف سے حج ادا کر دیا یا کرا دیا تو مردہ کا حج فرض ادا ہو جائے گا۔ انشاءاللہ

(۴) آمر کو چاہیے کہ سفرخرچ کے واسطے کافی رقم مامور کو دے کہ وہ بطریق معمول سفر کرے۔ تبرع کرے اگر رقم سراسر ناکافی ہے اور مامور کسی دوسری رقم سے اخراجات پورے کرے تو آمر کا حج ادا نہ ہوگا۔ البتہ مامور اپنے طور پر بلا کسی خاص ضرورت کے کچھ رقم اپنے پاس سے صرف کرے تو مضائقہ نہیں علیٰ ہٰذا مامور پورے اخراجات آمر سے لے لیکن حج کی اجرت لینا درست نہیں ہے۔

(۵) جو شخص نیابۃً حج کرنے کے واسطے مامور کیا جائے وہ حج کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ بالغ ہو۔ عاقل ہو۔ توانا تندرست ہو۔ اگر پڑھا لکھا ہو۔ عابد زاہد ہو۔ اور تجربہ کار ہو۔ مسائل اور طریق حج سے واقف ہو تو سبحان اللہ جس شخص نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو وہ اگر دوسرے کی طرف سے نیابۃً حج کرے تو آمر کا حج ادا ہو جاتا ہے۔ تاہم مکروہ ہے۔

(۶) افضل یہ ہے کہ آمر کے وطن سے حج کرایا جائے۔ اور اگر رقم میں

اتنی گنجائش نہ ہو تو آمر کے میقات سے بھی حج کرایا جا سکتا ہے۔ فصل ۶

(۷) جو شخص مامور کیا جائے وہ احرام باندھتے وقت حج آمر کی نیت کرے اور ہر نیت میں آمر کی نیابۃ کا خیال رکھے۔ قلب میں نیت کرلینا کافی ہے۔ اگر نیابت آمر کی نیت نہ کرے تو حج آمر ادا نہ ہوگا۔ اور وہ حج خود مامور کا شمار ہوگا۔ ایسی صورت میں مامور کو دیانتاً آمر کا خرچ واپس کردینا لازم ہے۔ البتہ اگر مامور حج آمر ادا کرنے کے بعد اپنی طرف سے عمرہ کرے تو درست ہے اس سے دیانت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(۸) مامور پر واجب ہے کہ خود ہی جا کر حج کرے۔ دوسرے سے نہیں کرا سکتا اگر راہ میں بیمار پڑ گیا اور دوسرے کو اپنی طرف سے بھیج دیا تو حج ادا نہ ہوگا۔ لیکن آمر نے ایسی اجازت صراحتاً دے دی ہو یا مامور کی مرضی پر چھوڑ دیا ہو تو البتہ مضائقہ نہیں۔

(۹) حج کا احرام آمر کے میقات سے باندھنا واجب ہے۔ پس حج عن الغیر کی صورت میں حج افراد ہو سکتا ہے۔ یا حج قران کہ ان دونوں صورتوں میں حج کا احرام میقات سے باندھتے ہیں۔ حج تمتع نہیں ہو سکتا کہ اس میں صرف عمرہ کا احرام میقات پہ باندھتے ہیں۔ اور حج کا احرام بعد عمرہ میقات کے بجائے حرم سے باندھتے ہیں آمر کے حکم کا اتباع ضروری ہے۔ اگر افراد کا حکم ہو تو افراد کرے۔ قران کا حکم ہو تو قران کرے۔ تمتع کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر تمتع کرے تو وہ مامور کا حج شمار ہوگا۔ آمر کا نہ ہوگا۔

(۱۰) اگر کسی نے کسی کو حج کر دینے کا امر کیا اور اس نے دوسرے یا تیسرے سال حج ادا کیا اس سال نہ کیا تو کچھ مضائقہ نہیں حج آمر کا ہو جائے گا۔ اگر مامور سے

فصل ۹ حج فوت ہو گیا بہ سبب تقصیر مامور کے تو اس پر واجب ہے کہ یا تو اپنے پاس سے رقم واپس کردے یا اپنے خرچ سے آئندہ آمر کی طرف سے حج کرے آمر کا حج ادا ہو جائیگا لیکن اگر حج فوت ہونے میں مامور کی کچھ تقصیر نہ ہو تو آمر کو رقم واپس کرنے کی ضرورت نہیں اور آئندہ سال بھی وہ اگر حج کرے گا تو آمر کے خرچ سے کرے گا۔ خود بار اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جنایات کا کفارہ مامور کو اپنے پاس سے دینا ہوگا۔ لیکن اگر آمر سے اس کی بھی اجازت حاصل کرلی ہو تو دوسری بات ہے۔

حجاج کو جس واقفیت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ حج کے احکام ومسائل اور طور طریق ہیں۔ ناواقفیت کی صورت میں خدانخواستہ حج باطل یا فاسد یا ناقص ہونے کا احتمال ہے۔ فقہ شریف کی بیسیوں کتابوں میں حج کی تفصیل درج ہے۔ لیکن حجاج کو بالعموم نہ اتنی مہلت ہے اور نہ اس قدر دسترس کہ خود تحقیق کریں۔ حج کے بہت سے سفرناموں میں تو مسائل برائے نام درج رہتے ہیں اور بعض میں تفصیل بھی ملتی ہے۔ تو کافی صاف اور صریح نہیں ملتی۔ ناواقف حجاج کو ضرور سرگردانی ہوتی ہے۔ خاطر خواہ عبور حاصل نہیں ہوتا۔ اس سفرنامہ میں بنظر رفاہ عام حتی الوسع حج کے متعلق تمام شرعی معلومات فراہم کردی ہے۔ جو مذہب حنفی کے مطابق ہے۔ دیگر مذاہب کے واسطے بھی بہت سی معلومات مشترک ہے۔ اپنی بے بضاعتی تو بہرصورت تسلیم ہے۔ اگر احکام و مسائل میں کہیں غلطی رہ گئی ہو تو اللہ تعالےٰ معاف فرمائے۔ پتہ چلنے پر فوراً تصحیح کردی جائے گی۔ تاہم وضاحت صراحت کی پوری کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ ناواقف حجاج کو انشاء اللہ تعالیٰ سمجھنے میں نسبتاً بہت سہولت ہوگی۔ خاص کر مناسک کی ترتیب و تفہیم بالکل جدید ہے ○

فصل ۶

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

دیگر زیارات مکہ مکرمہ | اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ حج خاطر خواہ شرح وبسط سے بیان ہوگیا مکہ معظمہ میں کچھ خاص زیارات بھی ہیں مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

(۲) مولد النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔ اَللّٰہُ اَکْبَر اس مکان کی بھی کیا عظمت ہوگی جہاں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ تولد ہوئے۔ یہ مکان ہمیشہ سے محفوظ چلا آتا تھا۔ اور خوب آراستہ رہتا تھا۔ حجاج جوق جوق زیارت کرتے تھے۔ سعودیوں کا جوش وحشت دیکھئے کہ آتے ہی پہلے سال اس کو مسمار کردیا۔ آج وہاں افتادہ زمین پر اونٹ بندھتے ہیں۔ کیسی بے ادبی ہے۔ بدنصیبی ہے۔

(۳) مولد فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا۔ یہی وہ مکان تھا جس میں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ساتھ قیام فرما رہے۔ اس میں حضرت سیدہ تولد ہوئیں۔ باقی صاحبزادے صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ یہ مکان بھی محفوظ تھا۔ زیارت گاہ تھا۔ مولد النبی کی طرح اس کو بھی سعودیوں نے مٹادیا۔ خالی زمین پڑی ہے۔

(۴) دار ارقم مخزومی۔ یہ وہ مکان تھا جہاں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ آغاز تبلیغ میں طالبین کو خلوت میں اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ اس مکان میں حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مشرف باسلام ہوئے۔ ان سے مسلمانوں کی تعداد چالیس پوری ہوگئی۔ اور انھیں کے مشورہ بلکہ اصرار سے مسلمانوں نے علانیہ نماز پڑھنی شروع کی۔ اور کفار بوجہ رعب کے کچھ مزاحمت نہ کرسکے۔ یہ مکان بھی محفوظ تھا

خدا جانے اس میں حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے کتنی نمازیں پڑھی ہوں گی۔ لیکن سُنا کہ یہ بھی سعودیوں کی دست درازی سے محفوظ نہ رہ سکا۔ وحشت کی حد ہو گئی۔

(۴) علیٰ ہذا خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کے قدیم مکانات کے مقامات بہت تجسس سے معلوم ہوتے ہیں لیکن لوگ مقامات متبرکہ اور آثار قدیمہ کی نشاں دہی کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ شاید حکومت کی طرف سے سرزنش کا خوف ہو۔

(۵) - جنت المعلیٰ قدیم قبرستان ہے۔ مکہ معظمہ سے ملا ہوا ہے۔ سڑک کے اِدھر اُدھر دو پختہ احاطے ہیں۔ جو احاطہ پہاڑی سے ملا ہوا ہے۔ اس میں اندر کو پہاڑی کے دامن میں حضرت خدیجۃ الکبرےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار مبارک ہے۔ اور صحابہ کے مزارات ہیں۔ تعجب ہے کہ جس طرح مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے تمام مزارات کو مٹا دیا۔ یہاں وہ حرکت نہ کی۔ صرف گنبد گرا دیئے۔ لیکن قبروں کے چبوترے اور احاطے برقرار رکھے۔ حج کے زمانہ میں شہرت تھی کہ جنت المعلیٰ پر فوج کا پہرہ بیٹھا ہوا ہے۔ کسی کو پاس تک نہیں جانے دیتے۔ ہم بھی فاتحہ کے واسطے گئے تو دیکھا کہ پہلے احاطہ میں تو کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ البتہ دوسرے احاطہ میں جو پہاڑی سے ملحق ہے۔ پھاٹک پر سپاہی موجود تھے۔ ہم کو بھی اندر جانے سے روکا اور وجہ یہ بتائی اور ہم نے خود بھی دیکھا کہ احاطہ میں نجدیوں کا ایک بڑا قافلہ اُترا ہوا تھا۔ صدہا اونٹ تھے۔ قبرستانوں کے سوا اور بہت سی جگہ اس کے قافلہ کو مل سکتی تھی۔ لیکن شاید یہ جتانا مقصود ہو کہ وہ قبرستانوں کا کوئی احترام نہیں کرتے۔ سپاہیوں نے یہ مشورہ دیا کہ پھاٹک ہی پر فاتحہ پڑھ لی جائے۔ اندر جانے میں اندیشہ ہے کہ نجدی لوگ کچھ شرارت کریں۔ دست و گریباں

ہو جائیں - بالکل بے قابو ہیں - البتّہ قافلہ اٹھ جانے کے بعد احاطہ کے اندر جانے میں کوئی روک ٹوک نہ رہے گی - سپاہیوں کا عذر معقول معلوم ہوا ہم نے بھی کوئی حجّت نہ کی - پھاٹک پر سے فاتحہ پڑھ کر چلے آئے۔

مکہ معظمہ کے قرب و جوار میں کئی متبرّک تاریخی مقامات ہیں - سب سے قریب کوہ ابو قبیس ہے - اسی کو فاران بھی کہتے ہیں - بلند پہاڑ ہے آمد و رفت کے واسطے راستہ موجود ہے - یہاں سے تمام شہر پیش نظر ہو جاتا ہے - خوب سیر ہوتی ہے - اس پہاڑ کی ایک چوٹی پر معجزہ شق القمر صادر ہوا تھا - یہاں ایک مسجد بھی ہے - مسجد بلال کہلاتی ہے - روایت ہے کہ فتح مکہ کے بعد اول حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے یہاں کھڑے ہو کر اذان دی تھی - کوہ حرا مکّہ معظمہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے - پہاڑ پر ایک گنبد نما چوٹی ہے - خوب بلند نظر آتی ہے - عام لوگوں کے واسطے یہی اس کی شناخت ہے - دامان کوہ تک سوار ہو کر جا سکتے ہیں - اس کے بعد پیدل چڑھائی ہے - کم زور لوگ اس کی ہمّت نہیں کر سکتے - چوٹی پر وہ مبارک غارِ حرا ہے جہاں قبل بعثت حضور انور صَلّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلّمَ تنہائی میں کئی سال تک عبادت فرماتے رہے - اور وہیں خلوت میں سب سے اول وحی نازل ہوئی - یہ بہت ہی پُر فضا مقام ہے - چاروں طرف بیسیوں میل تک منظر صاف ہے - غارِ حرا کیا ہے پتھروں کی ایک چھوٹی سی قدرتی کوٹھری ہے - خوب روشن ہوا دار ہے - حجاج ہمت کر کے جاتے ہیں - مکّہ کے جنوب میں قریب ہی یمن کے راستہ پر کوہ ثور واقع ہے - اس میں وہ غار ہے جہاں حضور انور صَلّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلّمَ اور حضرت ابو بکر الصدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے ہجرت کے موقع پر

فصل ۶

تین شبانہ روز قیام فرمایا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ فصل ۲

حج کے سلسلہ میں جو کچھ بیان ہوا قرآن و حدیث سے اخذ ہوا ہے۔ تاہم خطا و نسیان انسانی خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے معاف فرمائے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا (بقرہ) بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۝

فصل ہفتم

حجاز تا ہند

"پھرتی سواری"

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ حج و زیارات سے فراغت حاصل ہوئی۔ بخیر و خوبی واپسی کا سفر شروع ہوا۔ مکہ معظمہ سے حجاج بکثرت جدہ کو چل پڑے۔ اونٹ مشکل سے ملتے تھے۔ موٹر کار کا معاملہ اور بھی دشوار تھا۔ بڑی کوشش درکار تھی۔ یک انار و صد بیمار کی کیفیت نظر آتی تھی۔ سرکاری طور پر کرایہ فی اونٹ ایک گنی (انگریزی اشرفی) اور موٹر کار میں فی کس ایک گنی ایک مجیدی مقرر تھا۔ چونکہ اونٹ پر دو آدمی سوار ہوتے ہیں اس لیئے حساب سے موٹر کار کا کرایہ دو چند سے کچھ زیادہ تھا۔ لیکن جب مسافروں کی ایسی کثرت ہو تو کس طرح کرایہ سرکاری شرح پر قایم رہ سکتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ موٹر کار والے عام لوگوں سے تو سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے تھے۔ البتہ اگر کوئی واقف کار ساتھ ہوا تو بات چیت کرتے تھے۔ بالعموم کرایہ اس ہلڑ کے زمانہ میں فی کس دو گنی تھا یعنی مقررہ شرح سے تقریباً دو چند۔ مگر اس ترکیب سے کہ ایک گنی ایک مجیدی تو کرایہ اور باقی انعام یا بخشش۔ اچھی بخشش تھی۔ اصل کرایہ کے مساوی۔ مگر صاحب استطاعت جو جلد جانا چاہتے تھے۔ اور آرام سے جانا چاہتے تھے۔ بخوشی کرایہ بڑھا دیتے تھے۔ جو حجت کرتے رہ جاتے۔ پچھتاتے تھے۔ ہم نے تو ایک سالم موٹر کار کرایہ کر لیا۔ اور آرام سے ٹھیک دو گھنٹہ میں جدہ پہنچ گئے۔ البتہ وزنی سامان دو روز بعد اونٹ پر پہونچا۔ اور محفوظ پہونچا۔

فصل ۲

وکیل جدہ میں کل روانگی کا انتظام چند وکیلوں کے ہاتھ میں ہے۔ مکہ معظمہ میں جس قدر معلم ہیں وہ جدہ میں کسی نہ کسی وکیل سے معاملہ رکھتے ہیں اور ہر معلم کے حجاج اسی کے وکیل کے ہاں اُترتے ہیں۔ وہی وکیل اُن کے سفر کا کل انتظام کرتا ہے۔ حجاج بطور خود کچھ نہیں کرسکتے وکیل کا واسطہ بہر صورت ناگزیر ہے۔ جدہ میں ہمارے وکیل خالد بسیونی تھے۔ بہت ہوشیار مستعد اور ذی اثر ہیں۔ کرنا چاہیں تو حجاج کے واسطے بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ کچھ ان ہی پر منحصر نہیں عام طور پر جدہ کے وکیل سخت مزاج مشہور ہیں۔ اور اس کی کچھ اصلیت ضرور ہے لیکن جب یہ پیش نظر رکھا جائے کہ ان کو ہزارہا حجاج سے روزانہ سابقہ پڑتا ہے اور حجاج میں بھی مزاج مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ تو اس شکایت کی کسی حد تک توجیہ ہوجاتی ہے۔ بہرحال صبح سے شام تک صدہا حجاج وکیلوں کو گھیرے رہتے ہیں۔ رقمی معاملات الگ۔ انتظامی معاملات الگ۔ زق زق بق بق۔ درد سری کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہی لوگ کچھ عادی ہیں۔ ورنہ چار دن میں دماغ خالی ہوجائے خفقان ہوجائے۔ حج کے زمانہ میں ان کے اوقات قابل دید رہتے ہیں۔

واپسی کا ٹکٹ بہرحال ہم خالد بسیونی کے ہاں اُترے۔ وہی ہمارے وکیل تھے۔ ان کے ساتھ جاکر منشی احسان اللہ صاحب سے ملے۔ یہ برٹش کونسل کے دفتر میں رجسٹرار ہیں۔ انجمن محافظ حجاج کے معتمد ہیں۔ وکیل لوگ بھی اِن ہی کی معرفت ٹکٹ حاصل کرتے ہیں۔ خلیق اور ملنسار ہیں۔ حج کے زمانہ میں ان کو بھی حجاج کے انتظامات سے دم لینے کی مہلت نہیں ملتی۔ صبح سے شام تک ان کے دفتر میں بھی وکیلوں معلموں اور حجاج کا تانتا بندھا رہتا ہے ہم کو یہ قاعدہ بتادیا گیا کہ جو لوگ دوطرفہ ٹکٹ خرید کر آئے ہیں اوّل ان کو جہازوں میں روانہ کیا جائیگا۔ اِن کو حق تقدم حاصل ہے۔ ان کے بعد ہم جیسے لوگوں کی باری آئے گی جو یکطرفہ ٹکٹ خرید کر واپس جارہے ہیں۔ کم از کم دو تین ہفتہ کا قیام لابُد معلوم ہوا۔ اور اتنا عرصہ تو

فصل

دو طرفہ ٹکٹ والوں کو بھی بعض اوقات جہاز ملنے میں لگ جاتا ہے۔ لیکن ہم چاروں سرکاری ملازم تھے۔ رخصتیں قریب الختم تھیں۔ وقت پر حاضر ہونا ضرور تھا۔ تاہم صاف وصریح قاعدہ موجود تھا۔ ہم جیسے اور بھی رکے پڑے تھے۔ کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ حسب معمول ہمارا تو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تھا ہم بھی خموش ہوگئے۔ خدا کی شان کہ تیسرے ہی روز ہماری روانگی کا انتظام ہوگیا۔ اور خود بخود ہوگیا۔ ہم کو کسی خاص اصرار اور تقاضے کی نوبت نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے منشی احسان اللہ صاحب اور خالد بسیونی صاحب کے دل میں خاص توجہ اور ہمدردی پیدا کردی کہ خود ہمارے واسطے ٹکٹ حاصل کرکے بھیجدئیے۔ وہ بھی سب سے بہتر جہاز کے! اور نہایت مناسب قیمت پر۔ ہم کو اس کشود کار کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ ہمارے معاملہ کی سرعت وسہولت دیکھ کر دو طرفہ ٹکٹ والے بھی حیران رہ گئے۔ ہمارے ایک رفیق سید حبیب علی صاحب سادات حضرموت سے ہیں۔ اِسی سفر میں اپنے خاندانی اولیاء اللہ کی زیارت کے واسطے اُنھیں حضرموت جانا مقصود تھا۔ خاص کر اُن کے والد نواب میجر حبیب یار جنگ بہادر کی ہدایت بلکہ تاکید تھی سفر خالی از خطر نہ تھا۔ اور ہماری جدائی بھی بہت شاق تھی۔ تاہم اُنھوں نے جدہ سے مکلہ کا ٹکٹ لیا۔ اور تنہا سفر شروع کیا۔ خدا کے فضل سے دو ماہ میں فارغ ہوکر بخیریت حیدرآباد پہونچ گئے۔

دوران قیام میں خالد بسیونی اور اُن کے چھوٹے بھائی ہم پر بہت مہربان رہے۔ ہم کو ہر طرح کا آرام ملا۔ چلتے وقت خالد بسیونی خود ہم کو پہونچانے آئے! اور ہمارے واسطے کشتی کا علیحدہ انتظام کردیا کہ ہم اس میں سوار ہوکر نہایت اطمینان سے جہاز پر پہنچ گئے ہم نے بسیونی صاحب کو جو کچھ حق الخدمت دیا وہ کچھ زیادہ نہ تھا۔ لیکن اپنے اخلاق سے اُنھوں نے اِس کو بھی بہت سمجھ کر تخفیف کا مشورہ دیا اور ہمارے اصرار سے بمشکل قبول

کیا۔ اُنھوں نے یہی کہا اور بالکل سچ کہا کہ جو کچھ خاص انتظام کیا گیا محبت اور ہمدردی کی خاطر کیا گیا۔ مالی معاوضہ مقصود نہ تھا۔ بہرحال ہم اپنے وکیل خالد بسیونی صاحب اور منشی احسان اللہ صاحب کے شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

جدہ میں انتظام قیام

جدہ میں عام طور پر حجاج کے قیام کا انتظام ناقابلِ اطمینان ہے۔ وکیلوں کے مکانات سراسر ناکافی ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جو پہلے پہونچ جائے اُس کو تو بُرا بھلا کوئی ٹھکانا مل جاتا ہے اور باقی لوگوں کو کھلے احاطوں میں بلکہ راستوں میں ایام گزاری کرنی پڑتی ہے۔ عجب بے سروسامانی کا عالم ہوتا ہے۔ پردہ نشین مستورات دن دن بھر منہ ڈھکے بیٹھی رہتی ہیں۔ دن کی دھوپ سروں پر گزر جاتی ہے۔ یہاں بڑی بڑی وسیع سراؤں اور مسافر خانوں کی ضرورت ہے۔ اگر لوگ بنا کر کرایہ پر چلائیں تو حجاج بخوشی کرایہ دینگے اور معقول آمدنی حاصل ہوگی۔ میٹھا پانی زیادہ سے زیادہ آٹھ آنہ فی کنستر کے حساب سے ملتا ہے۔ موقع اور مقام کے لحاظ سے کچھ مہنگا نہیں ہے۔ کھانا ہر وقت بہ افراط تیار ملتا ہے۔ واجبی قیمت پر ملتا ہے۔ روپیہ روز میں آدمی اچھی طرح کام چلا سکتا ہے۔ باورچیوں اور نان بائیوں کی بیسیوں دکانیں ہیں۔ شب و روز خریداروں کا ہجوم رہتا ہے۔ پنیر، مکھن، بسکٹ، مربے، مچھلی، پھل اور میوے یہ سب چیزیں بھی بکثرت فروخت ہوتی ہیں۔ آٹا۔ دال۔ چاول۔ گھی کھانے کا سامان اچھے سے اچھا ملتا ہے۔ ہندوستان سے بوجھ باندھنا فضول ہے۔ جاتے وقت صرف جہاز کی ضرورت تک رکھ لینا کافی ہے۔ جدہ پر ہر قسم کا سامان ملتا ہے۔ اچھا ملتا ہے ارزاں ملتا ہے۔

جہاز کی چڑھائی

جدہ سے جہاز پر سوار ہونا بھی بڑا مرحلہ ہے۔ جہاز ساحل سے دو تین میل کے فصل پر کھڑے رہتے ہیں۔ کشتیوں میں سوار ہو کر جاتے ہیں۔ گھاٹ پر کشتیاں لگی رہتی ہیں۔ لیکن عجیب حاج کا انبوہ اژدہام ہوتا ہے۔ سوار ہونے کے وقت بڑی ریل پیل

فصل

اور کش مکش رہتی ہے۔ مرد، عورت، بوڑھے، بچے مال اسباب کے ساتھ سب علی الحساب لدتے ہیں۔ جس کا قابو چلے سوار ہو جائے۔ اکثر ساتھی چھوٹ جاتے ہیں پھر جہاز پر ملتے ہیں۔ سامان رہ جاتا ہے تو پھر مشکل سے ہاتھ آتا ہے۔ صبح کو کشتیاں لگتی ہیں۔ لیکن ہول دل والے رات ہی سے گھاٹ پر آ آ کر سوتے ہیں کہ اوّل وقت سوار ہو سکیں۔ کشتی پر سوار ہونا تو خیر ایک مرحلہ ہے۔ لیکن جہاز پر چڑھنا اس سے بھی بڑھ کر معرکہ ہے۔ جہاز کے اِدھر اُدھر صرف ایک لکڑی کا زینہ لٹکا رہتا ہے۔ وہ بھی ایسا تنگ کہ وقتِ واحد میں مشکل دو آدمی پہلو بہ پہلو چڑھ سکیں۔ ہر زینہ کے نیچے دور تک کشتیوں سے کشتیاں اڑی ہوئی ہیں۔ عجب شور و غل، کشتیوں کے کنارے کنارے قدم سادھ کر صدہا حجاج کا چلنا۔ کشتیوں کا جھکولے کھانا۔ کسی کسی کا پانی میں گرنا۔ ملاحوں کا کود کود کر نکالنا۔ بہ ہزار مشقت جھکے جھکے سہارا پکڑتے ہوئے۔ کشتی کشتی گزرتے ہوئے غیر کشتی والوں کی مزاحمتیں سہتے ہوئے زینہ تک پہونچنا۔ زینہ کشتی سے قدِ آدم اونچا۔ ہاتھوں کا زور لگا کر کسی کا سہارا لے کر کمزور ہو تو کاندھے پر چڑھ کر یا گودی میں اُچک کر بہزار مشقت اس ہجوم میں کسی نہ کسی طرح زینہ پر پہونچنا اور دھکے ٹکے کھاتے ہوئے چڑھنا۔ ٹکٹ کو اگلی جیب میں رکھنا۔ زینہ کی چوٹی پر پہونچ کر فوراً ٹکٹ جہاز والوں کے حوالہ کرنا۔ اپنا نمبر لینا اور جہاز میں داخل ہو جانا۔ یہ نمبر ٹین کے ٹکڑے پر کندہ رہتا ہے۔ لکڑی پانی لیتے وقت کام آتا ہے۔ ہزار جانفشانی جہاز پر پہونچے تو ادھر اُدھر دوڑ لگانا اچھی جگہ منتخب کرنا۔ پھر اس پر قبضہ جمانا۔ پہلے سے اپنی بغل میں کوئی شطرنجی یا بوریہ دبا لانا اور اچھا موقع دیکھ کر اُس کو بچھا دینا۔ یہی قبضہ کرنے کی ترکیب ہے۔ پھر زینہ کے قریب کھڑے رہ کر ساتھیوں کا انتظار کرنا۔ ان کو جگہ تک پہونچانا مستورات، بوڑھوں اور بچوں کا معاملہ بہت نازک رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاز تک پہونچاتا ہے۔ آدمی تو زینہ پر سے چڑھ آئے لیکن مال سامان ابھی کشتیوں میں پڑا ہے۔ کرین کے ذریعہ

فضل سے جہاز پر آرہا ہے۔ عجب بے ترتیبی ہے۔ دس بیس ٹرنک، دس بیس بستر۔ ایک رسی کے جال میں پھنسے ہوئے ایک ساتھ اٹھائے اور جہاز پر ٹپک دیئے۔ چاروں طرف حجاج کا ازدحام ہر کوئی اپنا اپنا عدد پہچان لے اٹھالے۔ دو تین گھنٹہ میں سامان کی طرف سے فراغت ہوتی ہے۔ جہاز میں صاف روشن ٹھنڈی ہوادار تخلیہ کی جگہ کم رہتی ہے۔ انجن کے قریب حصے گرم رہتے ہیں۔ نیچے کے حصوں میں روشنی اور ہوا کم آتی ہے سب سے اوپر کے حصہ میں دھوپ آتی ہے۔ لوگ کھانا پکاتے ہیں۔ کناروں پر بیت الخلاء غسل خانے رہتے ہیں۔ بڑے کمروں میں غیر مانوس صحبت سے اذیت ہوتی ہے موقع کی جگہ قسمت سے ملتی ہے۔ بعض وقت جگہ پر سخت حجت چلتی ہے۔ جنگ وجدل تک نوبت پہونچتی ہے۔ مگر کم۔ غرض کہ جہاز پر سوار ہونا بڑا معرکہ ہے۔ جس پر پڑتا ہے وہی جانتا ہے۔

درجہ اول اور درجہ دوم کے مسافروں کو جہاز پر البتہ کمرے ملتے ہیں۔ صاف ستھرے ہوادار ہوتے ہیں۔ لیکن سوار ہونے میں ان پر بھی مرحلے گزرتے ہیں۔ بہر حال بشرط استطاعت کم از کم عورتوں بوڑھوں اور بچوں کے واسطے ان ہی درجوں میں سفر کرنا لازم ہے۔ ان کے واسطے درجہ سوم کی تکالیف زیادہ سخت ہیں۔ توانا تندرست لوگوں کو اختیار ہے۔ اگر وہ آرام کے خواہاں نہ ہوں اور مرگِ انبوہ جشنے دارد کا لطف اٹھانا چاہیں تو درجہ سوم کی بہار دیکھیں اور اگر خوش قسمتی سے اس میں کوئی اچھی جگہ مل جائے تو پھر وہاں بھی آرام سے گزرتی ہے۔ محتاط لوگ تو اس کو جائز نہیں سمجھتے لیکن رساکار لوگ جہاز کے عہدہ داروں سے میل پیدا کر کے پچھلے دنبے کے اول اور دوم درجے کے قرب وجوار میں برآمدوں میں بستر جما لیتے ہیں۔ کوئی جگہ خالی ہو تو ان درجوں میں بھی گھس جاتے ہیں۔ درجہ اول دوم کے مسافر کچھ حجت بھی کریں تو حاجیوں کے جہاز پر کچھ شنوائی نہیں ہوتی۔ صبر وشکر سے کام چلتا ہے۔ ہمارا قصد بھی درجہ دوم ہی کا تھا۔ لیکن جدہ سے

کچھ سچے مخلص لوگ اور ساتھ ہو گئے۔ آرام کی خاطر ان کو چھوڑنا خلاف مروت معلوم ہوا اس لیئے تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ درجہ سوم کی ہمت باندھ لی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ جگہ اچھی مل گئی۔ اور جہاز پر وقت اچھا گزرا۔ حیدرآباد، بھوپال اور ٹونک، تینوں اسلامی ریاستوں کے چند حجاج کی ایک مختصر جماعت بن گئی۔ یک جا قیام تھا۔ آپس میں اخلاص اتحاد تھا ایک دوسرے کے کام میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ مستعد رہتے تھے۔ ہم کو بھی حسب توقع ان ہمراہیوں سے بہت آرام ملا۔ خاص کر سید چاند صاحب صدر امین پولیس بلدہ حیدرآباد اور غلام محی الدین صاحب وظیفہ یاب عہدہ دار پولیس حیدرآباد۔ ان دو صاحبوں نے بڑی رفاقت کی۔ سچ پوچھیئے تو جہاز پر ہم ان ہی کے مہمان رہے۔ ہمارے ساتھ جو کچھ خورونوش کا سامان تھا وہ بمبئی پہونچ کر غربا کو تقسیم کرنا پڑا۔ ان صاحبوں سے پہلے کوئی ملاقات نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے دوران سفر میں بڑی محبت پیدا کر دی۔ اور جانبین سے محبت کے حقوق خوب خوب ادا کرائے۔ حیدرآباد تک یہ صاحبان ہمارے ہی ساتھ آئے۔ اور محبت ساتھ لائے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ۔

حجاج کے جہاز ہم سروستان نامی جہاز پر سوار تھے۔ نمازی کمپنی کا یہ بہت اچھا جہاز ہے۔ نیا ہے۔ بڑا ہے۔ تیز رفتار ہے۔ حجاج کے تمام جہازوں میں صرف دو چار جہاز اس کے ہم پلہ سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں بھی یہ بہتر مانا جاتا ہے۔ ہر جہاز پر قاعدہ ہے کہ حجاج کو میٹھا پانی ہر روز ناپ سے دیتے ہیں۔ حجاج ٹکٹ دکھا کر اپنے اپنے حصہ کا پانی لیتے ہیں۔ پہلے دن یہاں بھی اسی قاعدہ سے پانی تقسیم ہوا۔ لیکن دوسرے ہی روز سے پانی عام ہو گیا۔ تاہم اوقات معینہ پر ملتا تھا۔ حجاج کا ازدحام ہوتا تھا۔ ایسی حالت میں پانی لانا ہر ایک کا حوصلہ نہ تھا۔ کنستر سے کنستر اور سر سے سر ٹکراتا تھا۔ جو لوگ کمزور تھے یا جن کو جہاز پر دوران سر تھا ان کی بڑی آفت تھی۔ دوسرے ہمدردی کرتے تھے تو پانی ملتا تھا۔ پینے والے

فصل؛ جہاز کے ملازموں سے پانی خرید لیتے تھے۔ لیکن ذرا آنکھ بچا کر معاملہ کرتے تھے۔ علانیہ پانی فروخت کرنے کی ممانعت تھی۔ دو تین روز بعد وقت کی بھی پابندی نہیں رہی۔ اکثر اوقات پانی ملنے لگا۔ تب حجاج کو بہت سہولت ہوگئی۔ جہاز پر تقریباً سترہ سو حاجی تھے۔ ایک تنگ جگہ پر چھ سات نل لگے ہوئے تھے۔ آدھ آدھ انچ والے۔ ایک دو گھنٹے کے اندر صدہا کنستر بھرنا کیسا کچھ دشوار نہ ہوگا۔ اللہ کا فضل تھا کہ وہ دشواری جلد رفع ہوگئی۔ اور کل وقت پانی افراط سے ملنے لگا۔ آخر میں تو یہ نوبت تھی کہ حاجی بلا روک ٹوک نل پر کھڑے ہو کر نہاتے تھے۔ حجاج کے اکثر جہازوں پر پانی کی قلت رہتی ہے۔ ناپ تول سے ملتا ہے۔ اگر کسی جہاز پر علی الحساب ملے تو حاجی بہت خوش ہوتے ہیں۔ اس جہاز کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ جہاز پر مشک سے کام نہیں چلتا۔ کنستر ساتھ رکھنے ضرور ہیں۔ وہ بھی تنگ منہ والے۔ بمبئی اور جدہ میں کثرت سے تیار ملتے ہیں۔

اکثر تجربہ کار حاجی انگیٹھی کوئلے ساتھ رکھتے ہیں۔ جہاز پر بھی چولھے بنے رہتے ہیں۔ پانی کی طرح لکڑی بھی تقسیم ہوتی ہے۔ سب سے اوپر کے کھلے حصہ میں دن بھر حاجی لوگ اپنا اپنا کھانا پکاتے رہتے ہیں۔ صبح شام بہت ہجوم ہوتا ہے۔ جو لوگ اوپر مقیم ہوتے ہیں انکو آگ دھوئیں سے تکلیف پہونچتی ہے۔ علاوہ بریں غسل خانے پیخانے بھی اوپر ہی کے حصہ پر رہتے ہیں۔ مسافروں کے لحاظ سے سراسر ناکافی ہوتے ہیں۔ تنگ ہوتے ہیں اور پھر حاجی بھی بہت بے پروا ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ پیخانے بہت غلیظ رہتے ہیں۔ صرف صبح شام دھلتے ہیں۔ صاف ہوتے ہیں۔ اوّل تو اتنے بڑے جہازوں میں پیخانے زیادہ بنانے چاہئیں۔ جہاز میں اوپر تلے کئی سطحیں ہوتی ہیں ہر سطح کے پیخانے جدا ہونی چاہئیں کمزور اور بیمار لوگوں کو اوپر چڑھ کر جانا دشوار ہوتا ہے۔ اور اگر دورانِ سر ہو تو اچھے اچھوں کی ہمت جواب دینے لگتی ہے۔ علاوہ بریں پیخانوں کی صفائی کا انتظام معقول رکھنا چاہیئے

فصل ۴

اور وہ کچھ دشوار نہیں ہے۔ لیکن جہاز والوں کی ادھر بہت کم توجہ معلوم ہوتی ہے۔ درجہ سوم میں بیچانوں کی تکلیف سب سے بڑی رہتی ہے۔ حاجیوں کے جہاز پر روشنی اور صفائی کا انتظام واجبی واجبی رہتا ہے۔ اور سچ پوچھئے تو صفائی مشکل بھی ہے۔ یہ سب طرح کے غریب اور کم سمجھ لوگ سوار ہوتے ہیں زیادہ روک ٹوک کرنے سے ناخوش ہوتے ہیں۔ فساد ہوتا ہے اس لیئے جہاز والے بھی ڈھیل چھوڑ دیتے ہیں۔ جہاز پر حاجیوں کا سوار راج رہتا ہے۔ تاہم تھوڑی بہت صفائی ہوتی رہتی ہے۔ البتہ جس روز جہاز بمبئی پہونچتا ہے چند گھنٹہ قبل جہاز کی خوب صفائی کی جاتی ہے۔ تا کہ ڈاکٹر معائنہ کے واسطے آئے تو جہاز کی صفائی سے مطمئن اور خوش ہو جائے۔

سمندر کی بیماری

جہاز پر لوگ بیمار بھی پڑتے ہیں۔ اگر جہاز ہلکا ہو یا سمندر میں تموّج بڑھ جائے تو وہ جھکولے کھانے لگتا ہے۔ دوران سر شروع ہوتا ہے۔ متلی محسوس ہوتی ہے۔ استفراغ کی نوبت آتی ہے۔ ایسے وقت کے لیئے حجاج ٹین کے اُگالدان ساتھ رکھتے ہیں۔ ورنہ بڑی مشکل پڑتی ہے۔ ترشی کھانے اور سیاہ مرچ چبانے سے افاقہ ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا معدہ ضعیف ہو یا جو غذا میں بد احتیاطی کریں اُن کو پیچش یا اسہال کی شکایت ہو جاتی ہے۔ جو لوگ کثیف رہیں اُن کے چیچک نکل آتی ہے۔ بخار شروع ہو جاتا ہے۔ معمولی شکایتوں میں تو اکثر لوگ اپنی اپنی جگہ پڑے رہتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ سخت بیمار پڑ جاتے ہیں خاص کر بوڑھے اور ضعیف لوگ۔ اُن کے واسطے جہاز پر شفاخانہ موجود ہے۔ ڈاکٹر اور دوا موجود ہے۔ لیکن توجہ اور تیمار داری غریب حجاج کو کم نصیب ہوتی ہے۔ جو اپنی زندگی سے بچ جائے تو مضائقہ نہیں۔ ورنہ شفاخانہ میں باقاعدہ مرنے کا اچھا موقع ملتا ہے۔ یہ حجاج کا عام تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ ہمارے جہاز پر بھی ۲۵-۳۰ اموات واقع ہوئیں۔ اور اُن میں سے بعض بہت دردناک تھیں اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت کرے۔ آمین

فصل ۶ **قرنطینہ** تمام اسلامی ممالک سے حجاج آتے ہیں۔کہیں قرنطینہ نہیں۔لیکن ہندوستان سے جو حاجی جاتے ہیں کامران میں ۲۴ گھنٹے ان کو لازماً قرنطینہ بھگتنا پڑتا ہے۔ ہم تو شام و فلسطین کی طرف سے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔لیکن ہندوستانی حجاج سے قرنطینہ کے عجیب افسوسناک حالات سننے میں آئے۔ درجہ سوم کے غریب حجاج تو کس شمار میں ہیں، درجہ اول کے نہایت معززاور معتبر حاجی شاہد ہیں۔کامران میں جو توہین آمیز اور دل آزار مراحل طے کرائے جاتے ہیں ان سے صحت کو تو کچھ تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ یہ بات دل پر اچھی طرح نقش ہو جاتی ہے کہ ہندوستانی حجاج سرکار ہند کی بہت ہی عاجز اور ناچیز رعایا ہیں۔کوئی برتاؤ ان کے واسطے برا نہیں ہے۔ کوئی ذلت اُن کے واسطے ذلت نہیں ہے۔ بے بس اور بے زبان مخلوق ہیں۔جو گزرے برداشت کریں۔یوں بھی سفر حج میں صبر و تحمل کی تاکید ہے۔ لوگ سختیاں اٹھاتے ہیں لیکن دم نہیں مارتے سرکار ہند کا انتظام ہے۔یوں تو درستی صحت کا بہانہ ہے۔لیکن حجاج کی اس تکلیف و تذلیل میں کیا مصلحت متصور ہے۔عقل سے باہر ہے۔کاش سرکار ہند کو اس بارہ میں تنبیہ ہوتی۔

طوفان کا نشان جون کا آخری ہفتہ تھا۔بادِ برشگال یعنی مانسون کا زمانہ تھا۔چنانچہ بمبئی میں خوب زور شور سے بارش کا سلسلہ جاری تھا۔مسافر تو درکنار خود جہاز کے افسروں کو اندیشہ تھا کہ خدانخواستہ راستہ میں جہاز کو طوفان سے دوچار ہونا پڑیگا۔ہر کسی کو یہی فکر تھی۔ ہر طرف چرچا تھا۔خدا کے فضل سے اس کل طویل سفر میں اب تک ہم کو کبھی تکلیف نہ پہونچی تھی۔خدا کے فضل سے قوی اُمید تھی کہ اختتامِ سفر پر بھی وہ غیر معمولی تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔چنانچہ کل راستہ سمندر ہموار رہا۔سقوطری کے قریب کچھ معمولی تموج ملا۔اس کے بعد تو جہاز ایسا سبک رفتار ہوگیا کہ پانی کا کٹورہ نہیں چھلکتا تھا۔ہلکا ہلکا ابر رہتا تھا خوشگوار ہوا چلتی تھی۔بمبئی اُترنے سے چار گھنٹہ قبل البتہ کسی قدر بارش ہوئی

فصل

تو جہاز ایسا تر بتر اور کثیف ہوگیا کہ بو اُٹھ آئی۔ بمبئی پہونچنا دوبھر ہوگیا۔ اگر خدانخواستہ
راستہ میں بارش ہوتی تو خدا جانے حجاج کا کیا حشر ہوتا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ
اُترتے وقت نقشہ دکھا دیا تاکہ لوگ راحت کی قدر پہچانیں اور دل سے خدا کا شکر
ادا کریں۔ چنانچہ بمبئی میں لوگ یہی سوال کرتے تھے کہ راستہ میں کیا گزری۔ بارش
کیسی تھی۔ طوفان کیسا تھا۔ اور جب سفر کی ہمواری سنتے تو تعجب کرتے کہ اس موسم میں
یہ سہولت کیونکر ممکن ہے۔ خدا کی قدرت دیکھئے یہی جہاز سروستان جو دو ہزار جانیں آرام
سے صحیح سلامت لایا۔ تین روز بعد مزید حجاج لانے کے واسطے بمبئی سے جدہ خالی چلا تو
راستہ میں اُس کو طوفان نے ایسا گھیرا کہ شکستہ ہوکر رہ گیا۔ ایک جہاز بمبئی سے اُس کی
امداد کو روانہ کرنا پڑا۔ وہ بھی طوفان میں راستہ سے بھٹک گیا۔ اور وقت پر امداد
نہ کرسکا۔ بہزار دشواری سروستان خدا خدا کرکے بمبئی لوٹ آیا۔ چار ہی روز بعد کل
کیفیت اخبارات میں شائع ہوئی۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

زورقِ امید بساحل رسید

جس روز جہاز بمبئی پہونچنے والا تھا صبح ہی سے مسافروں میں
عجب چہل پہل تھی۔ جدھر دیکھو سامان بندھ رہا ہے لوگ خوش خوش اِدھر اُدھر پھرتے ہیں۔
بہت سے اوپر درجہ پر ٹکٹکی باندھے کھڑے ہیں کہ جلد ساحل نظر آجائے۔ ترشح ہو رہا
ہے ہلکا سا کہر چھایا ہوا ہے۔ بالآخر ساحل کے پہاڑ دُھندلے نظر آنے لگے۔ لوگ اشاروں
سے بتانے لگے گویا کہ عید کا چاند دیکھ رہے ہیں۔ اب یہ شوق کہ بمبئی کی عمارتیں نظر آئیں۔
وہ بھی نظر آنے لگیں تو مبارک سلامت شروع ہوئی ہر دل میں خوشی کی لہریں دوڑنے
لگیں۔ زندگی میں ایسی بے اختیار اور خالص خوشی کا احساس شاذ و نادر نصیب ہوتا ہے
لیکن عین خوشی میں یہ دل اچانک کدھر کھنچا۔ ایسا معلوم ہوا کہ بغداد شریف سے ٹیلیفون
لگا۔ کہنے والا کہتا ہے۔ بخیر و عافیت وطن پہونچنا مبارک ہو۔ سفر میں کچھ تکلیف تو نہیں اُٹھانی

فصل

رفاقت کیسی رہی۔ کوئی کوتاہی تو نہیں ہوئی۔ دل اس پیام کی کیا تاب لاتا پھوٹ پھوٹکر رونے لگا۔ قربان ہونے لگا۔ رمز شناس خموش تھے نادان حیران تھے کہ ہنسی خوشی کا وقت اور یہ زار زار رونا منہ آنسوؤں سے دھونا کیسی اُلٹی بات ہے۔ بہرحال دل پر محبت کی ایک گھٹا آئی اور دل کھول کر برس گئی۔ نخلِ ایمان کو شاداب کر گئی۔ والحمد للہ علیٰ احسانہ۔

یہ لو جہاز باب الہند کے مقابل سے گزر رہا ہے کچھ کشتیاں جہاز کی طرف دوڑی چلی آتی ہیں۔ ایک بہت خوشنما ہے۔ تیز رفتار ہے اس پر جھنڈی لہرا رہی ہے۔ جہاز کے معائنہ کے واسطے ڈاکٹر آ رہا ہے۔ جہاز کا ڈاکٹر آیا کچھ دوسرے عہدہ دار بھی ساتھ ہیں۔ کپتان نے اس کو سارے جہاز کی سیر کرائی۔ ایک نظر ڈالتا ہوا کل حصّوں سے گزر گیا۔ خیر اُڑی کہ اموات زیادہ ہوئی ہیں۔ حجاج کا قرنطینہ ہوگا۔ لوگوں کے دم خشک ہونے لگے کہ الٰہی یہ کیا مرحلہ ہے۔ پھر قرنطینہ کیسا۔ اسی ڈھکڑ پکڑ میں تھے کہ جہاز آہستہ آہستہ گودی کی طرف بڑھا خیال بٹا۔ جو احباب حجاج کو لینے آئے ہیں کشتیوں میں بیٹھے جہاز کے گرد گھوم رہے ہیں بہت لوگ پلیٹ فارم پر کھڑے ہیں۔ دونوں طرف سے نظریں دوڑ رہی ہیں۔ کہیں مل جاتی ہیں۔ تو رومال ہلنے لگتے ہیں۔ تمام حجاج ٹھٹ کے ٹھٹ اوپر کے درجہ پر کھڑے ہیں جہاز پلیٹ فارم کے قریب آ چکا۔ انجن سرک رہا ہے۔ بالآخر کنارہ سے آ ملا۔ کھڑا ہو گیا۔ پھر کیا تھا ہل چل پڑ گئی زینہ لگ گیا۔ حاجی قطار قطار اُترنے لگے۔ قلی چڑھ آئے۔ سامان لے لے کر دوڑنے لگے۔ پلیٹ فارم پر روٹیوں اور کیلے کی پھلیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ نمازی کمپنی کی طرف سے حجاج کو ناشتہ تقسیم ہونے لگا۔ چند موٹر لاریاں آ گئی ہیں۔ حجاج اور سامان کو اُن میں بھرا اور چلتا کیا۔ یہی سلسلہ بندھ گیا۔ بعض مخیر انجمنوں کی طرف سے سواری کا یہ انتظام مفت تھا۔ اس وقت خوب بارش ہو رہی تھی۔ ہم تو کرایہ کی گاڑیوں میں روانہ

ہوئے۔ وہ جو قرنطینہ کی افواہ سُنی تھی اس کی یہ اصلیت نکلی کہ راستہ میں ایک بڑا احاطہ فصلؑ تھا اُس پر ٹین کی چھت پڑی ہوئی تھی! اندر ایک طرف چند انگریز ڈاکٹر وغیرہ بیٹھے تھے۔ خدا جانے کیا کام کر رہے تھے۔ حجاج آ آ کر اس احاطہ میں جمع ہوتے تھے۔ دو ایک معمولی ملازم آ کر اُن کے ہاتھ پر ایک ایک مُہر چھاپ دیتے تھے۔ یہی قرنطینہ تھا۔ مہر چھاپ ہونے کے بعد حاجی دوسرے دروازے سے نکل جاتے تھے۔ اور پھر آزاد تھے ع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت

قرنطینہ سے گزر کر ہم تو راست صابو صدیق کے مسافرخانے پہونچ گئے۔ وہاں ایک جہاز گزشتہ روز آ چکا تھا دوسرا یہ تھا۔ مسافرخانہ میں تل دہرنے کو جگہ نہ تھی۔ تاہم مولوی حضرت اللہ صاحب اور منشی عبدالستار صاحب ہمارے منتظر تھے۔ پہونچتے ہی خوشی سے لپٹ گئے۔ اپنے ہاں مہمان اُتارا۔ اور بہت آرام سے رکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا میں جزائے خیر دے۔ ہمارا کل سامان قلی کے سپرد تھا۔ اسی نے جہاز سے اُتارا۔ پھر اپنے اہتمام سے بیل گاڑی میں بھر کر لایا اور مسافرخانے میں سب عدد صحیح سالم ہمارے سامنے لا رکھے۔ اپنی مزدوری لے کر ہنسی خوشی چلا گیا حُسنِ اتفاق سے یہ قلی بہت مُطیع مُستعد اور ایماندار تھا۔ بعض وقت کاہل یا بدمزاج یا لالچی قلیوں سے سابقہ پڑتا ہے تو خاصی کوفت اُٹھانی پڑتی ہے۔ ہمارا جہاز سردستان جدہ سے چوتھے نمبر چھوٹا۔ دو جہاز راستہ میں چھوڑتا ہوا وہ پہلے جہاز سے صرف ایک روز بعد بمبئی پہونچا۔ ایسا تیز رفتار تھا کہ چاہتا تو اس سے بھی پہلے پہونچتا۔ مگر زیادہ تیز رفتاری کی اجازت نہ تھی۔ اِس سے سُست رو جہازوں کی حجاج میں ہُوا خیزی اور بدنامی ہوتی ہے۔

فصل؛ شام کو مسافر خانہ پہونچے۔ سفر کا تکان تو ظاہر ہے۔ لیکن خوشی اِس سے کہیں زیادہ تھی۔ اُترتے ہی ہر چہار طرف احباب و اعزا کے نام خیریت رسی کے تار اُڑا دیئے۔ جدّہ سے روانہ ہوتے وقت اپنی آمد کی کسی کو اطلاع نہیں دی تھی۔ ہر کوئی منتظر تھا۔ بہت سے بمبئی آکر ملنے کے منصوبے باندھ رہے تھے کہ سیر و استقبال ہم خرما و ہم ثواب خاص کر عزیزم میاں جمیل احمد بری سلمٗہ کو بڑی تمنا تھی کہ جہاز پر پہونچکر ہمارا خیر مقدم کریں لیکن دیگر احباب کی طرح ان کا وقت بھی انتظار ہی میں گزر گیا۔ مزید برآں بہت سے مُبارک بادی خطوط پہلے ہی سے آئے رکھے تھے۔ اکثر اخلاص و محبت سے آراستہ پیراستہ تھے۔ اِن کو بار بار مزے لے کر پڑھیے۔ یہ بھی خاصا مشغلہ رہا۔ پھر اسی شب کو بارش میں خوشی خوشی اسٹیشن پہونچے۔ ذاتی راحت کی تو چنداں فکر نہ تھی۔ شکستگی ہی سرمایۂ راحت بن گئی تھی اور یہ اس سفر کی بڑی نعمت تھی۔ تاہم دل کا تقاضا تھا کہ بحالت استطاعت حج کا ظاہری اعزاز بھی واجب ہے۔ چنانچہ اگلے روز کے واسطے میل ٹرین میں سیکنڈ کلاس کا پورا ڈبّہ حیدرآباد تک مخصوص کرا لیا۔ سید حبیب علی صاحب تو جدّہ سے حضر موت کو روانہ ہو گئے تھے۔ باقی رہے ہم تین اور دو ہمارے جدید رفیق سید چاند صاحب اور غلام محی الدین صاحب۔ پانچوں کی ایک جماعت تھی۔ شب کو سب کاموں سے فارغ ہو کر لیٹے تو گوناگوں جذبات و خیالات نے دل و دماغ میں ایسا ہجوم کیا کہ نیند کا گزر مشکل ہو گیا۔ بہرحال کچھ آرام ضرور مل گیا۔ دوسرے روز بھر خوب مصروفیت رہی۔ نہائے دھوئے۔ کپڑے بدلے۔ ناشتہ کیا۔ بازار گئے اور خوب پھرے۔ یوں تو بہت کچھ تبرکات ساتھ تھے۔ تاہم بمبئی سے بھی تحفے تحائف لینے ضرور تھے۔ خاص کر بچّوں کے واسطے پھل پھول اور کھیل کھلونے۔ ان کو تو یہی عزیز ہیں۔ ابھی وہ تبرکات کی قدر کیا جانیں۔ کچھ کتابیں بھی خریدیں۔ اور کچھ

چینی کے برتن لیئے۔ سہ پہر کو واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ نماز پڑھی۔ ذرا کمر سیدھی کی
پھر سفر کی تیاری شروع ہوگئی۔ سامان بندھنے لگا۔ آج دن بھر حضرت مولٰنا محمد عبد القدیر
صاحب قبلہ کے مخلص مرید ہمارے دوست مولوی انوار الحق صاحب مالک دواخانہ
عبدالحق کمپنی (حیدرآباد) بہت یاد آئے۔ جاتے وقت وہ بمبئی تک ہمارے ساتھ
آئے تھے اور جہاز کی روانگی تک ہمارے ساتھ رہے۔ گو ہم مسافرخانہ میں مقیم تھے
مگر ان ہی کے مہمان تھے۔ اور انھوں نے جوشِ عقیدت میں دل کھول کر اپنے حضرت
مرشد کی خدمت اور ہم سب کی خاطر تواضع کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔
اُس وقت بھی وہ اصرار کرکے ساتھ چلے آئے تھے۔ اور اِس وقت بھی اُن کو تکلیف
دینا منظور نہ تھا۔ اسی لیئے تاریخ آمد کی پہلے سے اطلاع بھی نہ دی۔ البتہ اُن کا یاد
آنا محبت اور تعلق کا تقاضا تھا۔ یاد آتے رہے۔

شب کو آٹھ بجے بمبئی سے روانہ ہوئے اور دوسری شام کو یوم پنجشنبہ بتاریخ
۲۹ رذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۳۰ رجون ۱۹۲۷ء بخیر و عافیت حیدرآباد پہونچ گئے۔
والحمد للہ علیٰ احسانہ۔ اسٹیشن پر دوست احباب کا خوب ہجوم تھا۔ محبت سے
لینے آئے۔ خوشی خوشی پھولوں کے ہار پہنائے۔ دونوں بچیاں اقبال فاطمہ اور
کنیز فاطمہ سلمہا بھی اپنے ماموں میاں کمال احمد سلمہٗ کے ساتھ اسٹیشن آئیں۔ جدائی کی
عادی نہ تھیں۔ پہلا ہی تجربہ تھا۔ اوّل تو حیرت سے منہ تکا۔ پھر گلے میں بیّاں ڈال
ڈال کر لپٹ گئیں۔ خوش خوش سب رفیق اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہوئے میں
اسٹیشن کے قریب ہی اوّل حضرت یوسف صاحب شریف صاحب قبلہ رضی اللہ عنہم کے
آستانۂ مبارک پر فاتحہ کے واسطے حاضر ہوا کہ جاتے وقت بھی سب سے آخر ہیں سے
رخصت ہوا تھا۔ پھر حضرت دادا پیر شاہ کمال اللہ شاہ قبلہ مدظلہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر

نصرع شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ پھر گھر آیا۔ کسی کو از حد منتظر پایا۔ مگر سب طرح اطمینان نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا کہ اسی کے فضل نے یہ مبارک دن دکھایا۔ سفر کو حسن انجام تک پہنچایا اور ایک سال قبل جو بشارت ملی تھی اس کو ہر طرح سچا کر دکھایا۔ بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شئی قدیر۔

جاتے وقت بھی دو ماہ قبل دہلی اور اجمیر شریف بزرگانِ سلسلہ کے آستانوں پہ فاتحہ کے واسطے حاضر ہوا۔ حضرت قبلہ والدی حافظ محمد ابراہیم برنی صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں اجازت اور رخصت کے واسطے بلند شہر حاضر ہوا۔ خورجہ میں حضرت والدہ مرحومہ کے مزار پہ کسی کشش سے حاضر ہوا۔ اور وہاں بھی کچھ قدم بوسی کا سا شبہ ہوا۔ واپسی کے بعد بھی اس دور کا اعادہ لازم تھا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۲۷ء کی تعطیلات میں پھر یہ حاضریاں نصیب ہوئیں۔ حضرت قبلہ گاہی صاحب مدظلہٗ کے انتظار کی کوئی حد نہ تھی جب قدم بوس ہوا اور حضرت نے پیار کیا۔ جوش محبت میں کانپتے ہوئے سینہ سے لگایا اور رقتِ قلبی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ تو محسوس ہوا کہ ماشاءاللہ حج و زیارات کی مقبولیت تکمیل کو پہونچ گئی۔ والدہ مرحومہ کو بھی خواب میں یا خدا جانے کس طرح دیکھا کہ خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ وہی شفقت و محبت ہے۔ دل کھول کر خیر و خیرات ہے۔ دعوت و ضیافت ہے۔ گویا کہ واقعی گھر پہ میرے آنے کی خوشی منا رہی ہیں۔ عجب ربط ہے ع

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

شاید درست ہے۔

احباب و اعزا نے بھی گرم جوشی سے خیر مقدم کیا۔ بہن بھانجیوں کی محبت تو مشہور ہے۔ ایسی خوش تھیں گویا عید کا نیا چاند دیکھ لیا۔ عزیزم ابن حسن سلمہٗ یوں تو ابھی

فصل ۴ بچہ ہے۔ لیکن ایسی پتہ کی باتیں سناتا اور پوچھتا تھا کہ گویا ماشاء اللہ صاحب دل ہے۔ عاشق رسولؐ ہے۔ یہی حال اقبال اور کنیز فاطمہ سلمہا کا نظر آتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث الاعظمؓ کے نام پر دل وجان سے شیدا ہیں۔ کھیلنے میں بھی بڑے شوق سے نعت اور قصائد کے اردو و فارسی بلکہ عربی اشعار پڑھتی ہیں اور نئے نئے یاد کرتی ہیں گھر میں نیاز ونذر کی تقریب ہو تو اپنی اپنی بساط سے بڑھ کر جوش وخلوص دکھاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب بچوں کو حبِ نبوی سے سرفراز کرے۔ آمین۔

اگرچہ مصلحتاً آمد کی پختہ تاریخ کی اطلاع نہیں دی تھی۔ تاہم اندازہ لگا کر میاں ریاض احمد اور جمال احمد سلمہا دہلی آملے۔ جن جن آستانوں پر حاضری ہوئی، ساتھ رہے۔ علی گڑھ میں ماشاء اللہ عزیزہ سعید فاطمہ سلمہا کو بہت سعادت مند پایا۔ مدینہ اور مدینہ والے کی محبت میں خوب سرشار ہے۔ گو صرف ابتدائی تعلیم ہے۔ تاہم علی گڑھ پہونچا تو اُس نے اپنے شوق اور ولولہ میں سب کے دیکھتے دیکھتے خود ہی چند اشعار موزوں کر ڈالے۔ اور خیر مقدم کے خانگی جلسہ میں وہ پڑھے گئے تو بڑی مقبولیت محسوس ہوئی۔ اشعار میں جا بجا خامیاں ہیں اور ہونا عجب نہیں۔ لیکن معنیً دردِ دل کی خبر دیتا ہے۔ محبت کا خاصا رنگ ہے۔ اللھم زد فزد۔ کل اشعار بجنسہ درج ذیل ہیں ؎

مُبارک آنا یہ آپ کا ہے کہ شہ کے روضہ پہ جاکے آئے
کہ ہیں جو سب کے دلوں کے مالک انھیں دل اپنا دکھاکے آئے
زیارتِ روضۂ مقدس کا شوق بے چین کر رہا تھا
مدینہ جاکر ہوئی تسلّی کہ حال دل کا دکھاکے آئے
عجیب ہے لطفِ دردِ اُلفت کہ عیش میں بھی نہیں ہے لذت
ملی جنھیں لذتِ جراحت وہ اور بھی زخم کھاکے آئے

نصؔ تپش نہیں اب قرار کھوتی خلش نہیں اضطراب ہوتی
وہ قطرۂ اشک سب ہیں موتی وہاں جو آنسو بہا کے آئے

یہ کیسی خوش قسمتی ہے اُن کی۔ ہے فضل خالق کا اُن پہ کیسا
مدینہ جو لوگ جا کے آئے، وہ فیض باطن بھی پا کے آئے

بشوقِ دل جب مدینہ پہونچے محمد الیاس برنی
کہا یہ سب نے کہ دیکھو شیدا وہ سرورِ دوسرا (صلعم) کے آئے

جو حج کر آئے وہ ہے معظم وہ ہے مقدس وہ ہے مکرم
قدم نہ کیوں اُس کے چوم لیں ہم مدینہ جو کوئی جا کے آئے

نگاہ اُن پر جما رہے ہیں۔ ہم اُن سے نظریں ملا رہے ہیں
جو روضۂ سرورِ دو عالم کا نقش دل میں جما کے آئے

کشش کا یہ فیض ہے یقیناً کبھی مدینہ کے گلستاں کا
اِدھر جوں ہی کر لیا تصوّر اُدھر سے جھونکے صبا کے آئے

ادب سے ہم لوگ سر جھکا کر یہ عرض کرتے ہیں پھر مکرّر
مُبارک آنا یہ آپ کا ہے کہ بزمِ شاہی میں جا کے آئے

موجودہ اخراجات کے لحاظ سے عام حجاج کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے واسطے اوسطاً سات آٹھ سو روپیہ درکار ہے۔ زیادہ کا اختیار ہے۔ کمی میں کفایت اور تنگی لازم ہے۔ ہمارے جیسے سفر کے واسطے دو ڈیڑھ ہزار روپیہ بخوبی کفایت کر سکتا ہے۔ بلکہ اِس سے کم میں بھی کام چل سکتا ہے۔ بہت سی مدّات میں تخفیف کی گنجایش ہے۔ تاہم دینی سفر ہے۔ بہت کافی نذر و نیاز۔ خیر خیرات کے مواقع پیش آتے ہیں۔ کوتاہی سے دل تنگ ہوتا ہے۔ فراخ دلی اور سخاوت بغیر ایسے سفر کا کچھ لطف نہیں ہے۔ رقم کے علاوہ حسنِ انتظام سے

فصل ۷

بھی بہت خیر و برکت ہوتی ہے اخراجات میں افراط تفریط سے احتراز لازم ہے۔"

سفرنامے | یہ ایک ناچیز رحلہ ہے دوست احباب کی خاطر مرتب کرنا پڑا۔ صرف چار ماہ اور اُن میں چار دور دراز ممالک کا سفر اور حج بیت اللہ۔ ایسی رواروی میں جو کچھ بھی دیکھا بہت دیکھا۔ بہرحال بلا کم و کاست آپ بیتی لکھ دی اور آپ بیتی نہ لکھتا تو پھر کیا لکھتا۔ لکھنا لاحاصل تھا۔ کچھ بھی نہ لکھتا۔ یہ توقع نہیں اور ممکن بھی نہیں کہ سب ناظرین ہم خیال ہوں۔ ہم مذاق ہوں۔ ہم مشرب ہوں۔ ہم عقیدہ ہوں۔ تھوڑا بہت فرق رہنا ضرور ہے۔ تاہم خدا کے فضل سے اُمید ہے کہ اپنی سرگزشت افراط تفریط سے محفوظ ہے۔ رہی کوئی لغزش سو میں سراپا تقصیر ہوں معصوم نہیں ہوں۔ انابت و مغفرت ہی اپنا سہارا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

عراق، شام، ترکی، مصر، فلسطین اور حجاز۔ ان اسلامی ممالک کے متعلق ہند میں کئی سفرنامے شائع ہو چکے ہیں۔ ہر سفرنامہ ان میں سے اکثر ممالک کا رہنما ہے۔ علامہ شبلی نعمانی مرحوم کا سفرنامۂ ترکی و مصر و شام و فلسطین غالباً سب سے اول شائع ہوا۔ خواجہ غلام الثقلین مرحوم۔ منشی محبوب عالم صاحب (اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور) اور خواجہ حسن نظامی صاحب کے سفرنامے اس کے بعد شائع ہوئے۔ مولوی عاشق الٰہی صاحب (مالک مطبع خیریہ۔ کمبوہ دروازہ۔ شہر میرٹھ) نے بھی زیارت الحرمین کے نام سے ایک مختصر اور جامع سفرنامہ شائع کیا۔ اس میں حجاز اور حج کے علاوہ مصر۔ فلسطین، شام و عراق کے متعلق بھی خاصی دینی معلومات درج ہے۔ یہ سب سفرنامے اُردو میں موجود ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کے علاوہ بھی شائع ہوئے ہوں۔ مجھ کو اُن کا علم نہ ہو۔ خاص حجاز کے متعلق عربی، فارسی، اُردو تینوں زبانوں میں سفرنامے قابل دید ہیں۔ مثلاً جذب القلوب از حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ فیوض الحرمین

ص ۷ از حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ سبحان اللہ ان میں اہل دل کے واسطے تیرب فیوض و برکات ہیں۔ اکثر قدیم مطابع نے ان کو شائع کیا ہے۔ السکینہ باخبار المدینہ مولفہ مولانا محمد صبغت اللہ صاحب مہاجر بھی اُردو میں اچھی کتاب ہے۔ مطبع فردوسی مدراس سے شائع ہوئی ہے۔ زبدۃ المناسک دیکھنے کو ایک چھوٹی سی اُردو کتاب ہے حضرت مولنا حاجی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مسائل حج اس خوبی سے یکجا کردئیے ہیں کہ دریا کوزہ میں بند نظر آتا ہے۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب تاجر کتب گنگوہ شریف ضلع سہارنپور نے اس کو شائع کیا ہے۔ علی ہذا البعض سفرناموں میں تاریخ جغرافیہ تمدن اور معاشرت کے بیش بہا معلومات بھرے ہوئے ہیں۔ گھر بیٹھے ملکوں کی سیر ہو جاتی ہے۔ جدید مطبوعات میں سب سے مقدم رحلۃ الحجازیہ ہے۔ عباس حلمی پاشا ثانی خدیو مصر نے ۱۳۲۷ھ میں حج کیا تھا تو اُن کی طرف سے مشہور ادیب محمد لبیب البتنونی نے یہ رحلہ مرتب کیا۔ حجاز اور نیز فلسطین کے حالات نہایت تحقیق اور تفصیل سے لکھے ہیں۔ عربی میں دو ضخیم جلدیں قاہرہ سے شائع ہوئی ہیں۔ مکہ معظمہ میں بھی ملتی ہیں۔ خان بہادر حاجی محمد عبدالرحیم صاحب نقشبندی نے کچھ سال قبل سفر حرمین شریفین کے نام سے ایک کتاب تالیف کی تھی۔ مطبع شوکت الاسلام بنگلور سے شائع ہوئی۔ اس میں بھی بہت سے کارآمد معلومات جمع ہیں۔ حال میں حاجی محمد سلیمان صاحب منصورپوری نے اپنی تالیف سفرنامہ حجاز میں حرمین شریفین کے تاریخی اور جغرافی حالات بخوبی فراہم کیے ہیں۔ یہ کتاب دفتر رحمۃ للعالمین پٹیالہ سے شائع ہوئی ہے ان کے علاوہ حرمین شریفین کے متعلق اور بھی چھوٹے بڑے سفرنامے شائع ہوئے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں جیسی طلب ویسی یافت ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

وما توفیقنا الا باللہ۔ واللہ ذوالفضل العظیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ للعالمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

تمام شد

پروفیسر الیاس برنی

کے

تالیفات وتراجم

پروفیسر الیاس برنی کے تالیفات وتراجم

(۱) سلسلۂ دعوتِ صدق
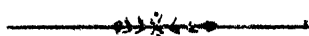
(۱) **اسرارِ حق** - آیات قرآنیہ - احادیثِ نبویہ - ارشادات صدیقین واکابر دین رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب - اور ان کے مقابل یورپ کے جدید سائنس وفلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لب لباب خود بخود اسلام کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

جدید سائنس وفلسفہ کا اقرار نارسائی اور احساس ایمان بالغیب - اسلام میں علم باطن - توحید اور اس کے مقامات - احدیت کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت - نبوت اور ولایت کے مراتب - کشف وکرامات کی ماہیت - اور دیگر معارف متعلقہ - ایک نظر میں اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نظام دل نشیں ہو جاتا ہے - اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (۲۴/۱)

جن علوم کو اللہ جل شانہ صدق اور جن عالموں کو صادقین وصدیقین سے تعبیر فرماتا ہے - اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں، اس کی تحقیق اور تصدیق میں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے - قابل دید ہے -

حجم تقریباً ۴۰۰ صفحہ مجلد قیمت صرف مبلغ ... روپیہ (پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ دوسرا ایڈیشن بعد نظر ثانی و اضافۂ مضامین عنقریب طبع ہو کر شائع ہوگا۔ اِنْشَآءَ اللہ)

(۲) **فتوح الحکم** - یہ ایک جدید تالیف ہے۔ قطب الرّبانی غوث الصمدانی محبوب سبحانی حضرت غوث الاعظم محی الدین جیلانی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے بہت سے ارشادات **فتوح الغیب** میں اور خطبات **فتح الرّبانی** میں مرتب اور محفوظ ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی حضرت کے ارشادات۔ خطبات اور قصائد کا بہت سا بیش بہا ذخیرہ مختلف کتب میں منتشر ہے۔ بفضلہ بعض قدیم قلمی نسخوں کا بھی پتہ لگا ہے۔ جو اب تک طباعت و اشاعت سے مستغنی رہے ہیں۔ اِنْشَآءَ اللہ العزیز یہ تمام نعمت دینیہ خاص اہتمام سے مومنین کے واسطے عنقریب مہیا ہو جائے گی۔ تالیف کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کے بعد طباعت اور اشاعت ہے۔ اِنْشَآءَ اللہ - وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہ

(۳) **فتوحات قادریہ** - حضرت غوث الاعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے تمام اذکار و اوراد، ادعیہ اور وظائف خاص تحقیق سے فراہم کئے ہیں۔ سلوک قادریہ کا اصلی مرقع ہے۔ طالبین کے واسطے بڑی نعمت ہے۔ یہ مجموعہ خاص اہتمام سے طبع ہو کر جلد شائع ہوگا۔ اِنْشَآءَ اللہ

(۴) **مکاتیب المعارف** - مرشدی و مولائی حضرت مولانا شاہ محمد حسین صاحب قبلہ چشتی القادری مدظلہ العالی کے مکتوبات شریف کا مجموعہ۔ حقائق قرآنی اور تعلیم ربانی کا عجیب مرقع پیش نظر ہو جاتا ہے۔ ایمان و اعتصام کی عظمت دل میں بیٹھتی ہے۔ اہل ایمان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ عجب فیوض و برکات ہیں۔ ماشاءاللہ ترتیب ہو رہی ہے عنقریب اشاعت ہوگی۔ اِنْشَآءَ اللہ حجم تخمیناً ۴۰۰ صفحہ۔

(۵) **صراط الحمید** - عراق۔ شام۔ فلسطین اور حجاز ان چاروں اسلامی ممالک کے

متعلق اپنا تازہ سفرنامہ جس میں بغداد شریف کربلائے معلےٰ۔ نجف اشرف۔ کوفہ کاظمین شریفین۔ سامرہ شریف۔ دمشق۔ بیت المقدس۔ بیت اللحم خلیل الرحمٰن۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ۔ غرض کہ تمام مقامات متبرکہ کی زیارات مقدسہ کا تفصیلی حال عجیب پیرایہ میں بیان ہوا ہے۔ کہ پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ دل کو عقیدت ومحبت کا مزہ ملتا ہے۔ ضمناً بمبئی کراچی۔ بصرہ۔ حلب۔ حمص۔ حماہ۔ بیروت۔ حیفہ۔ قنطرہ۔ سویز۔ ینبوع اور جدہ ان مقامات کا کافی حال درج ہے۔ یہ سفرنامہ زائرین وحجاج کے واسطے از حد کارآمد ہے۔ سفر کے تمام ضروری ہدایات۔ ملک اور شہروں کے حالات۔ عمارات متبرکہ کے متعدد عکسی تصویرات۔ زیارات مقدسہ کے انعامات۔ بیت اللہ شریف کے فتوحات۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حج کے احکام ومسائل۔ ادعیہ اور طور طریق ترتیب جدید نہایت تفصیل اور وضاحت سے بیان ہوئے ہیں کہ ناواقف زائرین وحجاج کو پھر کسی کی محتاجی نہیں رہتی۔ یہ سفرنامہ نہایت ہمدرد رفیق اور واقف کار معلم کا کام دیتا ہے۔ آخر میں سفر کے تمام راستوں کا ایک مکمل نقشہ بھی شریک ہے۔ ان ہی خوبیوں کی بدولت یہ سفرنامہ شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ جا رہا ہے قیمت صرف عہ

(۲) سلسلۂ منتخباتِ نظم اُردو

مروّجہ غزلیات کی کثرت سے عموماً یہ خیال پھیل گیا ہے کہ اُردو شاعری کی ساری کائنات محض حسن وعشق اور گل وبلبل کی پارینہ داستان ہے۔ مگر تحقیق سے ثابت ہوا کہ اردو میں بھی ہر رنگ کی بہتر سے بہتر نظمیں موجود ہیں۔ البتہ وہ اب تک منتشر اور غیر معروف رہیں۔ چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اُردو کے تقریباً دو سو قدیم وجدید نامور شعرا کا بہترین کلام نہایت عجیب وغریب ترتیب کے ساتھ بارہ مستقل جلدوں میں پیش کیا گیا ہے جس کو دیکھ کر اردو شاعری کی وسعت و رفعت پر حیرت اور مسرت ہوتی ہے۔ دوسری زبانوں میں اس سلسلے کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ادبِ اُردو کا عجیب دل فریب اور نادر تحفہ ہے جس کی بڑے بڑے ادیب اور نقادِ سخن داد بلکہ مبارک باد دے رہے ہیں۔ اردو خواں حلقوں میں اس سلسلے کی خاصی دھوم مچ گئی ہے۔ اور اس کی مقبولیت روز افزوں ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

یہ سلسلہ یوں تو ۱۹۱۹ء سے بتدریج شائع ہو ہو کر ہاتھوں ہاتھ چلتا رہا لیکن ۱۹۲۴ء میں اس کی بارہ جلدیں اضافہ مضامین اور جدید ترتیب کے ساتھ ازسرِ نو شائع کی گئیں اور یہ ان کی مستقل شکل قرار پائی تفصیل ملاحظہ ہو۔

پروفیسر الیاس برنی کے تالیفات و تراجم

پہلا سٹ

معارفِ ملّت

جلد اوّل متعلق دینیات یعنی حمد، نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں جن میں دین و ایمان کی خوشبو مہکتی ہے۔ صاحب دلوں اور عاشقان رسول کے واسطے بڑی نعمت ہے۔

جلد دوم متعلق اسلامیات یعنی اسلام اور مسلمانوں کے ماضی۔ حال اور مستقبل کی تفسیریں اور تصویریں، جو قلب کو گرماتی اور روح کو تڑپاتی ہیں۔ خاص کر واقعہ کربلا کے ۱۵ جگر دوز نشتر لذت شہادت تازہ کر دیتے ہیں۔ اسلامی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہے۔

جلد سوم متعلق قومیات یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق دردمند اور وطن پرست شاعروں کا دل پزیر کلام جو عبرت سکھاتا اور غیرت دلاتا ہے۔ اس جلد میں چند قدیم شہر آشوب بھی قابلِ دید ہیں۔ قومی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہے۔

جلد چہارم متعلق اخلاقیات یعنی اردو شاعری میں اخلاق و حکمت کے جو انمول موتی جواہر بکھرے پڑے تھے اور جو بہترین قومی سرمایہ ہیں فراہم کر دیئے گئے ہیں یہ جلد لڑکوں اور نوجوانوں کے واسطے قابل قدر تحفہ ہے۔ تمام مدارس کے واسطے یکساں مفید ہے۔

دوسرا سٹ

جذبات فطرت

جلد اوّل۔ اردو شاعری کے قافلہ سالار یعنی میر تقی میرؔ اور مرزا رفیع سوداؔ کے کلام کا مربوط اور جامع انتخاب۔ یہ کتاب کالج کی اعلیٰ جماعتوں میں درس کے قابل ہے۔

جلد دوم اردو کے سرمایہ ناز شاعر مرزا غالبؔ اور اُس کے خاص ہم عصر یا خاص ہم رنگ شعرا ذوقؔ ظفرؔ اور حسرتؔ موہانی کے کلام کا انتخاب۔ یہ کتاب بھی اعلےٰ جماعتوں کے درس کے قابل ہے۔

جلد سوم تقریباً تیس قدیم، مستند اور باکمال شعرا کے کلام کا اعلیٰ انتخاب جو اپنی قدامت اور جامعیت کے لحاظ سے قابل دید ہے۔

جلد چہارم۔ تقریباً ساٹھ جدید مشہور و مقبول شعراء کے کلام کا دل کش انتخاب۔ شاعری کے جدید دور کا اس سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔

تیسرا سٹ

مناظر قدرت

جلد اوّل متعلق اوقات یعنی صبح، شام، دن، رات، دھوپ، چاندنی، موسم گرما سرما، برسات اور بہار کے دل کش مناظر نظموں میں اس خوبی سے عکس فگن ہیں کہ اُن کو دیکھ کر طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔ نیچر پرستوں کے لئے یہ جلد

قدرت کی دل فریبیوں کا بہترین مرقع ہے۔

جلد دوم متعلق مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل، میدان، دریا، کھیت باغات، شہر اور عمارات۔ شاعروں نے ان سب کی ایسی صاف ستھری تصویریں کھینچی ہیں کہ نظمیں پڑھتے وقت گویا ہم آنکھوں سے اُن کی سیر کر رہے ہیں۔

جلد سوم متعلق نباتات و حیوانات یعنی پھول پھل، کیڑے پتنگے، تتلیاں، چڑیاں پرندے، چرندے۔ چوپائے، اور متفرق جانور وغیرہ۔ ان سب کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ اردو شاعروں نے اشیاءِ قدرت کا کس حد تک مطالعہ کیا ہے۔ اور مشاہدات میں کہاں تک جان ڈالی ہے۔

جلد چہارم متعلق عمرانیات، یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم و رواج، عید تیوہار۔ غمی شادی، میلے ٹھیلے، صحبتیں جلسے، کھیل تماشے، وضع لباس، صورت شکل، ہنسی مذاق، بزم اور رزم۔ سب طرح کے حالات پیش نظر ہو کر دل کو بے چین کر دیتے ہیں۔ مناظر قدرت کی چاروں جلدیں زنانہ مدارس کے واسطے خاص کر بہت موزوں ہیں۔

غرض کہ شعر و سخن کا عجب دل کش انتخاب ہے۔ شریف اور مہذب گھرانوں میں لڑکوں، لڑکیوں، مردوں، بیبیوں اور بڑے بوڑھوں کی خوش وقتی اور تفریح طبع کے لئے اس کے مطالعہ سے بہتر کوئی مشغلہ ملنا مشکل ہے۔ شاید ہی کوئی علم دوست گھر اس سلسلے سے محروم رہنا گوارا کر سکے۔ کل بارہ جلدیں۔ خوش خط، خوش قطع، خوش نما مجلد **قیمت** فی جلد صرف ایک روپیہ۔

(۲) **جواہر سخن**۔ فارسی شاعری کا بہترین کلام ایک جدید اصول پر زیر ترتیب ہے انشاء اللہ بہت دل کش اور دلپذیر ہوگا۔ عنقریب شائع ہوگا۔

(۳) سلسلۂ معاشیات

(۱) **علم المعیشت** ۔ جدید مغربی علم اکنامکس (Economics) پر اردو میں یہ سب سے پہلی نہایت مستند اور جامع کتاب ہے۔ مشکل سے مشکل معاشی اصول و مسائل کو ایسے سلیس اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف نئے نئے مضامین بخوبی ذہن نشین ہوتے ہیں۔ بلکہ خاصی دماغی تفریح حاصل ہوتی ہے خوبی مضامین کی بدولت ہندوستان کے ہر حصہ میں یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ لطف یہ کہ ہندوستانی یونیورسٹیوں میں اکنامکس کے متعلق بیسیوں ضخیم انگریزی کتابوں کے ہوتے ہوئے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال جو خود بھی معاشیات کے عالم ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کی کتاب علم المعیشت اردو زبان پر ایک احسانِ عظیم ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ اکنامکس پر اردو میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے اور ہر لحاظ سے مکمل" سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد دکن) تیسرا اڈیشن بنظر ثانی حال میں شائع ہوا ہے۔ حجم تقریباً ۸۰۰ صفحہ قیمت صہ ر

(۲) **اصولِ معاشیات** ۔ پہلی کتاب علم المعیشت عام و خاص قارئین کے واسطے نہایت سہل اور سلیس پیرایہ میں لکھی گئی۔ لیکن خاص طلبہ کے واسطے کسی قدر دقیق اور دشوار مباحث کی ضرورت تھی۔ چنانچہ مضامین میں کافی رد و بدل اور تخفیف و اضافہ کرکے یہ جداگانہ نصابی کتاب تیار کی گئی۔ دارالترجمہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے

خوشنما جلد۔ تقطیع کلاں۔ حجم ۶۰۰ صفحہ۔ قیمت ۱۲؎

(۳) **معیشت الہند**۔ ہندوستان کے گوناگوں معاشی حالات جن کا جاننا ملک کی اصلاح و ترقی کے واسطے فی زمانا ازحد ضروری ہے۔ کافی تحقیق اور تنقید کے بعد بہت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ علم المعیشت اور اصول معاشیات میں جو نظری مسائل بیان ہوئے ہیں اس کتاب کے ذریعہ سے ان کا ہندوستان میں عمل درآمد دکھایا گیا ہے۔ خاص کر زر (کرنسی)، بینک اور تجارت خارجہ جیسے اہم مباحث قابل دید ہیں۔ یہ بھی بلا مبالغہ اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی جامع اور مستند کتاب ہے۔ مدت سے شائقین کو انتظار تھا۔ اَلحمدُ لِلّٰہ اس کی بھی طباعت قریب الختم ہے۔ عنقریب دارالترجمہ سرکار عالی حیدرآباد دکن سے شائع ہوگی۔ تقطیع کلاں۔ حجم تقریباً ۹۰۰ صفحہ

(۴) **مالیات**۔ پبلک فنانس (Public Finance) پر اردو میں سب سے پہلی جامع اور مستند کتاب ہے۔ مہذب اور ترقی یافتہ سلطنتوں کے ہاں آمدنی کے کیا کیا ذرائع اور خرچ کی کیا کیا مدیں ہیں اور محاصل و مخارج کا انتظام کس نہج پر قایم ہے۔ سلطنتوں کی مالی ترقی اور مرفہ الحالی کے کیا اسباب ہیں۔ اور اُن کا کیوں کر عمل درآمد ہوتا ہے۔ یہ تمام دقیق اور اہم مباحث نہایت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہندوستان کے مالی نظام کو بالتفصیل بطور مثال پیش کیا ہے۔ تنقیح اور تنقید کی ہے۔ خاص کر ہندوستان کے قومی رہبروں اور رئیسوں کو اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ ازحد ضروری ہے (زیر تالیف)

(۵) **مقدمۃ المعاشیات**۔ مورلینڈ صاحب کی انگریزی کتاب "انٹروڈکشن ٹو اکنامکس" (Introduction to Economics) کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں معاشیات کے ابتدائی اصول و مسائل

بیان کئے گئے ہیں۔ تقطیع کلاں۔ حجم تقریباً ۳۰۰ صفحہ۔ مجلد۔ دارالترجمہ سرکار عالی حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔

(۶) **معاشیات ہند**۔ مسٹر پرمتھہ ناتھ بنرجی کی انگریزی کتاب " انڈین اکنامکس (Indian Economics) کا سلیس اور با محاورہ اردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر ہندوستان کے معاشی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ تقطیع کلاں حجم تقریباً ۳۰۰ صفحہ مجلد۔ دارالترجمہ سرکار عالی حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔

(۷) **برطانوی حکومت ہند**۔ انڈرسن صاحب کی انگریزی کتاب "برٹش اڈمنسٹریشن ان انڈیا" (British Administration in India) کا سلیس اور با محاورہ اردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر حکومت ہند نظام و طریق بیان کیا گیا ہے۔ تقطیع کلاں حجم تقریباً ۲۰۰ صفحہ۔ مجلد۔ دارالترجمہ سرکار عالی حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔

کتابیں ملنے کے صدر مقام :-

(۱)- حاجی محمد مقتدیٰ خاں صاحب شروانی۔ علیگڑھ
(۲)- شیخ مبارک علی صاحب۔ تاجر کتب۔ لہاری دروازہ لاہور
(۳)- مکتبہ جامعۂ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی
(۴)- مکتبہ ابراہیمیہ۔ اسٹیشن روڈ۔ حیدرآباد دکن